تصنیف و تالیف

محمد رضی الدین معظم
بی کام - بی ایڈ - یل یل بی (عثمانیہ)

قیمت ———— ۸۰ روپے

نام کتاب .... گلدستۂ عیدین و تہوار و تقاریب

تصنیف و تالیف .... محمد رضی الدین معظم

کتابت .... سیّد منظور محی الدین خوشنویس کلیانوی

طباعت .... نیشنل پرنٹنگ پریس چار مینار حیدرآباد

اعانت جزوی .... اُردو اکیڈیمی آندھرا پردیش حیدرآباد

سنہ طباعت .... ڈسمبر ۱۹۹۳ء

قیمت .... اسّی روپے / ۰۰=RS. 80

ناشر .... حافظ محمد معز الدین مکرّم صاحب

(ملنے کے پتے)

- محافظ الخاشعین" ۸۶۶ رحیم منزل شاہ گنج حیدرآباد ۲ ۔۔۔۵۰۰ (فون نمبر ۵۲۹۷۳۹)
- اُردو اکیڈیمی آندھرا پردیش ۶۳۷-۴-۱۱ اے سی گارڈز حیدرآباد ۴ ۔۔۔۵۰۰
- حُسامی بک ڈپو مچھلی کمان حیدرآباد ۲ ۔۔۔۵۰۰ (فون ۵۲۲۲۸۵)
- حافظ محمد وجیہ اللہ سبحانی صاحب "ریاض الحسنات" A/۴۴۸-۹-۱۶ قدیم ملک پیٹھ حیدرآباد فون ۲۵۹۲۴
- سیّد منظور محی الدین خوشنویس کلیانوی محلّہ قطب عالم شاہ گنج دیوڑھی خورشید جاہ حیدرآباد ا ے پی
مکان نمبر ۱۰۷۶-۳-۲۰

گلدستۂ عیدیں و تہوار اور تقاریب

★

قلمی معاونین

★ ★

ڈاکٹر عقیل ہاشمی صاحب۔ راحت عزمی صاحب۔ توصیف رسول صاحب۔
سیف الدین صاحب اورنگ آبادی، شکیل احمد صاحب۔ عبدالغنی شیخ صاحب۔
سعادت علی صدیقی صاحب۔ ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب۔ ناصر زیدی صاحب۔
احمد کمال اشرف صاحب۔ میر احمد علی صاحب۔ ابوالفتح سید جلال الدین صاحب۔
عبدالعزیز عرفان صاحب۔ سید منظور محی الدین خوشنویس کلیانوی صاحب
حافظ محمد معز الدین ملکرم صاحب۔ محمد رضی الدین معظم محمد ذکی الدین قیاس صاحب۔ محمد رفیق الدین اشرف صاحب۔
ڈاکٹر نریندر لوتھر صاحب۔ منوہر پرشاد ماتھر صاحب۔ ویلاری مانک راؤ صاحب۔
پی رام چندر راؤ صاحب، موتی لال رائے صاحب۔ ڈاکٹر ٹی نرہری صاحب۔
یم یل بجاج صاحب، منشی بنارسی داس سکسینہ صاحب۔ ڈاکٹر پی وی رنگا راؤ صاحب۔
کالیداس کاشیکر صاحب۔ اے جنگیا صاحب۔ ڈاکٹر بھاسکر راج سکسینہ صاحب۔
کشن کمار صاحب۔ بیدی اپکار سنگھ صاحب۔ ڈاکٹر گربچن سنگھ خالصہ صاحب۔
لشپ جان میجر صاحب۔ تیج نارائن جیسوال صاحب۔ مین دت صاحب۔
کماری ڈی وسودھا۔ کماری وی یم وِلاسنی۔ شریمتی کے سرجنی۔
ناجیہ معظم صاحبہ۔ شریمتی سلوچنا دیوی۔ شریمتی شوبھا اگروال۔ شریمتی وی تھاکس

★

آئینہ ترتیب

گلدستۂ عیدین و تہوار و تقاریب

طہورہ تقدیس آفریں شخصیت

حضرت والدہ محترمہ ذی وقار عالی مرتبت کی

خدمات عالیہ میں

جن کی بے پناہ دعائیں و نیک تمنائیں میرے لئے مشعل راہ ہیں

مُقدّمہ

مجسم طنز و مزاح بلند پایہ محقق و ادیب جناب نریندر لوتھر صاحب
آئی۔ اے۔ ایس

ہندوستان ایک مُلک ہے۔ مُلک کو ہندی میں راشٹر کہتے ہیں۔
لیکن ہمارا راشٹر ایسا ہے جسمیں کبھی سوراشٹر ہوا کرتا تھا اور جس میں آج
بھی ایک مہاراشٹر ہے۔ اسی لیئے کہتے ہیں کہ ہندوستان مُلک نہیں ذیلی
براعظم ہے۔ اس کا حجم اتنا بڑا ہے کہ دنیا کے بیشتر ممالک اس کے کونوں میں
سما جائیں اور دوسرے ملک اُنہیں ڈھونڈ نہ پائیں۔ اِس کے مختلف خطوں کی
آب وہوا میں بہت فرق ہے۔ جنوب میں گرمی سے دِل تو کیا دماغ اور جسم بھی
پگھل جاتے ہیں۔ شمال میں ہمالیہ کی گود میں مجنوں کے عشق کی حرارت بھی
منجمد ہو جاتی ہے۔ مغرب میں عربی سمندر سے لاکھوں دلوں کی بھڑاس اُٹھتی ہے۔
جو مشرق میں چراپونجی پہنچکر آنسوؤں کے لامتناہی سلسلہ کے روپ میں دُنیا کی
سب سے زیادہ بارش کہلاتی ہے۔ ایک طرف ہریالی اِتنی کہ اندھے کو بھی
ہرا دکھائی دے، دوسری طرف ایسے لق و دق صحرا کہ صرف اونٹ جیسی
ٹیڑھی کل کا جانور ہی بچ پائے۔ خوراک کا یہ حال ہے کہ گھاس اور
جھینگر سے لے کر نجم تک کھایا جاتا ہے۔ پھلوں کا یہ عالم کہ آم سے لے کر
آملہ تک مِٹھاس، کھٹاس اور کڑواہٹ ہر قسم کا ذائقہ مطمئن ہو جائے۔

سفید کشمیر سے لے کر کالی بھیڑ تک ہر قسم کا جانور یہاں پایا جاتا ہے۔ گو ہمارے آئین میں صرف ۱۷ زبانوں کے لیے جگہ نکل سکی لیکن یہاں سینکڑوں زبانیں بولی جاتی ہیں۔ تریا نوے (۹۳) زبانوں میں تو اخبار بھی نکلتے ہیں یہاں کتنے مذہبوں اور فرقوں نے جنم لیا۔ جو یہاں پیدا نہیں ہوئے اُن کے پیرو یہاں آکر بس گئے۔ دُنیا کی بیشتر قومیں جوق در جوق یہاں آئیں اور اس عظیم اکائی میں سما گئیں۔

انہیں تمام عناصر کی وجہ سے اس مُلک کی وحدت میں ہمہ رنگی کثرت ہے۔ ہندوستان دُنیا کا چڑیا گھر ہے، عجائب خانہ ہے، نمائش میدان ہے، سرکس ہے، طلسم ہوشربا ہے۔ یہ ایک ایسی ہستی ہے کہ بیٹھے تو محفل ہے اور اُٹھے تو ہنگامہ ہے۔ رُک جائے تو جلسہ ہے چل پڑے تو جلوس۔

اس ملک میں کروڑوں انسان بستے ہیں۔ خوشی اور غم انسان کی ازلی میراث ہے۔ گانا، ناچنا، سوانگ بھرنا اُس کی فطرت ہے انہیں سے اُس کے تمام فن اُبھرے اور نکھرے۔ بیج کے بونے سے اُس کی اُمیدیں وابستہ ہیں۔ فصل کا پکنا اور کٹنا اُس کی بقا کی ضمانت ہے۔ زرعی معاشرے میں زندگی کے غم اور خوشیاں اجتماعی ہوتے ہیں۔ بہار کی آمد پر سب لوگ مل کر خوشیاں مناتے ہیں۔ فصل کے کٹنے پر جب مہینوں کی محنت بر آتی ہے۔ تو لوگ خوشی سے جھوم اُٹھتے ہیں۔

ہمارے تہواروں کی بنیادیں انہیں میں مضمر ہیں۔ ہماری آبادی کا زیادہ حصّہ اب بھی دیہات میں رہتا ہے اور وہاں خوشی اور غم میں شرکت غیرے کا تصوّر نہیں ہوتا۔ بیساکھی، پونگل، ہولی، نوروز، اُگادی، لوہڑی وغیرہ موسمی تہوار سب لوگ مل کر مناتے ہیں۔ ایسے تہوار ہر ملک اور ہر معاشرے میں

منائے جاتے ہیں۔ کیونکہ اُن کا تعلق زندگی سے ہے۔ موسموں سے تجدید حیات سے ہے۔

اِن کے علاوہ ایسے تہوار بھی ہیں جن کا تعلق مختلف مذہبوں سے ہے۔ اُنہیں اُس مذہب کے پیرو اپنے اپنے طریقوں سے مناتے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے ماننے والے خیر سگالی کے جذبے کے تحت ان کی تقریبات میں شریک ہوتے ہیں۔ عید کے موقع پر غیر مسلم، کرسمس کے تہوار پر غیر عیسائی اور دیوالی پر غیر ہندو ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں اور اُن کی شیرینیوں مٹھائیوں اور کیکوں سے محظوظ ہوتے ہیں۔ ذرا غور سے دیکھا جائے تو یہ اور دوسرے مذہبی تہوار انسانیت کی مشترکہ اور ابدی قدروں کے مظہر ہوتے ہیں۔ مثلاً بدی پر نیکی کی فوقیت، جھوٹ پر سچ کی فتح، نیک چلنی پرہیز، قربانی اور ضبطِ نفس کی عظمت اور ضرورت کا اعتراف۔ طاعت اور بندگی کی برکات، عبادت اور ریاضت کا فیض مختلف اوتاروں، پیغمبروں اور مذہبی رہنماؤں کے جنم دن بھی اُن کی آفاقی بصیرت کے اعتراف اور احترام کے طور پر منائے جاتے ہیں۔ اُن کی زندگی اور اُن کے اُپدیشوں سے ہمیں اپنی زندگی کو بہتر بنانے اور اس کے سُکھ دکھ کو برداشت کرنے کی توفیق ملتی ہے۔

اس نکتہ کے مطابق تمام مذہبی تہواروں میں ایک مشترک ذوقِ عاقل ملتا ہے جو مذہبوں کی حد بندی سے اُوپر اُٹھ جاتا ہے۔ اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ ہر تہوار خواہ وہ کسی بھی نوعیت کا کیوں نہ ہو انسان کی بُنیادی اِنسانیت کو اُجاگر کرتا ہے۔ تہواروں کے اس سمبانک پہلو پر زور دینے کی ضرورت ہے۔

محمد رضی الدین معظم صاحب نے بڑا مستحسن کام کیا ہے کہ ہندوستان کے تہواروں کو یکجا کر کے اُن کے بارے میں مستند جانکاری دی ہے۔ اس سے کافی حد تک عام غلط فہمیاں اور بدگمانیاں دور کرنے میں بھی مدد ملے گی۔ قاری کو ان تہواروں کی مالا کو پروتا ہوا دھاگا۔ اچھی طرح دکھائی دے گا۔ اس طرح ہمارے کلچر کی انیکتا کی قدروں کو سمجھنے میں آسانی ہوگی اور ہماری فوقیت کے جذبے کو تقویت ملے گی۔

میرے خوابوں میں ایک خواب یہ بھی ہے کہ ایک دن ہم سب ہندوستانی ہر تہوار بلا لحاظ مذہب وملت پورے جوش وخروش کے ساتھ مل کر منائیں ہمارے عزیز واقارب ہمارے پڑوسیوں ہمارے دوستوں اور ہر انسان کا منصب گویا ریاضی کا ہونا ہے۔ وہ ہمارے غموں کو تقسیم کرتے ہیں اور خوشیوں کو ضرب دیتے ہیں۔ تہواروں کو مل کر منانے سے ہماری خوشیوں میں اضافہ ہوگا۔

ایسا منانا جو دکھاوا اور تکلیف کا نہ ہو بلکہ جس میں خلوص کا جوشش ہو۔

مجھے قوی اُمید ہے کہ معظم صاحب کی یہ کتاب ہماری قومی یکجہتی کے جذبے کو فروغ دینے میں اور اس طرح ہمارے معاشرے کو مضبوط اور مستحکم بنانے میں ممد ومعاون ثابت ہوگی۔ ملک کی ہر اکیڈیمی انکی تحقیق کا پورا پورا صلہ دے گی۔

نریندر لوتھر

۲۷ - ۸ - ۹۳

بنجارہ ہلز۔ حیدرآباد۔ اے۔ پی۔

تعارف

فخر صحافت رہنمائے ملت محترم عالی قدر جناب محبوب حسین جگر صاحب

جائنٹ ایڈیٹر "روزنامہ سیاست"

عید تیوہار اور تقاریب کو حیدرآباد میں تاریخی و تہذیبی اہمیت حاصل رہی ہے۔ تلی قطب شاہی دور ہو کہ آصفجاہی عہد عید اور تیوہار پر نہ صرف ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے رہے ہیں بلکہ شاہی خاندان اور امراء و راجگان نے بھی اسے بجا اور مساوی اہمیت دی۔

تاریخ کا یہ تسلسل ہے کہ بعض مسلم تقاریب ہندوؤں نے اور بعض ہندو تقاریب میں مسلمانوں نے اہم حصہ لیا۔ نواب خورشید جاہ بہادر نے تل سنکرات و بسنت پنچمی کو قومی رنگ دیا۔ مہاراجہ کشن پرشاد بہادر نے درگاہوں پر حاضری دی۔ یہ تہذیبی ورثہ آج بھی اتنا مستحکم ہے کہ اخبارات و رسائل ہوں چاہے وہ اردو ہوں یا تلگو، ہندی یا انگریزی عید اور تیوہار کے موقعہ پر خصوصی مضامین شائع کرتے رہے ہیں۔

جناب محمد رضی الدین معظم صاحب حیدرآباد کے ممتاز دینی و علمی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں زمانہ طالب علمی ہی سے انہیں مضامین لکھنے کا شوق ہے۔ انہوں نے تہذیبی مسائل پر کئی مضامین لکھے ہیں۔ لیکن دو تین دہے کے بعد جب انہوں نے اپنے مضامین جمع کئے تو یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تیوہار پر انہوں نے جو مضامین لکھے ہیں اس پر ایک کتاب مرتب ہو

شائع ہو سکتی ہے۔ بڑی خوشی کی بات ہیکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تیوہار پر جو مضامین لکھے گئے وہ اب ایک کتابی شکل میں شائع ہو رہے ہیں۔ ایسے مضامین کی کتابی شکل میں اس لئے بھی ضرورت ہیکہ قومی یکجہتی کے لئے ہمارے اسلاف کے کارناموں اور ہمارے تہذیبی ورثہ کو محفوظ رکھا جائے۔ آنے والی نسلیں بھی اس سے واقف ہوں بلکہ یہ اہم مضامین اُردو کے علاوہ تلگو اور ہندی کی نصابی کتابوں میں بھی شامل نصاب کئے جانے کے قابل ہیں۔

نیز اب عیدین اور تیوہار کے اقدار بھی بدل رہے ہیں۔ بدلتے ہوئے حالات میں پرانے آداب کا تحفظ ایک قومی ذمہ داری بنتا جا رہا ہے۔

روزنامہ سیاست نے دو سال قبل ایک کتاب حیدرآباد کے محلے شائع کی تھی۔ جو ہاتھوں ہاتھ لیگئی چونکہ نئی نسل اپنے شہر کے محلوں کی وجہ تسمیہ سے بھی واقف نہیں اسی طرح حیدرآباد کی عید و تیوہار کی تاریخ اور اجمالی جائزہ ایک دستاویز کی شکل رکھتا ہے۔ اس کتاب کے لئے محمد رضی الدین معظم صاحب قابل مبارکباد ہیں ان کی یہ کوشش اسی وقت اپنے مقصد میں کامیاب ہوگی جبکہ اسکی اشاعت و نکاسی کے لئے حکومت تعلیمی و تہذیبی ادارے اور صحافت اپنا مکمل تعاون کرے۔ چونکہ مذاہب کا پیام محبت رواداری اور یکجہتی ہے۔ اقبال نے بالکل سچ کہا ہے "مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا"۔ اس کتاب کے مضامین ہندوؤں مسلمانوں اور عیسائیوں کی تقاریب کا ایک معلوماتی جائزہ ہیں۔ یقین ہے کہ یہ کوشش ہر مکتب خیال میں سراہی جائیگی۔

محبوب حسین جگر

۲۶ مئی ۱۹۹۳ء

تہنیت

فخرِ نسوانیت شمس المحققین بحر العلم ڈاکٹر زینت ساجدہ صاحبہ

سابق صدر شعبہ اُردو جامعہ عثمانیہ

جناب محمد رضی الدین معظم صاحب ایک عرصہ سے اُردو کی خدمت اپنی زبان وقلم سے انجام دے رہے ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ خاموشی اور سنجیدگی سے کام کرنے والوں کی قدر دانی ذرا کم ہوتی ہے۔ لائق تحسین بات یہ ہے کہ وہ کسی صلہ یا ستائش سے بے نیاز اپنی معاشی اور گھریلو ذمہ داریوں سے کسی طرح کچھ فرصت کے لمحات ضرور خدمت زبان وادب کے لئے نکال لیتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی اپنی اہلیہ کے داغ مفارقت دیئے جانے پر انہوں نے اشعارِ مرگ بڑی محنت سے جمع کئے تھے اور "گوشۂ لحد" کے نام سے شائع کئے تھے اسی سے اُن کے ذوقِ شعری اور وسیع مطالعہ کا ثبوت ملتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب "عیدیں اور تہوار" تقریباً ۵۰ مضامین کا مجموعہ ہے۔ جس میں بیشتر انہی کے قلم کے مرہونِ منت ہیں۔ کتاب کو مکمل اور مفید بنانے کی خاطر انہوں نے کچھ عنوانات پر دوسروں کے مطبوعہ مضامین بھی اس میں شامل کر لئے ہیں جو کتاب کی افادیت کے لئے ضروری تھا — زیرِ مطالعہ کتاب زبان وادب ہی کی نہیں تہذیب کی بھی ایک بڑی خدمت ہے اور اُردو والوں کی خدمت میں ایک نادر تحفہ ہے تاکہ وہ اپنی عیدوں و تہواروں کے ساتھ ساتھ اپنے ابنائے وطن کے عیدوں و تہواروں سے بھی کماحقہٗ واقفیت حاصل کر سکیں اور اپنے قومی ورثہ سے انھیں آگہی ہو۔

۱۱ر ستمبر ۱۹۹۳ء زینت ساجدہ

تقریظ

جامع شریعت فقیہ دکن حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی محمد عظیم الدین صاحب زید مجدہ

برادر عمزاد مولوی محمد رضی الدین معظم صاحب کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں موصوف کے علمی و معلوماتی مضامین اخبارات، رسائل اور ڈائجسٹ میں طبع و ریڈیو سے نشر ہوتے رہتے ہیں۔

محکمۂ تعلیمات سے متعلق ہونے اور ملازمت کا اکثر حصہ درس و تدریس میں گزارنے کی وجہ "صلح کل" مزاج پائے ہیں۔

اب موصوف اپنے مضامین کا مجموعہ "عیدیں اور تیوہار" شائع کر رہے ہیں یقیناً اس سے تمام ہندوستانیوں کو اپنے اسلاف کے طور طریقوں، رہن سہن کے اصول و واجبات کے علاوہ تیوہار کی وجہ تسمیہ بھی معلوم ہوگی موجودہ ماحول میں اس کی اشاعت سے ہندوستانی قوم کے تمام مذاہب کے پیروؤں میں یکجہتی، پیار و محبت کا جذبہ ابھرے گا۔ اور یہی ان کے حق میں انعام ہوگا۔ فقط

۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ
م یکم جولائی ۱۹۹۳ء

محمد عظیم الدین غفرلہ

حرفِ آغاز

معزز مکرم قارئین! دُنیا کی ہر قوم کے لیئے سال بھر میں کچھ نہ کچھ دن ضرور ایسے آتے ہیں جنکو وہ عید و تہوار کے طور پر عزیز رکھتے ہیں بلکہ ان سب کیلئے اِس دن دورۂ عیش و نشاط کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ ہر قوم و مذہب میں جو عید و تہوار موجود ہیں۔ ان میں کسی کا دامن مذہبی رسم و رواج سے بندھا ہوا ہے تو بعض تاریخی واقعات کی یاد تازہ کرتے ہیں یہ بتلانا نہایت مشکل ہے کہ عید و تہوار کا آغاز کب ہوا تھا لیکن پھر بھی عیدیں اور تہوار اپنے اپنے اعلیٰ اقدار و روایات کے باعث انسانوں کے لئے صالح عظیم و نیک زندگی اور صراطِ مستقیم پر چلنے دعوتِ فکر و عمل دیتے ہیں اور غلط کاری و بے راہ روی سے روکتے ہوئے تزکیۂ نفس اور صحت مند معاشرہ کی تشکیل میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ ہندوستان جیسا سیکولر ملک جو مختلف النوع مذاہب روایات اور رسم و رواج کا گہوارہ ہے۔ عیدیں و تہوار ہی ملک کی معاشی و سماجی مسائل کے حل کی ایک کلید بھی ہے

عیدیں اور تہوار نے ہمیشہ انسانی برادری آفاقی تعلقات اور صالح زندگی کے پیغام دیئے ہیں بلکہ ہماری سیکولر روایات اخوت و بھائی چارگی و یکجہتی ہماری تاریخ اور ہمارا ورثہ بن چکی ہے۔

لیجیے! سیکولر ہندوستان میں منائے جانے والے عیدیں و تہوار پر مبنی ایک نادر گلدستہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے اِس کی مہک

ان کے دلوں کو معطر کر کے عیش و نشاط اور فرحت و مسرت کے لمحات مہیّا کرے گی۔ اس گلدستہ کی سجاوٹ میں گلہائے چمن چمن سے پھولوں کا انتخاب کیا گیا تاکہ قاری کو اپنے اپنے مذہب و عقیدہ کی روشنی میں استفادہ کرنے کا موقعہ فراہم ہو جائے۔ باوجود اس کے قاری کو کسی قسم کی بھی تشنگی سہو محسوس ہو جو فطرتِ بشری کا تقاضہ ہے۔ اس سے تو غالبًا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ سہو و خطا انسان کی سرشت میں شامل ہے گلدستہ عیدیں و تہوار کی تیاری اور تکمیل میں میں نے ہر ممکنہ احتیاط برتی ہے اور ممکنہ کوشش کی ہے کہ کسی غلطی یا کوتاہی کا امکان نہ رہے لیکن اگر کوئی غلطی و فروگذاشت قاری کو نظر آئے تو ازراہِ عنایت اس کی نشاندھی ضرور فرمادیجئے تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح ہو جائے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ؕ

آخر میں قارئین کرام سے ملتمس ہوں کہ گلدستہ عیدیں و تہوار سے استفادہ کے وقت اظہار پسندیدگی ہو تو ربِّ جلیل و کریم کی بارگاہ میں چند لفظ کلمۂ خیر ضرور ادا فرمائیے۔

طالبِ دعا

محمد رضی الدین معظمؒ

۶ ذی الحجۃ الحرام ۱۴۱۳ھ

م ۲۸ مئی ۱۹۹۳ء یوم الجمعہ

ہدیۂ تشکر

بندۂ عاجز و کمتر محمد رضی الدین معظم اُن تمام قلمکاروں دوست
احباب رشتہ داروں کا تہ دل سے سپاس گزار ہے جنھوں نے میری ادبی
کاوش گلدستہ عیدیں و تہوار کو شائع کروانے میں ممد و معاون بنے خصوصاً
جناب سید منظور محی الدین صاحب خوشنویس کلیانوی اور سید اعظم الدین
صاحب خوشنویس کلیانوی برادران محترم کا بے حد سپاس گزار ہوں جنھوں نے
میرے مضامین کو کتابی شکل میں شائع کروانے کی طرف میری توجہ مبذول
کروائی بلکہ ڈائرکٹر سکریٹری اردو اکیڈیمی آندھراپردیش عالی ذی وقار
محترم جناب مسعود بن سالم صاحب کی خدمتِ عالیہ میں عیدیں و تہوار پر
مبنی مضامین کے مسودات پیش کئے جنھوں نے معاً ازراہِ قدر دانی شرفِ
قبولیت کیساتھ جناب حمید الظفر صاحب کلرک کے پاس محفوظ فرما دیا بلکہ
اپنی نکتہ شناس نگاہوں سے اردو اکیڈیمی کی مسودہ کمیٹی کی صدر نشین
ڈاکٹر اشرف رفیع صاحبہ کو آگاہ فرما دیا جس کے باعث صدر اردو اکیڈیمی
محترم ذی وقار سید رحمت علی صاحب اور محترم عالی قدر اقبال مظفر احمد صاحب
کی قدر شناس نگاہوں سے گلدستہ "عیدیں و تہوار" قاری کے ہاتھوں میں
مہک رہا ہے ان تمام کا صمیم قلب کیساتھ سپاس گزار ہوں۔

سرزمین دکن کے ممتاز عالم دین جامع شریعت فقیہ اعظم حضرت علامہ الحاج
مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب مدفیوضہ فخر صحافت رہنمائے ملت جناب محبوب حسین جگر صاحب

جائنٹ ایڈیٹر سیاست، فخر نسوانیت، شمس المحققین، روح العلم ڈاکٹر زینت ساجدہ صاحبہ اور طنز ومزاح کے بلند پایہ محقق وادیب مجسم انسانیت جناب نریندر لوتھر صاحب نے جن حوصلہ افزا تحریروں سے سرفراز و ممتاز فرمایا ان اکابرین کے بے پناہ خلوص ومحبت کا بیّن ثبوت ہے ان کی خدماتِ عالیہ میں بہ صمیم قلب ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں کہ ان گرانمایہ علمی شخصیتوں کی سرپرستی اور اُن تمام قلمکار جن کی گرانقدر تخلیقات کے بغیر اس کام کی تکمیل ممکن نہ تھی۔

معزز مکرم اقرباء و رشتہ دار جن سے میں اکثر تبادلۂ خیال کرتا رہا ہوں اور جنھوں نے ہر موقعہ پر مفید مشورے دیتے رہے ہیں ان میں طبیب ماہر خلیق مجسم ڈاکٹر قاضی الحاج محمد اکرم الدین صاحب، جناب محمد فاروق علی رشید مدنی صاحب محمد ضیاء اللہ عرفانی صاحب برادر زادی وقار ڈاکٹر محمد ظہیر الدین سجاد صاحب، محمد فضل اللہ نورانی صاحب اور محمد سلیم الدین شکیب صاحب کا بھی تہہ دل سے سپاس گزار ہوں۔

اپنے فرزندان محمد اعظم الدین فائق صاحب، محمد ذکی الدین لیاقت صاحب، محمد تقی الدین اشرق صاحب، حافظ محمد معز الدین مکرم صاحب قرۃ العین محترمہ ناجیہ ممتاز معظم صاحبہ کا بھی تہہ دل سے ممنون ومشکور ہوں کہ انھوں نے گلدستہ عیدیں وتہوار کی ترتیب واشاعت میں حد درجہ دلچسپی لی بلکہ ہر مشکل مرحلہ پر ہمت افزائی فرمائی۔

اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ تمام قلمکار معاونین صلۂ عظیم سے ممتاز ومشرف تاباں رہیں۔ آمین

محمد رضی الدین معظم

۲ ربیع الآخر ۱۴۱۴ھ
م ۲۴ ستمبر ۱۹۹۳ء روز جمعہ

اسلامی
عیدیں و مجالس

★

از- محمد رضی الدین معظم

۹ محرم - شب عاشورہ

معزز مکرم قارئین! رجب سنہ ۶۰ھ میں ولیعہد یزید مملکت اسلامیہ بنا تو ملہ مکرمہ مدینہ منورہ اور کچھ شہروں کے لوگوں نے یزید کو بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جن میں امام معظم حضرت سیدنا حسین رض حضرت عبداللہ ابن زبیر رض بھی شامل تھے اس پر یزید کو تشویش لاحق ہوئی اور حضرت حسین جو مدینہ منورہ میں تھے حاکم مدینہ طیبہ کے نام خط میں اپنی اطاعت اور بصورت ثانی گرفتاری کا حکم دیا۔ اس کی خفیہ اطلاع حضرت حسین رض کو پہنچ گئی اور اسی وقت کوفہ سے پیغامات پہنچنے لگے کہ آپ کوفہ تشریف لائیں کافی غور و خوض کے بعد حضرت حسین رض اپنے قافلہ کے ساتھ کوفہ روانہ ہو گئے۔ یزید کو اس روانگی کی اطلاع مل گئی اس نے عبداللہ بن زیاد کو گورنر کوفہ بنا دیا تو اہل کوفہ ہراساں ہوئے۔ بحکم یزید عبداللہ بن زیاد یزید کی مخالفت کرنے والوں کو دہشت زدہ کرنے لگا۔ اور حضرت حسین کی گرفتاری کے احکام جاری کر دیئے۔ بالآخر ۲ محرم سنہ ۶۱ھ حضرت حسین رض کربلا پہنچ گئے اور مقابلہ آرائی کے لیے تیار ہو گئے۔ ۹ محرم کا دن آیا عبداللہ بن زیاد نے شمر لعین کو عصر تک کربلا پہنچا دیا۔ اس نے لڑائی کا ارادہ کر کے پوری تیاری کیساتھ آیا۔ لیکن حضرت امام معظم سیدنا حسین رض نے عبادت کیلئے ایک رات کی مہلت چاہی جو منظور کر لی گئی۔

۹ محرم کو شب عاشور کب دوش مصطفیٰ نور دیدۂ مرتضیٰ رض قتیل تیغ جفا امام معظم و مکرم حضرت سیدنا حسین رض اپنے رفقاء کے ساتھ تمام رات عبادات و اذکار و یاد الٰہی میں مستغرق تھے کہ غنودگی آ گئی خواب میں دیدار

رسولِ معظمؐ سے مشرف تاباں ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ امام مکرمؓ کا سرِ مبارک حضورؐ اپنے زانوئے مبارک پر لیئے ہوئے ہیں اور شمیم ارشاد ہے میری خریر ارجمند کے لختِ جگر! دشمن تمہارے قتل کے درپے ہیں بوقت عصر تم اسی میدان میں شہید کر دیئے جاؤ گے لیکن استقلال کیساتھ پایۂ ثبات قائم رکھنا۔ جنت تمہارے لئے آراستہ ہے، حوریں تمہاری منتظر ہیں، صبر و شکر کا دامن نہ چھوٹنے پائے۔ پھر رسولِ معظمؐ نے سینۂ حسینؓ پر تین بار اپنا دستِ مبارک پھیرا اور شمیم ارشاد ہوا "اللھم اعطا الحسین صبرا و اجرا (اے اللہ! حسینؓ کو صبر عطا کیجیے اور اجر عنایت کیجیے)۔ اچانک امام معظم حضرت حسینؓ چونک پڑے تو نمازِ فجر کا وقت شروع ہو گیا تھا۔ نمازِ فجر ادا فرمائی یزیدیوں کی طرف سے طبلِ جنگ کی آواز آئی۔ حضرت امام حسین بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ صف بندی فرمائی۔ بالآخر بوقت عصر زمانِ مصطفویؐ کے آئینہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا اور ثابت کر دکھلایا کہ سانحہ کربلا حق و باطل کا جسارت نظیر معرکۂ عظیم ہے جو آج بھی ماتم گسارانِ حسینؓ کو دعوت دے رہا ہے کہ جب بھی باطل سر چڑھ جائے اور حق مغلوب ہو جائے تو حمایتِ حق اور فروغِ ایمان کیلئے ہر چیز کو قربان کر دینا ہی مشیتِ ایزدی ہے اس طرح شبِ عاشورہ ہی سے سارے عالم کیلئے عبادات و یادِ الٰہی کیساتھ حق و صداقت کی جسارتِ نظیر قربانی پیش کر کے اسلام کو زندۂ جاوید بنا دیا۔

نویں کا روزہ رکھنا اجرِ عظیم ہے۔ امام معظم حضرت حسینؓ کی جسارت نظیر قربانی کے پیشِ نظر چاہیے کہ اپنے آپ کو اعمالِ قبیحہ سے محفوظ رکھیں اور سارا دن عباداتِ الٰہی میں اور خصوصاً عاشورہ کو شب بیداری میں یادِ الٰہی کے ساتھ گزاریں۔

محمد رضی الدین معظم

یوم عاشورہ

انبیاء کرام کا اشرف سلیم مشرف تاباں اعجاز پانے کا دن

معزز مکرم قارئین! طہورۂ تقدیس آفرین مذہب اسلام نے دنیائے اسلام اور عالم وقائع میں تاریخی بنیاد قائم رکھنے کے لئے شریعت غرا نے بارہ مہینے مقرر کر دیئے ہیں۔ دنیا وما فیہا کے تمام واقعات اسی دائرہ میں محدود ہیں کوئی تاریخی واقعہ اس دائرہ سے خارج نہیں۔ اگر شریعت غرا کی طرف سے یہ حد متعین نہ ہوتی اور اس کی تحدید قمری حساب پر نہ ہوتی تو اسلام کے وسیع وعریض حلقے میں داخل ہونے والوں کے لئے صیام رمضان المبارک اور مناسک حج جیسے فرائض ادا کرنے میں بڑی دقتیں پیش آتیں۔ متعدد صورتوں میں اختلافات رونما ہوتے۔ سنہ ہجری ایک عدۃ الشہور سالانہ معاملات کی نگہداشت کا ایسا زبردست آلہ ہے جس کے ذریعہ کئی امور اسلاف کا از روئے تاریخ معائنہ کر سکتے ہیں اور اسی کی بدولت اکثر وقائع زیب قرطاس ہو سکتے ہیں اور زمانۂ پیشین کے واقعات اور اسلاف کے کارناموں کو تاریخ وار کتب تواریخ میں درج کر سکتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ تاریخ مشاہدات سے ثابت ہے کہ اس آلہ کی ضرورت کہاں تک ہے۔ آج (۱۴۰۰) صدیاں گزر چکیں، سالہا سال ختم ہو چکے کبھی زمانہ کی رفتار دھیمی پڑ گئی۔ کبھی دنیا کی نبض ساقط ہونے کو آئی۔ اور جہاں کی نیرنگیوں نے صدہا بہروپ بدلے مگر للہ الحمد کے فضائل ماثورہ محرم اور برکات سال نو میں

سر مو فرق نہ آیا۔ بندۂ عاجز معاصی محمد رضی الدین معظم کو
یقینِ کامل ہے کہ مصداق کُلُّ جَدِیدٍ لَذِیذٌ سالِ نو کی آمد اور یوم
عاشورہ پر میری بحث خالی از لطف نہ ہوگی۔ سب سے پہلے از روئے
مراعات مہمان نوازی میں ہجری سالِ نو ۱۴۱۸ھ کا مسرت منظور
مبارکباد کے نعروں میں خیر مقدم کرتے ہوئے دست بدعا ہوں کہ اللہ رب العزت
اس سالِ نو کا قدوم میمنت لزوم اور اس کا وجود فضائل آمود عامتہ
المسلمین کے لئے مبارک کرے۔ سبحان اللہ ما اعظم شانہٗ ہر سال
کی گنتی قانونِ نجمۂ انوارِ ربانی کے مطابق بارہ مہینوں پر منحصر ہے۔ بناءً علیہ
حق سبحانہٗ تعالیٰ نے مسلمانان عالم کے اکثر اعمال کی بناء قمری مہینوں
پر رکھی ہے۔ چنانچہ قرآن معظم میں نجمۂ انوار ربانی ہے۔ ان عدۃ الشھور
عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السمٰوات والارض
منھا اربعة حرم (پ۱۰۔ توبہ) ترجمہ:۔ بیشک مستحن شمار مہینوں میں
اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اور یہ قانون الٰہی ہنگامۂ تخلیق و تکوین ارض و
سماء کتاب الٰہی یا لوح محفوظ یا احکام الٰہی میں نافذ ہو چکا ہے اور کتب
معتبرہ میں منقول ہے۔ الاشھر الحرام اربعة۔ ثلاثة منھا سردٌ
ذیقعدہ و ذیحجة ومحرمٌ۔ وواحدٌ منھا فردٌ۔ وھو رجب۔
بارہ مہینوں میں چار مہینے حرام ہیں۔ جنکی ثروت وفضیلت اربعة منھا
حرم سے ثابت ہے پھر مہینوں کی گنتی کی درستی کی شان میں
اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ ذٰلک الدین القیم (پ۱۰ سورۃ التوبہ)
کہ جب حساب مہینوں کی گنتی میں بہت ہی درست اور مستقیم
طریقہ پر ہے پھر ثروت وفضیلت کی بناء پر اللہ تبارک تعالیٰ ان

چار مہینوں۔ رجب۔ محرم۔ ذیقعدہ اور ذی الحجہ کو مسرت منظور اشرف سلیم مشرف تاباں اعجاز کے باعث مخصوص فرما دیا ان مہینوں میں کسی بھی گناہ کا ارتکاب حدِ حرم شریف یعنی حالت احرام میں گناہ کرنے کے مساوی ہے۔ وافضلہا محرمٌ اور اشہر حرم میں سب سے زیادہ افضل و عطیۂ اکرم محرم کا مہینہ ہے۔ نخیر مسلمۂ افضل الصوم بعد رمضان شہر اللہ المحرم۔ چونکہ محرم کا مہینہ منسوب الی اللہ ہے اور یہ اضافت تفضیلی ہے۔ اس کی ثروات و فضیلت میں کسی کو کلام نہیں۔ اور یہی اسلامی عقائد کی رُو سے ہمارا مذہبی اُصول ہے کہ جو شئے مضاف الی اللہ ہو وہ بجمیع صفاتہم و کمالہ المراتب افضل و عطیۂ اکرم ہوتی ہے۔ وانما سمی محرمًا لتحریم الجنتہ فیہ علی ابلیس۔ اس مہینے کا نام اس لئے محرم رکھا گیا ہے کہ اس ماہ معظم و مکرم میں شیطان کا دخول جنت میں مطلقاً حرام کیا گیا ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ قدرت نے اسے تیس دن کی عمر میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں برکات لامتناہی سعیدہ اعجاز فرمائے ہیں۔ اس کے ایک پہلو میں غم کی دنیا اور دوسرے پہلو میں دنیا کا غم ہے اس کے عشرۂ اولی کے محبوب عفت نعمان دامن میں ایک جھولی شان والی صورت بصورت اجمالی باسم عاشورہ جلوہ نما اور محبوب ہے اور اس کے دامن تلے ناجیہ عقیل سعادت یہ ہے کہ جس کی لامتناہی فضائل و برکات کے ذریعہ اقبال مسعود کریمۂ محمود صدیقہ عطاء اللہ صالحہ لئیق عظیم ممتاز معظم افتخار عارف فضاء احمد قمر یوسف و شہناز ظہیر انبیاء اکرام بارگاہ رب العزت میں ذکی اشرق و فائق مکرم ہوئے اللہ اکبر یہ ایسا مبارک مہ تاج فضل نورانی لوح ہے جس کے

آغوشِ محبت جوشِ میں امام الشہداء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اعلاء کلمۃ الحق اور استحکام طہورہ تقدیس آفریں شریعت زین متین کی غرض سے لیے ہوئے ہیں۔ یہ وہ سعیدہ اعجاز سعادت افروز مشرف تاباں ہوئے جسکی برکت سے اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی • حضرت ادریس علیہ السلام کو مکاناً علیاً کی رفعت وعظمت سے ممتاز کیا • یوم عاشورہ کو حضرت نوح علیہ السلام کشتی • حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار (دہکتی ہوئی آگ) سے ناجیہ عقیل اعزاز ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اشرفِ سلیم مشرّفِ تاباں اعجاز نزول توریت سے ممتاز فرمایا • حضرت یوسف علیہ السلام قید سے نکالے گئے • حضرت یعقوب علیہ السلام کو بینائی سے مشرف تاباں کیا گیا • حضرت ایوب علیہ السلام سے جملہ تکالیف اٹھائی گئیں • حضرت یونس علیہ السلام سے بطنِ خوت کی ظلمت کافور ہوکر نورِ یونس سے مشرف تاباں ہوئے • حضرت داؤد علیہ السلام مقرب بارگاہ ودود ہوئے • حضرت سُلیمان علیہ السلام جلوہ آرائے سلطنت سے مشرفِ تاباں رہے • یوم عاشورہ ہی کے دن غفر لمحمد ماتقدم من ذنبہ وما تاخر کی منادی کی گئی • آج ہی کے روز دنیا کا وجود عالم وجود میں آیا • اسی روز پہلے پہل باران رحمت (بارش) آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوئی • یوم عاشورہ ہی کے لیے یہ حکم صادر ہوا کہ من صام یوم عاشورآء فکانما صام الدھر کلہ وھو صوم الانبیاء اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے عرش ولوح وقلم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ہستی کا جامہ پہنایا • اور اسی روز اللہ رب العزت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانی رفعت و

عظمت سے مشرف تاباں اعجاز بخشا • اور جس طرح دنیا وجود کا سنگ بنیاد یوم عاشورہ کو رکھا گیا تھا انشاء اللہ العزیز دنیا کا خاتمہ یعنی قیامت کا روز عاشورہ ہوگا۔

احادیث وروایات کی روشنی میں ماہ محرم الحرام تاریخی ومذہبی اعتبار سے ظہور تقدیس آفریں ومعظم ومکرم ہے۔ نویں اور دسویں کا روزہ رکھنا مسنون نیز موجب ثواب عظیم ہے اس مبارک یوم کو لہو ولعب وفضولیات میں وقت ضائع کرنا گناہ عظیم ہے۔ حضرت امام الشہدا اور شہدائے کربلا کی شہادت عظمیٰ کو یاد رکھیں اور ان کی صبر واستقامت پرہیز گاری وشبیۂ کریم شمائل سے درس حاصل کریں جو کچھ اللہ واسطے ہوسکے غریبوں مسکینوں بیواؤں محتاجوں یتیموں اور ضعیفوں کو بہتر طعام سے تواضع کریں اور گھر کے دسترخوان کو کم ازکم بہتر طعام سے ضرور مزین رکھیں اور دوسروں کو ضرور شامل رکھیں۔ جس کے باعث سال بھر گھر خیر وبرکت سے فیض یاب رہے گا۔

عبادات واذکار یوم عاشورہ:

یوم عاشورہ کو دو رکعت نماز اس طرح ادا کرنے کا حکم فرماتے ہیں کہ پہلی رکعت میں سورۂ انعام اور دوسری رکعت میں سورۂ یٰسین تو انھیں ایک ہزار برس کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ خیر یہ تو صرف حفاظ کرام ہی اس نماز کو ادا کرسکتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ دو رکعت بعد نماز ظہر اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ اخلاص گیارہ مرتبہ اور دوسری رکعت میں معوذتین (سورۂ فلق ناس) پانچ پانچ بار پڑھکر دعا مانگیں انشاء اللہ دلی حاجتیں بر آئیں گی۔ آج کے دن دعا عشرہ شریف کو ضرور پڑھے یعنی اول آخر تین تین مرتبہ

درود شریف پڑھکر سوا سو مرتبہ دعائے عشرہ شریف الٰہی بحرمۃ سیدنا الحسین وَاَخیہ وَاُمِّہٖ وَاَبیہٖ وَجَدِّہٖ وبنیہٖ فرّج عنّا ما نحن فیہ پڑھنے سے تمام مصائب و آلام سے نجات ملے گی اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے دلی مقاصد بر لا کر اشرف سلیم شہ زنانان اعجاز سے ممتاز رہیں گے۔

ناجیہ معظم صاحبہ (شاہ گنج)

تیرہ تیزی

بکثرت روایات سے مروی ہے کہ ماہ صفر المظفر نزولِ بلا کا مہینہ ہے۔ سال تمام میں دس لاکھ اسّی ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ جن میں سے نو لاکھ بیس ہزار بلائیں بطورِ خاص ماہ صفر ہی میں نزول ہوا کرتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی ماہ صفر کے گذرنے کی خوشخبری سُنا دے میں اسکو بہشت میں داخل ہونے کی بشارت دوں گا۔ حضرت ابوالبشر آدم صفی اللہ علیہ السلام سے لغزش ماہ صفر میں ہوئی۔ حضرت ہابیل بھی ماہ صفر میں شہید ہوئے جو عالم اسلام کی پہلی شہادت تھی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اسی ماہ میں آگ میں ڈالے گئے۔ حضرت ایوبؑ حضرت ذکریاؑ حضرت یحییٰؑ حضرت جرجیسؑ حضرت یونسؑ اور حضور نبیؐ محمّد معظم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی ماہ صفر میں مبتلائے بلا ہوئے تھے۔ ماہ صفر کی ۱۳ تاریخ کو خصوصاً طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک بکثرت بلاؤں کا نزول روایات سے ثابت ہے جیسے باعث راحۃ القلوب و جواہر غیبی میں ہے کہ عہد عتیق سے ہی ۱۳ صفر کو تیرہ تیزی کے نام سے موسوم کیا گیا اور بکثرت بلاؤں کے نزول کے باعث شائد "تیرہ تیزی" نام پڑ گیا ہو۔ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب والے بھی اسکو نزول بلا کا دن سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب ۱۳ صفر کی صبح طلوع ہوتی ہے تو کچھ لوگ جنھیں "تیلی راجہ" کہا جاتا ہے گھر گھر پھر کر صدائیں لگاتے ہیں کہ "آج تیرہ تیزی کا روز" بلاؤں اور مصیبتوں کے

نازل کا اور خیر خیرات کرنیکا ہوتا اور یہ سن کر لوگ انھیں خیر خیرات کرتے ہیں تاکہ جو بلائیں نازل ہوتی ہیں اُس سے چھٹکارا ملے۔ کچھ لوگ جو بیمار یا بلاؤں میں مبتلا رہتے ہیں ۱۲ ارصفر کی شب سرہانے انڈے وغیرہ رکھ کر سوتے ہیں جو صبح سویرے تیلی راجہ کو بطور صدقہ دے دیتے ہیں اس کے علاوہ کچھ لوگ گھروں میں چنے اُبال کر اس گھنگنیاں بنا کر کھاتے ہیں۔ اس قسم کا رواج کیوں اور کس طرح ہوا اس کی تاریخ دستیاب نہیں۔ البتہ احادیث میں صرف اتنا ذکر ضرور ملتا ہے کہ آج کے دن ۱۳ ارصفر (تیرہ تیزی کے دن) ہر مسلمان کو چاہیئے کہ غسل کرے اور وقت چاشت کے دو رکعت گیارہ گیارہ بار سورہ اخلاص کیساتھ سورۂ فلق و سورۂ ناس ایک بار پڑھکر سلام کے بعد ستر بار درود شریف پڑھکر اس طرح دعا کریں اللّٰھم احفظنا من کل بلاء الدنیا وعذاب الآخرۃ انشاء اللہ بفضل منان فضل نورانی اشرف سلیم اعجاز سے مشرف تاباں رہیں گے۔ آج کے دن درود تنجینا پڑھنے کی بھی اہمیت ہے۔ اللّٰھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد صلوٰۃ تنجینا بھا من جمیع الاھوال والآفات وتقضی لنا بھا جمیع الحاجات وتطھرنا بھا من جمیع السیات وترفعنا بھا عندک اعلی الدرجات وتبلغنا بھا اقصی الغایات من جمیع الخیرات فی الحیوات وبعد الممات انک علی کل شیٔ قدیر۔

۱۲ ارصفر کو جہاں تک ممکن ہو سکے دستر خوان بھی وسیع کریں بہتر پکوان کے ذریعہ افراد خاندان کو بھی کھلائیں غریب غربا محتاجوں کا ضرور خیال رکھیں آپس میں تحائف بھی اس روز تقسیم کرنا اجر عظیم ہے۔ ہاں ٹی وی ویڈیو فلمی گانے، فضول بکواس سے محفوظ رہکر اپنا سارا وقت عبادت میں گذاریں۔

سیف الدین صاحب
اورنگ آبادی

اربعین

رسول مکرم کے نواسے حضرت علیؑ کے نور نظر فاطمہ زہرا شہزادی کونین کے لخت جگر حضرت امام حسنؑ کے برادر حسینؑ نے اپنے پورے خاندان کے ساتھ معہ اصحاب و انصار تین دن کی بھوک پیاس میں سرزمین کربلاء پر سلاٹھ کو اسلام کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کے لئے راہ حق میں اپنی جان آفریں نثار کردی۔ آج ہم اسی شہید کربلا تاجدار انسانیت کا چہلم (یوم اربعین) منارہے ہیں۔ دائرہ اسلام میں جب لوگ دنیا سے گزر جاتے ہیں تو ان کے چہلم کا انتظام کیا جاتا ہے اور یہ چہلم صرف ایک سال ہی کے لئے مناتے ہیں مگر یہ شہادت حسینؑ کی خصوصیت ہے کہ حسینؑ اور شہدائے کربلا کا چہلم بہ نام اربعین حسینؑ ہر سال بلالحاظ مذہب و ملت ملک و قوم سارے اہل عقیدت اربعین حسین ملک کے گوشہ گوشہ میں ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کی سرزمین پر جہاں بھی حسین کے چاہنے والے موجود ہیں اربعین اہتمام سے منایا جاتا ہے۔ کربلا معلی میں اربعین حسینؑ کے دن جاں نثاران حسینی اور بے شمار عقیدت مندوں کا ایک سیلاب ہوتا ہے جو حرم حسین کے آکر مصروف ماتم ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ یقیناً خوش نصیب ہیں جو چہلم کی مخصوصی کے لیئے کربلائے معلی پہنچ جاتے ہیں۔ ساری دنیا میں مختلف مقامات پر اربعین حسینؑ بڑے انہماک اور شاندار پیمانے پر منعقد کیا جاتا ہے۔ بڑے اہتمام سے عزاداری امام مظلوم میں ماتم داران حسین چہلم امام عالی مقام مناتے ہیں۔ اس اہتمام عزا کی بانی جناب

زینب علیہ السلام ثانی زہرا ہیں۔ اربعین کے موقعہ پر شہزادی نے تمنا دی فرمائی تھی کہ اربعین حسین دھوم سے ہو اور یہ خواہش صدیوں سے ہوتی ہوئی آج اپنی قبولیت کا اظہار کر رہی ہے۔

سب سے پہلا چہلم تو اس طرح ہوا کہ جب لُٹا ہوا قافلہ حسینی قید سے رہا ہو کر کربلا پہنچا امام زین العابدین علیہ السلام مزار سے کافی فاصلہ پر پیادہ پا ہو گئے۔ اور عابد بیمار کے ساتھ سب ہی سواریوں سے اتر گئے تو جابر بن عبداللہ انصاری صحابی رسول اسلام کے مزار حسین کی طرف سے آگے بڑھکر عابد بیمار کا استقبال کیا اور آگے بڑھکر معروضہ کیا کہ امام سواری پر تشریف رکھیں بیمار کربلا نے جواب دیا" جابر میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے ساتھ رسول خدا حضرت علی علیہ السلام، حضرت امام حسین علیہ السلام اور میری جدہ ماجدہ فاطمہ زہرا علیہ السلام ہیں اب اس جواب سے یہ بات بخوبی سامنے آجاتی ہے کہ ان نفوس عالیہ نے بھی اربعین حسینؑ کے انضمام کو اپنی مسرت قرار دیا ہے۔ یہ قافلہ حسینی اس وقت کربلا پہنچا تھا کہ جب مزار اقدس پر سائبان تک نہ تھا مگر جیسے جیسے زمانہ سمجھتا رہا اہل زمانہ حسینؑ کی منزلت کو سمجھنے لگے تو یاد حسین کے وسیلے وسیع تر ہوتے گئے اور آج مزار اقدس امام حسین پر لاکھوں جاں نثاران حسین اربعین منانے کے لئے ساری دُنیا سے سمٹ کر جمع ہو جاتے ہیں۔ شاید اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی نے کہا کہ ؎

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

بشکریہ میر کاظم علی صاحب زائرانی گلی

آخری چہار شنبہ

حافظ محمد معز الدین مکرم صاحب

معزز مکرم قارئین! ماہ صفر المظفر سنہ ہجری کا دوسرا مہینہ ہے۔ صفر لغوی اعتبار سے معنی خالی یا زرد ہونے کے ہیں۔ ایام جاہلیت میں صفر کے نام کے دو مہینے تھے۔ صفر الاولیٰ وصفر الآخر۔ اسلامی کیلنڈر کا آغاز ہوا تو صفر الاول کی جگہ ماہ محرم نے لی۔ صفر الآخر صرف صفر بن گیا ماہ صفر کو صفر اسلئے کہا گیا کہ عرب اس ماہ میں قتل وغارت گری کرتے تھے۔ اور ان کے گھر خالی رہتے تھے یہ بھی روایت ہے کہ جب ابتداً یہ نام وجود میں آیا تو یہ مہینہ موسم خزاں میں آتا تھا اور درختوں کے پتے زرد ہو جاتے تھے۔ صفر کے ایک معنی عربی میں پیٹ کے وہ کیڑے ہیں جو بھوک لگنے پر آنتوں کو کاٹتے ہیں۔

صفر کو نزول بلا کا مہینہ بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش اسی ماہ میں ہوئی۔ حضرت ہابیل اسی ماہ میں شہید ہوئے۔ حضرت ذکریاؑ حضرت یحییٰ حضرت جرجیسؑ، حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور نبی ممتاز معظم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سب مبتلائے بلا اسی ماہ میں ہوئے۔

اسی لئے شب اول وروز اول ماہ صفر المظفر میں مسلمان مرد و عورت کو چاہیئے کہ چار رکعت نماز نفل اس طرح پڑھیں کہ پہلی رکعت میں ۱۵ مرتبہ سورۂ کافرون دوسری رکعت میں سورہ قل ہو اللہ ۱۵ مرتبہ تیسری رکعت میں سورۂ فلق ۱۵ مرتبہ اور چوتھی رکعت میں سورۂ ناس ۱۵ مرتبہ پڑھیں پھر بعد سلام کے سُبحان اللہِ والحمدُللہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ ۱۵ کہیں اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم سے پڑھنے والوں کو ہر بلا و آفت سے محفوظ فرما دیتے ہیں اور

ثوابِ عظیم عطا فرما کر دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں

ماہ صفر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ حضور نبی ممتاز معظم المرسلین اعظم الانبیاء ذکی النبیین اشرف المرسلین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض میں شدت کے بعد صفر المظفر کے آخری چہارشنبہ کو کچھ طبیعت سنبھلی تو غسل صحت فرما کر کچھ دیر کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ پس جو کوئی مسلمان مرد و عورت اتباعِ سنّت غسل کرے اچھے کپڑے پہنے اور عطر و سُرمہ لگائے تو اللہ رب العزت اپنے فضل و کرم سے انکی زندگیوں میں فرحت و مسرت کے لمحات عطا کرتے ہیں۔ راحتہ القلوب و جواہر غیبی میں ہے کہ جو کوئی مُسلمان مرد و عورت آخری چہارشنبہ کو غسل کرے دو رکعت نفل بوقتِ چاشت گیارہ گیارہ بار سورہ قل ھو اللہ کے ساتھ پڑھے اور بعد سلام کے (۷۰) بار اس درود شریف اللّٰھُمَّ صل علیٰ محمد ن النبی الامی وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلّم کو پڑھکر یہ دُعا معظم و مکرم کو پڑھیں۔ اللّٰھم صرّف عنّی سُوءَ ھٰذا الیومِ واعصمنی مِن سُوۓہٖ و نجّنی عمّا اصاب فیہ مِن نحوساتہٖ وکرباتہٖ بفضلک یا دافع الشُرورِ ویا مالکِ النشورِ یا ارحم الراحمین وصلی اللہ علیٰ محمد وآلہ الامجاد وبارک وسلم ہ پھر جی بھر دُعائیں مانگے انشاء اللہ بارگاہ رب العزت میں قبولیت حاصل کرینگی۔ آخری چہارشنبہ کو کسی وقت دو رکعت نفل پڑھیے ہر رکعت میں سورۃ قل ھو اللہ تین تین بار پڑھکر بعد سلام سورہ الم نشرح سورہ والتین سورہ اذا جاء اور سورہ قل ھو اللہ ۲۱ ۲۱ مرتبہ پڑھکر دعا کیجیے گھر میں رحمتیں برکتیں نازل ہوں گی اور آفات و بلائیات سے محفوظ رہیں گے انشاء اللہ۔ آخری چہارشنبہ کے روز بغرض تفریح باہر جانا ہریالی کھندلنے کو ثواب سمجھنا احادیث وغیرہ سے ثابت نہیں بلکہ خواتین کا بن سنور کر کھلے عام بے پردگی کرنا گناہ عظیم ہے واللہ اعلم بالصواب۔

از محمد رضی الدین معظم

عید میلاد النبی

حضور نبی ممتاز معظم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے

طہورۂ تقدیس آفرین کتاب زیست چند تاریخی اوراق

معزز مکرم قارئین! حضور نبی ممتاز معظم المرسلین اعظم التحلقیا رذکی النبیین اشرق الاتقیا ر رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سعیدۂ اعجازانہ روئے روایات کثیر صبح صادق یوم دوشنبہ ۱۲ ربیع المنور مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء موسم بہار میں مکہ مکرمہ میں واقعۂ فیل کے ۵۰ یا ۵۵ روز بعد عمل میں آئی الحمد للہ بفضل سبحانہ نورٌ علی نورٌ۔ والد محترم حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب ولادت قبل رحلت فرما چکے تھے۔ نبی معظم حضرت محمد سب سے پہلے والدۂ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے دودھ سے شرف تاباں رہے پھر تین روز بعد حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دودھ سے مہ تاج فضل نورانی سے مشرف کیا۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی آغوش رضاعت میں جمیع انوار ربانی نزہت اعراج ثنائے حقانی رضوانہ معراج لطف صمدانی سے صدیقۂ ارجمند عطار اللہ اعزاز پا کر پانچ سال کی عمر میں والدۂ مکرمہ کی طہورۂ تقدیس آفریں عفت لعمان آغوش میں تشریف لائے۔

۴ یا ۵ میلاد النبی	بعمر ۵ سال ۴ یا ۵ میلاد النبی قبیلہ بنو سعد کے ہاں

چوتھے یا پانچویں سال شقِ صدر (سینۂ مبارک چاک
کیے جانے کا) پہلا واقعہ پیش آیا۔

۶ سنہ میلاد النبی: بعمر ۶ سال ۶ میلاد النبی والدہ معظمہ حضرت بی بی آمنہؓ بمقام
ابواء رحلت فرما گئیں۔ حضرت بی بی آمنہؓ کے وصال کے بعد بمقام
ابواء سے آپ صلعم کی دایہ جن کا نام برکت بنتِ ثعلبہ تھا۔
عرفِ عام میں اُمِّ ایمن لیق عظیم خاتون سے مشرف تھیں
حضور رسول معظمؐ کو مکہ مکرمہ لے آئیں اور عم محترم ابو طالب
بن عبد المطلب کی کفالت میں دے گئیں۔ بعمر ۸ سال
۸ سنہ میلاد النبی جدِ محترم حضرت عبد المطلبؓ بن ہاشم رحلت فرما گئے۔

۱۲ سنہ میلاد النبی: بعمر ۱۲ سال ۱۲ میلاد النبی عم محترم ابو طالب کے ہمراہ ملکِ شام کو
بغرض تجارت عزم سفر فرمایا۔

۱۵ یا ۱۶ میلاد النبی: بعمر ۱۵ یا ۱۶ سال ۱۵ یا ۱۶ میلاد النبی حلف الفضول
(ایک اصلاحی مجلس) میں شرکت فرمائی۔

۲۵ سنہ میلاد النبی: بعمر ۲۵ سال ۲۵ میلاد النبی میں ۴۰ سالہ بیوہ خاتون حضرت
خدیجہؓ بنتِ خویلد کیساتھ نکاح اقبال مسعود سے مشرف
تابانِ اعجاز پائے۔ آپ کے بطنِ اطہر سے چار صاحبزادیاں (۱) حضرت
زینبؓ جو حضرت ابو العاصؓ کے نکاح میں تھیں ان سے ۲ فرزندان
حضرت علی اور ایک کا نام نہیں معلوم اور ایک دختر حضرت امامہؓ
پیدا ہوئے) (۲) حضرت رقیہؓ (جو امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کے
نکاح میں تھیں ان سے حضرت عبد اللہ پیدا ہوئے) (۳) حضرت
اُمِ کلثومؓ (جو حضرت عثمان غنیؓ ہی کے نکاح میں تھیں ان سے کوئی۔

اولاد نہیں ہوئی) (۴) حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا حضرت علیؓ کے نکاح میں تھیں۔ آپ کے بطن اطہر سے حضرت امام حسنؓ حضرت امام حسینؓ حضرت امام محسنؓ حضرت امّ کلثوم حضرت رقیہؓ اور حضرت زینبؓ تولد ہوئے۔ یاد رہے حضور نبی ممتاز معظم المرسلینؐ کی ذرّیت صرف حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے ہی چلی آ رہی ہے۔ دو فرزندان عطار رحمند حضرت قاسمؓ اور حضرت عبداللہ طیب و طاہر پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں رحلت فرما گئے ۲۵ سال کی عمر میں بیت اللہ شریف کی تعمیر کے دوران حجر اسود نصب کرنے کا حکیمانہ فیصلہ کر کے مکہ معظمہ کو خانہ جنگی سے بچا لیا۔

۳۰ میلاد النبی: بعمر ۳۰ سال مکہ سے صادق و توفیق امین کے خطاب سے مشرف تاباں رہے۔ عفت نعمان خاتون حضرت ام المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ کے بطن اطہر سے دختر نبی معظم حضرت زینب لیئق جمیل خاتون تولد ہوئیں۔

۳۳ میلاد النبی: بعمر ۳۳ سال غیبی اسرار و رموز کا آغاز ظہور ہونے لگا۔ اشرف سلیم خاتون حضرت ام المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن مہ تاج نورانی سے دختر رسول معظم حضرت بی بی رقیہؓ کی ولادت سعیدہ اعجازہ عمل میں آئی۔

۳۴ میلاد النبی: بعمر ۳۴ سال ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ مصلح اعظمؓ کے بطن مطہر سے دختر نبی مکرمؐ حضرت بی بی ام کلثومؓ کی ولادت اقبال مسعود عمل میں آئی۔

۳۵ میلاد النبی: بعمر ۳۵ سال ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے

بطنِ اطہر سے چوتھی اور آخری دختر نبی معظم حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا کی ولادت سعیدہ اعجاز عمل میں آئی۔ طاہرہ زاکیہ، راضیہ، مرضیہ، سیدۃ النساء عالم اور سردار النساء اہلِ جنت جیسے القاب سے مشرف تاباں اعجاز پائیں۔

۳۷ سنہ میلادالنبی: بعمر ۳۷ سال غارِ حرا میں شب و روز عبادت میں نجمہ انوار ربانی اعراجِ ثنارِ حقانی معراجِ لطفِ صمدانی مہ تاجِ فصلِ نورانی سے مشرف تاباں رہے۔ فرزند رسول معظم حضرت قاسمؓ ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہؓ کے بطنِ منورِ حمید سے سعیدہ اعجازِ ولادت سے مشرف ہو کر صرف ۲ سال کی عمر شریف میں رحلت فرما گئے۔

۴۰ سنہ میلادالنبی: بعمر ۴۰ سال ۶ ماہ ۱۲ دن ۹ ربیع الاوّل (بعض روایات میں ۲۱ رمضان المبارک بھی ہے) بروز دوشنبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام غارِ حرا میں پہلی وحی الٰہی کیساتھ تشریف لائے۔ اور حضور نبی ممتاز معظم المرسلین اعظم الخلقیاء ذکی النبیینؐ اشرق الاتقیاء رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعجاز نبوت سے مشرف تاباں ہوئے۔

۱ سنہ نبوت: بعمر ۴۱ سال ۱۷ رمضان المبارک نزولِ قرآن مکرم کی پہلی وحی (سورہ علق (سورہ ع ۹۶) اقرا باسم سے مالم یعلم) سے اشرف تسلیم اعزاز پائے۔

۲ سنہ نبوت: بعمر ۴۲ سال دارالارقمؓ نامی تبلیغ دعوت اسلام کے مرکز کا قیام اور نجمہ انوارِ علی منیر سے مشرف تاباں رہے۔

۴ سنہ نبوت : بعمر ۴۴ سال بفضلِ سُبحانہٗ تعالیٰ چالیس افراد مشرّف بہ اسلام سے ممتاز ہوئے

۵ سنہ نبوت : بعمر ۴۵ سال ابو جہل نے حضور نبیٔ ممتاز معظم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ۱۲ رجب المرجب حبشہ کو مسلمانوں کی پہلی ہجرت عمل میں آئی۔

۷ سنہ نبوت : بعمر ۴۷ سال شعب ابی طالب میں یکم محرم الحرام سے قید وبند کی آزمائش کا آغاز ہوا۔

۸ سنہ نبوت : بعمر ۴۸ سال ماہ ذی حجۃ الحرام ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطنِ اطہر سے حضور رسولِ معظمؐ کے دوسرے فرزند ارجمند عطاء ربانی سے حضرت عبداللہ طیبؓ وطاہرؓ کی ولادتِ سعیدہ اعجاز عمل میں آئی اور شیر خوارگی میں ہی رحلت فرمائے

۱۰ سنہ نبوت : بعمر ۵۰ سال عم محترم (چچا) حضرت ابوطالب رحلت فرماگئے۔ ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بعمر ۶۵ سال حضور نبیٔ ممتاز معظم المرسلینؐ کی طہورہ تقدیس آفریں رفاقت میں ۲۵ سال رہ کر وصال فرمایا۔ ۵۰ سالہ بیوہ خاتون حضرت سودۃؓ بنت زمعہ نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاحِ اقبال مسعود میں آکر ام المومنینؓ کے اشرف سلیم اعجاز سے مشرف ہوئیں اور ۱۴ سال حضورؐ کی رفاقت میں رہ کر سنہ ۱۹ ہجری بعمر ۷۲ سال رحلت فرمائیں۔ شعب ابی طالب میں قید وبند کی آزمائش ختم ہوئی۔ طائف سے سفر اختیار فرمایا۔

سلہ۱۱ نبوت : بعمر ۵۱ سال مدینہ منورہ کے پہلے چھ افراد ممتاز معظم قبولیت اسلام کے باعث مشرف تاباں ہوئے۔ بعمر ۹ سال حضرت عائشہ صدیقہؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور نبی ممتاز معظم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا رخصتی نکاح اقبال مسعود میں آئیں۔ بیعت عقبہ اولی کے اہم واقعات پیش آئے

سلہ۱۲ نبوت : بعمر ۵۲ سال ۲۶ رجب المرجب کے درمیانی شب شق صدر کا دوسرا واقعہ پیش آیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تشریف لائے۔ مسجد اقصیٰ میں جملہ انبیاء کرام و مرسلین عظام۔ نبی معظم کی امامت میں دو رکعت نماز سے مشرف ہوئے اور براق پر سوار ہو کر لیلۃ الاسرا یعنی شب معراج میں قرب خداوندی کا شرف سلیم اعزاز ملا اور سارے عالم کیلئے شب معراج تاقیامت عطیہ اکرم سے منور حمیدہ تاج فضل نورانی بن گئی بلکہ امت مسلمہ پنجوقتہ فرضیت نماز سے تاقیامت مشرف ہوگئے۔ جنت و دوزخ کی سیر فرمائی۔ ۲۷ رجب امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکرؓ رسول مکرم سے واقعات معراج کو سن کر صدق دل سے تصدیق فرما کر صدیق کے لقب سے مشرف ہوئے۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے واقعات پیش آئے۔ ۷۲ بندگان خدا مشرف بہ اسلام سے ممتاز ہوئے

سلہ۱۳ نبوت یا سلہ ہجری } بعمر ۵۳ سال ۲۶ صفر المظفر کو قریش مکہ نے نبی مکرم کے (نعوذ باللہ) قتل کا اجتماعی منصوبہ بنایا۔ ۲۷ صفر المظفر بحکم عروج انوار ربانی مکہ مکرمہ کو الوداع فرمایا۔ غار ثور میں تشریف فرما ہوئے ۸ ربیع الاول قباء میں رونق افروز ہوئے ۱۲ ربیع الاول یوم جمعۃ المبارک

مدینہ منورہ میں حضرت ایوب انصاری رضؓ کے گھر کے سامنے نزول
اجلال فرمایا۔ بحکم عروج انوار ربانی اُمّت مسلمہ فرضیت جمعہ سے
مشرّف ہوئے۔ ۲۲ ربیع الاول مسجد نبویؐ کے سنگ بنیاد کا
اشرف سلیم اعزاز پایا۔ حضرت سیّدہ عائشہ حمیرہ صدیقہؓ بعد
رخصتی رسولِ معظمؐ کے پاس تشریف لاکرام المومنین سے مشرف ہوئیں
۹ سال تک حضور اکرمؐ کی رفاقت سے ممتاز ہوکر ۵۷ھ بعمر
۶۳ سال رحلت فرمائیں۔

۲ھ ہجری: بعمر ۵۴ سال اہم غزوات پیش آئے جن میں غزوۂ ابوار
غزوہ بواط، غزوہ سفوان یا بدر اولیٰ غزوہ ذی العشرہ غزوۂ
بدرالکبریٰ، غزوہ قنیقاع، غزوۃ السویق، غزوہ بنو سلیم
شامل ہیں۔ نبی معظم ومکرمؐ کی تیسری بار (نعوذ باللہ) قتل
کی ناکام کوشش کی گئی۔

۳ھ ہجری: بعمر ۵۵ سال غزوۂ غطفان، غزوہ نجران، غزوۂ احد غزوہ
حمراالاسد پیش آئے • حضرت حفصہؓ بنت حضرت
سیّدنا عمر فاروقؓ بیوہ خنیس بعمر ۲۲ سال نبی مکرمؐ کے نکاح اقبال
مسعود میں آئیں • ۸ سال اُم المومنین کے شرف سے تاباں رہ کر
بعمر ۵۹ سال رحلت فرمائیں • اسی سال عبداللہ بن جحش شہید
کی رفیقۂ حیات حضرت ام المساکین زینبؓ بنت خزیمہ
حضور اکرمؐ کے ساتھ بعمر ۳۱ سال نکاح سعیدۂ اعجاز سے
مشرف ہوئیں اور صرف تین ماہ بعد وصال فرما گئیں •
شراب حرام قرار پائی۔

سنہ ۴ ہجری: بعمر ۵۶ سال قاری القرآن مکرم صحابہ کرام کی شہادت عظمیٰ ہوئی
۵۶ سالہ ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی شہید کی بیوہ حضرت
ام سلمیٰ عفت نعمان خاتون نبی مکرمؐ کے نکاح سعیدہ اعجاز سے
اشرف یا مشرف تاباں ہوکر بحیثیت ام المومنین ۷ سال
مشرف ہوئیں بعمر ۸ سال رحلت فرمائیں ● حادثہ رجیع غزوہ
بنو نضیر اور غزوہ بدر الاخریٰ پیش آئے۔

سنہ ۵ ہجری: بعمر ۵۷ سال زید بن حارث کی مطلقہ ۳۶ سالہ حضرت زینبؓ
بیوی عظیم خاتون حضرت جحش کی صاحبزادی تھیں رسول
مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح اقبال مسعود میں آکر ۶ سال تک
ام المومنین سے مشرف ہوکر بعمر ۵۱ سال رحلت فرمائیں●
اسی سال حضرت ریحانہؓ بنت شمعون بھی بطور لونڈی حرم
نبویؐ میں شامل ہوئیں ● ۲۰ سالہ خاتون حضرت جویریہ
بنت الحارث جو سافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں خلاف
اسلام لڑائی کے باعث مسافع بن صفوان حضرت جویریہ کو
چھوڑ کر بھاگ گئے اور حضرت جویریہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم
کی طہورہ تقدیس آفریں خدمت میں لائی گئیں اور مشرف
بہ اسلام سے ممتاز تھیں نکاح کی درخواست پر نبی مکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے نکاح سعیدہ اعجاز سے مشرف ہوئیں حضرت
جویریہ فرلیسہ کاظم عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں ۶ سال تک
ام المومنین سے مشرف تاباں ہوکر بعمر ۷۱ سال رحلت فرمائیں●
غزوہ دومۃ الجندل، غزوہ بنو مصطلق، غزوہ احزاب یا خندق،

غزوہ بنو قریضہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان (افک) کے دلسوز واقعات سے قلب نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم متاثر رہا۔ زنا، لعان، قذف کے فوجداری قوانین کا نفاذ عمل میں آیا۔ پردہ کا حکم جاری ہوا۔

سنہ ۶ ہجری: بعمر ۵۸ سال، ابو سفیان کی صاحبزادی حضرت ام حبیبہ جو عبیدہ بن جحش کے نکاح میں تھیں دونوں مشرف بہ اسلام تھے۔ اور ہجرت کر کے حبشہ کو روانگی کے کچھ دنوں بعد عبیدہ بن جحش نصرانی بن گئے تو حضرت ام حبیبہ نے عبیدہ سے علٰحدگی اختیار فرمائی اور بحکم نجمہ انوار ربانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سعیدہ اعجاز سے مشرف ہو کر ۶ سال تک ام المومنین کے اشرف سلیم اعزاز کے ساتھ بعمر ۷۲ سال رحلت فرمائیں۔ ماہ ذی قعدۃ الحرام صلح حدیبیہ ہوئی۔ غزوہ عرنیین پیش آیا۔

سنہ ۷ ہجری: بعمر ۵۹ سال، تمام عالم کے سربراہان مملکت کے نام دعوتِ اسلام کیلئے خطوط ارسال فرمایا اور سارے عالم میں اسلام مہتاج فضل نورانی اعزاز سے منور حمید ہو کر اشرف سلیم اعجاز سے مسرت تاباں ہوا۔ غزوہ خیبر، غزوہ وادی القریٰ، غزوہ ذات الرقاع، غزوہ غابہ پیش آئے۔ بکری کے گوشت میں (نعوذ باللہ) زہر کھلانے کی کوشش کی گئی۔ ۱۷ سالہ خاتون حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب جو سلام نامی یہودی کے نکاح میں تھیں طلاق ہونے پھر کنانہ نامی یہودی کے

نکاح میں آئیں فتح خیبر پر کنانہ نے حضرت صفیہ سے علیحدگی اختیار کرلی اور بحکم عروج ربانی رسولِ اکرمؐ کے نکاح اقبال مسعود سے مشرف ہو کر ۳ سال ۹ ماہ ام المومنین کے اشرف سلیم اعجاز کے ساتھ بعمر ۵۰ سال رحلت فرمائیں۔ اسی سال ۳۶ سالہ خاتون حضرت میمونہ بنت حارث جو ابورہم بن العزہ کی بیوہ تھیں بحکم عروج ربانی ممتاز معظم المرسلین کے نکاح اقبال مسعود میں آکر دو سال تین ماہ ام المومنین کے اعزاز سے مشرف تاباں ہو کر بعمر ۸۰ سال رحلت فرمائیں۔
صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عمرہ قضا سے مشرف تاباں رہے۔ ۲۰ رمضان المبارک فتح مکہ مکرمہ سے مشرف ہوئے۔ اسکندریہ کے حکمران شاہ مقوقس کے مطابق ماریہ قبطیہ نامی خاتون محترم دیگر تحائف کیساتھ رسول معظمؐ کی خدمت اقدس میں آئیں اور بحکم خداوندی حرم محترم سے مشرف تاباں ہوئیں آپؓ کے بطن اطہر سے حضرت رسول معظم الانبیاءؐ کے فرزند حضرت ابراہیمؑ تولد ہوئے اور حالت رضاعت ہی میں رحلت فرما گئے۔
۸ھ ہجری بعمر ۶۰ سال غزوہ موتہ غزوہ حنین (ہوازن) غزوہ طائف پیش آئے۔ اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ اعلیٰ حاکمین کا تقرر فوجی تنظیم جدید سیاسی انتظامات کی تشکیل نو غیر مسلم اقوام عالم سے حسن سلوک و رواداری

کی عمل آوری کا حکم آیا۔

۹ ہجری: بعمر ۶۱ سال غزوہ تبوک کا معرکہ پیش آیا۔ زنا کا اقرار کرنے والی عورت کو سنگسار کرنے کا حکم نافذ ہوا۔ زکوٰۃ و صدقات کے محاصلین کا تقرر عمل میں آیا۔ قبول اسلام کیلئے کئی وفود خدمت اقدس سے مشرف تاباں اعجاز حاصل کئے۔ ماہ ذوالحجۃ الحرام بامارت حضرت ابوبکر صدیق ادائیگی حج سے مشرف رہے۔

۱۱ ہجری: بعمر ۶۳ سال حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی ممتاز المرسلین نے اُمّتِ مسلمہ سے آخری خطاب فرمایا۔ ۲۹ صفر المظفر یوم دوشنبہ مرض شدید کا آغاز ہوا۔ وصال سے پانچ روز قبل یوم پنجشنبہ بعد نماز ظہر مسجد نبوی میں اُمّت محمدی سے رسول اکرم نے آخری خطاب فرمایا۔ بہ روایات کثیر ۱۲ ربیع الاول شریف سنہ ۱۱ھ یوم دوشنبہ بوقت چاشت بعمر ۶۳ سال۔ ۴ دن روح اطہر و مطہر قفس عنصری سے پروانہ ہوکر رفیق اعلیٰ سے جا ملی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

وصال سے ۳۲ گھنٹے بعد ۱۴/۱۳ ربیع المنور سہ شنبہ و چہار شنبہ کی درمیانی شب حضور نبی ممتاز معظم المرسلین اعظم الخلفاء ذکی النبیین اشرق الاتقیاء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر زمین مقدس مدینہ طیبہ میں منور حمید عروج انوار ربانی اعزاج ثنا رحقانی مہ تاج فضل نورانی کے باعث سارے عالم کے لئے اشرف سلیم مشرف تاباں اعجاز ہے

حضرت قطب ممتاز سیدنا غوث الاعظمؓ کی حیاتِ مطہرہ

از: محمد رضی الدین معظم

ولادت و عظمت خاندانی

قطب ممتاز معظم الاولیاء قطب نجمہ انوار ربانی مظہر اعراج ثناء حقانی غوث
معراج لطف صمدانی محبوب مہ تاج فضل نورانی قطب عرفانی و یزدانی
وجہہ اللہ سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم دستگیر پیران پیرؒ
یکم رمضان المبارک ۴۷۱ھ کو صبح صادق کے وقت جیلان میں پیدا ہوئے۔
آپ کے والد ماجد حضرت ابو صالح جنگی دوست ہیں۔ جو اولیائے وقت میں
ذکی اشرف فائق ممتاز و معظم تھے، ان کے تقویٰ و پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ
ایک روز دوران مجاہدہ و ریاضت میں بھوک سے برا حال ہوا تو سامنے بہتے
ہوئے دریائی لہروں میں سے ایک سیب نکال کر کھا لیا۔ کھانے کے فوراً بعد
خیال آیا کہ مجھے کوئی حق نہ تھا کہ کسی دوسرے کی چیز بلا اجازت کھا لیتا
دل پر ایک دہشت پیدا ہوگئی۔ خوف خدا سے لرز اٹھے اور اٹھ کر مالک
کی تلاش میں دریا کے کنارے کنارے اس سمت چل کھڑے ہوئے جدھر سے
سیب بہتا ہوا آیا تھا۔ چلتے چلتے کئی روز گذر گئے۔ لیکن کنارے پر کوئی سیب کے باغ
میں پتہ نہ ملا۔ بالآخر لب دریا ایک عظیم الشان عمارت نظر آئی جس میں ایک
پرفضا باغ بھی تھا جس میں سیب کے درختوں کی پرثمر شاخیں آب
رواں پر جھکی ہوئی تھیں۔ فوراً اس عمارت میں داخل ہوگئے اور حضرت
سید عبداللہ صومعیؒ سے جو اس باغ کے مالک تھے عرض کیا کہ آپ کے
باغ کا ایک سیب اتفاقاً ٹوٹ کر دریا میں گر گیا تھا وہ بہتا ہوا چلا
آرہا تھا۔ لیکن مجھ سے یہ غلطی ہوگئی کہ بھوک سے مجبور ہو کر میں نے

اس کو کھا لیا۔ میں اس کو معاف کرانے کے لیئے فلاں مقام سے تلاش
کرتا ہوا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت صومعیؒ سمجھ گئے کہ
یہ شخص بظاہر خستہ حال اور دریدہ لباس نظر آ رہا ہے مگر قابل ہے۔
حضرت صومعیؒ نے فرمایا اتنی بڑی غلطی تو آسانی سے معاف نہیں کیجا سکتی۔
تمہارے لئے وہ سیب ہرگز ہرگز حلال نہ تھا (۱۲) برس میری خدمت میں
رہو تو میں اس کو معاف کروں گا۔ بڑا حوصلہ شکن جواب تھا مگر خوف خدا کے
تحت راضی ہونا پڑا۔ انقضائے مدّت کے بعد حضرت صومعیؒ نے فرمایا ایک
اور شرط ہے وہ یہ کہ میری ایک اکلوتی لڑکی ہے جو اندھی بہری گونگی اور
لنگڑی ہے۔ اگر اس سیب کی غلطی معاف کرانے کی خواہش ہو تو میری لڑکی سے
نکاح کرنا ہوگا۔ اس کے بعد دو سال تک میری خدمت میں گذارے اس کے
بعد تم کو یہاں سے جانے کی اجازت دی جائے گی۔
انتہائے تقویٰ یہ تھا کہ زندگی تباہ کرنے والی شرط پر فوراً راضی ہو گئے۔
نکاح ہوا۔ حجلۂ عروسی میں جب قدم رکھا تو رفیقۂ حیات کو نور حسن سے
منور حمید پایا اور دیکھا کہ مریض ہونے کو اپاہج کے بجائے پوری تندرست
نورانی ہے حالانکہ یہ انعام خداوندی تھا کہ عشق حقیقی میں اپنے مصائب
برداشت کیئے اور یہ بھی ایک آزمائش تھی خدا کی جانب سے جوانی کا
زمانہ خلوت کدہ کی فضا اور پیکر جمال کی جلوہ افروزی کے اس عالم میں ثابت
قدم رہنا ناممکن تھا۔ لیکن جو خدا کا ہو جاتا ہے اور خدا سے ڈرنے لگتا ہے۔
اس کے قدم میں ثبات پیدا ہو ہی جاتا ہے چنانچہ بیشقدمی کے بجائے آپ نے
یہ سمجھا کہ غلطی سے دوسری لڑکی حجلۂ عروسی میں بھیج دی گئی ہے۔ کہیں یہ بھی
میرے لیئے حلال نہ ہو۔ ایک لغزش کا خمیازہ تو آج تک بھگت رہا ہوں۔

کوئی اور غلطی ہو جائے تو خدا جانے اور کیا اُفتاد پیش آئے۔ دُلہن کے بستر پر
قدم بھی نہ رکھا اور ایک گوشہ میں کپڑا بچھا کر مصروف نماز ہو گئے اور ساری رات
بندگی خداوندی میں صرف کر دی۔ حضرت صومعی ؒ کی طرف سے یہ تیسری
آزمائش تھی جس میں آپ پورے اُترے حضرت نے کشف سے سارے حقائق کا
پتہ چلا لیا اور دوسرے روز ابو صالح موسیٰ سے فرمایا بیٹا! وہ لڑکی غیر نہیں تھی تمہاری
ہی بیوی تھی اور میں نے جو کچھ کہا تھا وہ بالکل صحیح تھا کہ اس نے ولایت سے
آج تک کسی نامحرم کو نہ دیکھنے سے وہ اندھی ہے غیر حق کی طرف قدم نہ بڑھانے
کے لحاظ سے وہ لنگڑی ہے، ناحق بات نہ سُننے کے اعتبار سے بہری ہے۔
آپ یہ سُنکر مطمئن ہو گئے دُلہن کی اِس بے نظیر جسارت سے کافی متاثر ہوئے۔
دُلہن کا نام حضرت ام الخیر فاطمہ تھا اور ان ہی کے بطن اطہر سے یکم رمضان
المبارک ۴۷۱ھ کو حضرت غوث اعظم ؒ کی کتم عدم سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔
حضرت غوث اعظم کی والدہ محترمہ بھی انتہائی نیک سیرت اور پرہیزگار خاتون
تھیں ایک ممتاز تصنیف "تذکرہ الکرام" میں لکھا ہے "حضرت غوثیت مآب کی
والدہ ام الخیر فاطمہ علمی حیثیت سے جیلان کی تمام خواتین پر فائق متانہ معظم
سمجھی جاتی تھیں اخلاقی حیثیت سے بھی ان کا مرتبہ بہت بلند تھا جود و سخا ان کا
خاص جوہر تھا نہایت خاشع متضرع اور عبادت گزار تھیں اکثر اوقات
روزے رکھتیں غریبوں پر شفقت کرتیں عقل اور دین دونوں سے
متصف بڑی عاقلہ و فاضلہ تھیں اپنے والد بزرگوار اور حضرت عبد اللہ
صومعی ؒ کے فیوض و برکات سے سرفراز ہونے کے باعث اپنی پرہیزگاری اپنے
فضل و کمال اپنی روشن ضمیری دماغی قابلیت اور روحانی کیفیت کی بے نظیر
قوت کی وجہ سے جیلان کی کوئی خاتون آپ کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی ایسے مقدس

مسعود اقبال مند لیئق جمیل ممتاز و معظم والدین کی آغوش شفقت میں جس آفتاب معرفت نے پرورش پائی تھی اس کے روحانی جاہ وجلال لطیف وکثیف کا اندازہ آسانی سے ناممکن ہے۔

تعلیم و تربیت

حضور غوث الاعظم اپنے متقی باپ کے فرزند اور خدا رسیدہ ماں کے لخت جگر ہونے کی وجہہ سے اعظم الاولیاء ہوئے۔ والد محترم حضرت غوث الثقلین کی کمسنی ہی میں راہی ملک بقا ہوئے والدہ محترمہ اور نانا نے پرورش کی (۱۲) سال کی عمر تک تو آپ نے مکاتیب میں تعلیم پائی اور ۱۸ سال کی عمر میں کسب کمال بغداد تشریف لائے والدہ ماجدہ نے سفر پر روانگی کے وقت چار دینار آپ کے لباس کے استر میں غیر محسوس طریقہ پرسی دیئے اور نصیحت کی کہ بیٹا ہر حالت میں سچ بولنا جھوٹ کے قریب بھی نہ جانا۔ والدہ اور نانا کی حسن تربیت نے آپ کو مطلع انوار بنا دیا تھا۔

علوم وفنون کی تحصیل وکمال

۴۸۸ھ میں حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رونق افزائے بغداد ہوئے۔ بغداد ایک عظیم الشان شہر لیکن آپ کے لیئے اجنبی تھا۔ نہ وہاں آپ کا کوئی عزیز اس کے باوجود شوق وانہماک سے تحصیل علوم کا آغاز اور پورے والہانہ انداز سے کہ نہ دن کو دن سمجھا اور نہ رات کو رات جانا صرف ایک دھن تھی کہ کسی طرح علوم میں کمال تبحر حاصل کریں ۸ برس تک جلیل القدر علماء کرام سے حصول تعلیم میں مصروف رہے اور ۴۹۶ھ میں ادب، نحو، عروض، مناظرہ، نعت، کلام، تجوید، تاریخ، ریاضی، منطق، فلسفہ، فقہ، حدیث اور تفسیر میں کمال حاصل فرمالیا اور سند تکمیل سے ممتاز فرمائے گئے اس زمانے کے

جید علمائے کرام بھی آپ کو حسرت و حیرت بھری نگاہوں سے دیکھا کرتے تھے۔

مجاہدات و ریاضات

حضرت غوث اعظمؒ علوم شریعت کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت ابوالخیر حمادؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کے کمالات باطنی کا یہ عالم تھا کہ طالب حقیقت کی تعلیم و تربیت کے لیئے ان سے بڑھ کر اس زمانہ میں اور کوئی شیخ نہ تھا اس عہد کے نہایت ممتاز اور نامور بزرگ تھے ان کی تعلیم روحانی سے فیض پایا اور مجاہدات میں اس طرح منہمک ہوئے کہ دنیا و مافیہا کا ہوش نہ رہا (۲۵) سال کامل عراق کے پہاڑوں اور جنگلوں میں مجاہدات کرتے رہے مہینوں غذا کا نام بھی نہ لیتے تھے۔ استغراق کا عالم کم ہوتا تو گھاس اور پتوں کی کیا کمی تھی۔ گیارہ برس تک ایک ہی برج میں عبادت کی۔ نفس کشی اور مجاہدات کی انتہا یہ تھی کہ پندرہ سال تک رات بھر ایک پیر پر کھڑے پورے قرآن کریم کو ختم کرتے تھے۔ چالیس برس تک عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کرتے رہے اور خود فرماتے ہیں کہ ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ ذرا سو جاؤ پھر نماز پڑھنا آخر تم پر اپنے نفس کا بھی کچھ حق ہے میں سمجھ گیا کہ یہ شیطان ملعون ہے فوراً اٹھا اور نماز پڑھنے لگا اور اس طرح قرآن کریم پوری شب میں ختم کیا۔ اس کے بعد بغیر کھائے پیئے (۴۰) روز تک روزہ رکھا اور حسب عادت رات کو نماز پڑھتا رہا۔ ایک روز پھر شیطان ملعون مجھے مختلف شکلوں میں بھٹکاتا رہا اور ہر بار میں اسے جھڑک دیتا تھا اور وہ ڈر کر بھاگ جاتا تھا۔ حضرت ابوالفتح ہرویؒ سے روایت ہے کہ ایک شب میں حضرت غوث پاکؒ کے پاس تھا میں نے دیکھا کہ ابتدائی شب میں آپ نے کچھ نماز پڑھی پھر ذکر الہی

کرنے لگے یہاں تک کہ چوتھائی رات گذر گئی۔ پھر آپ کھڑے ہو کر نماز میں
قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ دو تہائی شب گزر گئی۔ آپ
سجدہ بہت طویل کرتے رہے طلوع فجر تک مراقبہ میں بیٹھے رہے۔ پھر دعا
مناجات و عاجزی میں مشغول ہو گئے میں نے اسی شب میں دیکھا کہ ایک
نور آپ پر اس طرح چھایا ہوا ہے کہ دوسرے دیکھنے والوں کی آنکھیں چوندھیا
جائیں۔ بعض اوقات آپ نظروں سے غائب بھی ہو جاتے تھے اور میں آپ کے
پاس سلام علیکم کی صدائیں سنتا تھا۔ حضور غوث مآب خود فرماتے ہیں۔
کہ کشف کے عالم میں ایک بارے میں نے دیکھا کہ بہت سے تسمے اور جال
چاروں طرف لگے ہوئے ہیں میں نے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ
دُنیا کے جال ہیں جن میں دُنیا والے مبتلا کیے جاتے ہیں۔ ایک
سال تک میں نے خوب عبادت کی یہاں تک کہ وہ جال اور تسمے پارہ پارہ
ہوئے پھر دیکھا کہ بہت سی رسیاں ہر طرف لٹکی ہوئی ہیں۔ میں نے پوچھا
یہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ مخلوق کے علائق و تعلقات ہیں۔ ایک سال پھر میں نے
عبادت کی تو ان کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان سے دل کو چھڑا لیا۔ لیکن
اب بھی میں نے دیکھا کہ نفس زندہ ہے اور اس کے امراض باقی ہیں تو ایک
سال پھر عبادت میں صرف کیا اور اس کے امراض کو دور کرتا رہا۔ آخر نفس
امارہ کی آگ بجھ گئی اور اب میں تنہا تھا۔ آپ ہی فرماتے ہیں عراق کے
جنگلوں میں اور ویرانے کے زمانے قیام میں تجرید کا یہ عالم تھا کہ میں مخلوق سے
دور اور مخلوق مجھ سے بیگانہ تھی۔ لیکن دُنیا کی ہوس اور زیب و زینت
رنگا رنگ شعلوں میں مجھ پر عیاں ہوتی تھیں۔ اللہ ذوالجلال لطیف و
کثیف ہر قسم کی قوت مجھ کو دیتا رہا اور میں ان میں کامیاب ہوتا رہا۔ حضور غوث الثقلین ہر کام

ارشاد ہے "اسی زمانہ میں ایک بار سارا افق منور ہوگیا اور اس میں سے ایک عجیب صورت میرے سامنے ظاہر ہوئی اور اس نے باواز بلند مجھ سے کہا عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں جو دوسروں پر حرام ہے وہ تجھ پر حلال کردیا۔ اب جو چاہو کرو جو چاہو کرو۔ میں نے فوراً اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھا بس فوراً وہ روشنی کافور ہوگئی اور دور سے آواز آئی۔ عبدالقادر! تم اپنے علم شریعت کی وجہ سے بچ گئے ورنہ میرے اس فریب میں سات سو آدمی ایسے تباہ ہوئے کہ پھران کو راستہ نہیں ملا تم کو رب العزت نے اپنا علم دیا اور اس علم کے ذریعہ سے ہدایت عطا فرمائی ہے۔ اسی طرح عبادات و ریاضات کے اس طویل زمانہ میں شیاطین نے راہیں روکیں نفس نے سرکشی کی صد ہزار آفات کا سامنا آیا مگر آپ کا قدم اپنی جگہ جما رہا۔ اور جب مسلسل مصائب و آلام اور ابتلا و آزمائش کی بھٹی سے نکلے تو مہ تاج فضل فردانی سے منور حمید ہوگئے۔

محی الدین لقب کی وجہ

آپ کے وعظ سے ہزارہا غیر مسلم بھی ایمانی دولت سے ممتاز ہوتے جارہے تھے اور شریعت محمدی کی آپ پوری محنت و لگن کے ساتھ اشاعت فرمارہے تھے۔ اس لیئے آپ کا لقب محی الدین ہوا۔ یعنی دین کو زندہ کرنے والا حضور غوث الثقلین خود فرماتے ہیں کہ ایک دن عالم رؤیا میں ایک شخص میرے پاس آیا سر ضعیف ہونے کے باعث کبڑا اور کہا "اے میرے عزیزوں کے داتا" میری دستگیری فرمایئے" میں نے اس پر کچھ پڑھ کر دم کیا۔ وہ تر و تازہ ہوگیا پھر اس نے پوچھا" آپ مجھے پہچانتے ہیں، میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا۔ میں آپ کے نانا کا دین ہوں۔ ضعف کی وجہ سے میرا یہ حال ہوگیا تھا۔

خدا نے آپ کے ہاتھ سے مجھے زندہ کیا۔ اس کے بعد میں نماز کے لیے مسجد گیا تو خود بخود ہر طرف سے محی الدین کی صدائیں آنے لگیں۔

ازواج طیبات و اولاد

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی کی چار بیویاں تھیں جو دینداری اور عبادت و شب بیداری میں بے نظیر جسادت کی حامل تھیں ان کے حسن معاشرت سے اس زمانہ کی تمام خواتین رشک کرتی تھیں چاروں بیویوں سے آپ صاحب اولاد تھے۔ آپ کے جملہ ۴۹ بچے پیدا ہوئے جس میں ۲۰ لڑکے اور ۲۹ لڑکیاں تھیں۔

حضور ممتاز الاولیاء کا وصال

ایک وقت بیماری نے ۲ ماہ تک آپ کو بے حد مضمحل کر دیا تو آپ نے اپنے صاحبزادیوں سے فرمایا۔ خدا سے ڈرتے رہو۔ اس کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ نہ کسی سے امید رکھو۔ سب کام خدا کے سپرد کرو۔ آخری روز ملک الموت نے انسانی صورت میں حاضر ہو کر ایک لکھا ہوا کاغذ آپ کے ہاتھ میں تھما دیا۔ جس پر لکھا تھا۔ یعنی ھذا المکتوب من المحب الی المحبوب کل نفس ذائقۃ الموت محب کی طرف سے یہ خط محبوب کے نام ہے۔ ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ خط پڑھکر آپ مسکرائے غسل فرمایا نماز پڑھی اور کثرت سے دعائیں مانگی غیب سے آواز آئی۔ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اے اطمینان والے نفس! اپنے رب کی طرف واپس ہو جا۔ کیونکہ وہ تجھ سے راضی ہے اور تو اس سے راضی۔ پھر میرے خاص بندوں میں ہوا اور میری جنت میں اس کے بعد آپ لیٹ گئے۔ ۹۱ برس کی عمر میں ۱۱ ربیع الآخر ۵۶۱ھ دوشنبہ کو روح اطہر جسد مبارک سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

محمد ذکی الدین لیاقت صاحب

نیاز حضرت اِمام جعفر صادقؓ

معزز مکرم قارئین! حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ دوازدہ ائمہ میں چھٹے امام ہیں حضرت کی عظمت ولادت سعیدہ اعجاز ۱۷ ربیع المنور سنہ ۸۰ھ دو شنبہ عمل میں آئی عہد اکبری کے ممتاز معظم شاعر و مورخ صاحب مخزن الاصلین نے حضرت کی تاریخ ولادت و وفات اس طرح لکھی ہے:

آں کہ او بود جعفر صادقؓ	لقب اوست ثابت دو واثق
سال مولود آں شریف و نجیف	ہا لف از وجہ عرش گفت حبیب
ذات او بود خسرو دوراں	سال نقلش مہ جہاں برجراں ۸۰ھ

وصال اولیاء اللہ میں اہل سنت کی تحقیق سے آپ کا سن وصال ۱۴۹ھ ۱۵ رجب ۱۴۹ھ تحریر ہے اور یہی صحیح ہے حضرت کے والد معظم حضرت سیدنا امام محمد باقر جو حضرت امام زین العابدین سجادؓ ابن امام معظم حضرت سیدنا حسینؓ کے فرزند ارجمند تھے حضرت کی والدہ مکرمہ حضرت بی بی ام فروہؓ حضرت قاسم بن محمد بن حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دختر ارجمند تھیں حضرت کی ذات اقدس نازش صوفیائے با احترام فخر علمائے کرام تھی عہد طفلی ہی سے شان امامت و ولایت کا حضرت کی تمام حرکات و سکنات سے منور حمید تھا۔ حضرت کے عہد میں خلیفہ منصور عباسی خلافت بغداد میں قائم تھا۔ خلیفہ منصور کو کچھ دشمنان اہل بیت نے حضرت کے خلاف برانگیختہ کیا۔ مشتعل مزاج خلیفہ حضرت کو طلب کرنے مدینہ منورہ

بھجایا اور جب حضرت خلیفہ کے دربار میں تشریف فرما ہوئے تو منصور نے
تلخ لہجہ میں گویا ہوا کہ "اللہ تعالیٰ مجھے ہلاک کرے اگر میں تمھیں قتل نہ کروں
تم مسلمانوں کو خلافت کے خلاف بھڑکا رہے ہو"۔ حضرت نے فرمایا۔ اللہ
رب العزت دانا و بینا ہیں، میں نے کبھی ایسا عمل نہیں کیا جو بھی مخبری
کی گئی ہے سراسر غلط ہے، حضرت کی اس صداقت سے خلیفہ منصور متاثر ہو گیا
اور صداقت کا قائل ہو گیا اور اپنے برابر بٹھا کر کہا کہ فلاں فلاں نے آپ کے
بارے میں مخبری کی تو حضرت ان کو طلب کیا تاکہ سامنے تصدیق ہو جائے
بحکم شاہی تہمت تراش کا سرغنہ حاضر ہوا تو حضرت نے دریافت کیا کیا تم نے
خود جعفر صادقؑ کی زبان سے یہ الفاظ سُنے۔ اس بدنصیب نے بے ساختہ
جواب دیا ہاں! میں نے امام کے منہ سے یہ الفاظ سُنے ہیں، خلیفہ نے یہ
حلف شرعی بیان کرنے کو کہا اُس گستاخ شخص نے بایں الفاظ حلف اٹھایا۔
باللہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشہادۃ وھو الرحمٰن
الرحیمؕ حضرت نے حلف کے الفاظ سن کر فرمایا۔ میں ان الفاظ کے ساتھ
اس قسم کو منظور نہیں کرتا بلکہ جس طرح میں قسم دوں اس طرح تم قسم کھاؤ تم اپنی
زبان سے کہتے جاؤ۔ من حول اللہ و توبتہ والتجات الی حولی و قوتی
لقد فعل کذا و کذا جعفر و قال کذا و کذا جعفر ...... اور کذا و کذا
کی جگہ اس خبر کا واقعہ بیان کرو۔ اس شخص نے اولاً اس قسم کے کھانے میں
تامل کیا مگر پھر بھی قسم کھالی کچھ لمحات ہی گزرے تھے بدن پر لرزہ طاری
ہو گیا اور بےہوش ہو کر گر پڑا اور روح پرواز کر گئی۔ اس پر خلیفہ کے وزیر
ربیع نامی شخص نے حضرت سے دریافت کیا۔ سرکار! قسم کھانے والے نے
دونوں مرتبہ قسم کھائی پہلے بھی اچھے الفاظ تھے مگر اسکا کوئی اثر نہ ہوا دوسری

قسم میں کیا راز تھا۔ حضرت کا شمیم ارشاد ہوا پہلی قسم میں جو الفاظ استعمال کئے تھے وہ جمالی تھے، چنانچہ اللہ پاک کی ذات مائل بہ رحمت ہوئی اور مجرم ظل رحمت الہی میں آ گیا لھذا میں نے اس کو قبول نہ کیا۔ دوبارہ جن الفاظ میں قسم کھائی اس میں شانِ جلالی مضمر تھی لہذا جھوٹی قسم کا فوری اظہار ہو گیا اور مجرم باذنِ الہی ہلاک کر دیا گیا۔

خلیفہ منصور نے ایک بار اپنے ایوانِ خلافت کے دربان کو حکم دیا کہ جس وقت جعفر صادق ہماری ملاقات کے لئے داخل ہوں انکو دروازہ ہی پر قتل کر دیا جائے لیکن باوجود اس کے حضرت حسب معمول قصر میں تشریف لائے اور خلیفہ کے برابر بیٹھ گئے منصور ششدر رہ گیا کہ دربان نے کیوں اس کے حکم کی تعمیل نہ کی حضرت تھوڑی دیر بعد چلے گئے۔ تو منصور غیض و غضب میں دربان کو خوب ڈانٹا کیوں میرے حکم کی نافرمانی کی۔ ظلِّ سبحانی! میں برابر آپ کے حکم کے لئے تیار ہوں لیکن مجھے قطعی علم نہیں کہ حضرت کب قصر میں آئے اور چلے گئے، جھلک تک دکھائی نہ دی۔ حضرت جان گئے تھے کہ خلیفہ آپ کی جان کا دشمن ہے۔ مگر حضرت کا قلبِ اطہر ذرہ برابر بھی خوف نہ کھاتا خلیفہ حضرت کی کرامات کے بارے میں سنتا رہا مگر اس کی جبلّی دشمنی کسی طرح کم نہ ہوئی۔ حضرت کی حیاتِ طیبہ کے واقعات محیر العقول ذہن و ادراک سے بالاتر ہیں اس عہد کے عظیم پیر طریقت حضرت ابو نصرؒ فرماتے ہیں، جب مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اپنے حجرہ سے غسل کے لئے باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ میرے مرید و رفقاء حضرت جعفر صادق کی زیارت کیلئے جا رہے ہیں۔ اگرچہ کہ میں حالتِ جنابت میں تھا۔ لیکن حضرت کی زیارت کے شوق والہانہ میں غسل جنابت کا خیال نہ رہا اور دوسرے رفقاء کے

ساتھ حضرت کے مکان میں داخل ہو گیا۔ حضرت نے فوراً ٹوک دیا۔ ابو نصیر! تمھیں زیب نہیں دیتا کہ تم اہل بیت کے مکان میں ناپاکی کی حالت میں داخل ہو۔ ابو نصیر شرمندہ ہو گئے اور فرطِ شوقِ ملاقات نے مجھے ٹھہرنے نہ دیا اور حاضر ہو گیا مجھے معاف فرمایئے۔ حضرت نے فرمایا کہ پاکی اختیار کرتے تو زیارت بھی ہوتی اور اجر بھی ملتا۔ حضرت کے کشف و کرامات سے لوگ اشرف سلیم اعجاز سے مشرف تاباں ہوتے رہے۔ حضرت ۱۵ رجب ۱۴۹ھ دوشنبہ مدینہ منورہ میں وصال فرمائے اور جنت البقیع میں محو استراحت ہیں۔

عہد عتیق سے یہ عمل در آمد ہے کہ ۱۵ رجب یا ۲۲ رجب یا ۲۷ رجب کی تواریخ میں عقیدت مند [illegible] اتین و حضرات نیاز امام جعفر صادق کا اہتمام کرتے ہیں جسکو عرف عام میں کونڈوں کے فاتحہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس میں کھیر پوریاں طعام خاص ہو [illegible]۔ فاتحہ کے اہتمام کو خواتین کسی مخصوص جگہ یا کمرہ کو آب پاشی کے ذریعہ صاف ستھرا کر کے [illegible] بہترین فرش بچھا کے قبلہ رُخ ایک دسترخوان پر کچھ مٹی کے کونڈے کڑھائیاں رکھکر کھیر پوریوں سے فاتحہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ عزیز و اقارب دوست احباب کو مدعو کیا جاتا ہے اور اسی مخصوص جگہ پر کھلایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہیں پر ہاتھ دھونے کا بھی انتظام رہتا ہے عموماً نماز فجر کے ساتھ ہی ضیافت شروع کی جاتی ہے۔ جسکا سلسلہ غروب آفتاب سے کچھ پہلے تک ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ مدعوئین کیلئے یہ شرط رہتی ہے کہ وہ پاک و صاف حالت میں شریک ہوں۔ حیض و نفاس، حالتِ جنابت و صاحب غسل والے شریک نہیں ہو سکتے۔ بیشتر مدعوئین خاص طور پر غسل کر کے ہی ایسی ضیافت میں

شریک ہوتے ہیں اور مخصوص جگہ پر تناول کے بعد وہیں پر ہاتھ بھی دھوتے ہیں کسی قسم کی بھی ناپاکی سے حتی الامکان پرہیز کیا جاتا ہے۔ یہ بھی عقیدہ ہے کہ فاتحہ کا اہتمام کرنے والے کسی نیت کے ساتھ یعنی شادی بیاہ دکھ بیماری روزگار اور کوئی مقصد کو دل میں رکھ کر جب اسکا اہتمام کرتے ہیں تو تھوڑے ہی دنوں میں وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں ہاں اس مقام پر جتنی بھی پوریاں وکھیر رہتی ہیں اس کو اسی مقام پر ختم کرنے کی تلقین رہتی ہے اور کسی طرح اس مقام سے باہر نہیں لیجاتے۔ اکثر یہ سننے میں آیا ہے کہ جس جگہ اس طرح کا ضیافت کا اہتمام وہاں ذرہ برابر بھی کوتاہی یا ناپاکی سے فوراً نقصان اٹھانا پڑا یا کسی کی موت واقع ہو گئی۔ مطالعہ کتب میں اس قسم کے پکوان و فائدے و نقصانات کا ذکر تو نہیں ملتا البتہ پاکی و طہارت کے بارے میں حضرت ابو نصیرؒ کی مثال صادق آتی ہے۔ بہر حال اللہ رب العزت اپنے محبوب بندوں کی عجب شان رکھی ہے جو جس کے ساتھ جتنی عقیدت رکھتا ہے۔ اتنا ہی فیض ارشد سے اقبال مسعود ہوتا ہے ؎

فلک سے باغ جنت سے بصد تکریم روزانہ
فرشتے آتے ہیں بہر سلام جعفر صادقؑ

★

محمد رضی الدین معظم

شبِ معراج عطیۂ اکرم

طہورۂ تقدیس سفرِ عروج انوارِ ربانی قرب خداوندی کا
مہ تاجِ نورانی اعزاز

قرآن معظم میں شمیم ارشاد ہے :-

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (حضور نبی ممتاز معظم المرسلین اعظم الانبیاء ذکی النبیین اشرف المرسلین رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو مسجد حرام (بیت اللہ شریف) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک راتوں رات سیر کرائی جس کے گرد اگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے لیا گیا تاکہ ہم انھیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں، بیشک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

پ ۱۵ (سورۂ بنی اسرائیل)

رجب کا مہینہ بڑی اہمیت والا اور بابرکت مہینہ ہے۔ یہی ممتاز معظم و اقبال سعود مہینہ ہے جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے اپنے وسائل قدرت سے چشم زدن میں مسجد حرام کعبۃ اللہ شریف سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس لے گئے پھر مسجد اقصیٰ سے اور اوپر اونچا کرکے اپنی الوہیت اور قدرت کاملہ کے مظاہرہ کی سیر کروائی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے۔

واقعہ معراج تاریخ انسانیت کا اہم ترین واقعہ ہے جس میں اللہ تبارک تعالیٰ کے معبود برحق اور حاکم خلق ہونے پر تصدیق ثبت ہوتی ہے اور حضور اکرم کی

سرداری اور ختم نبوت کا اعلان اس واضح طور پر ہوتا ہے کہ آپؐ ہی کی ہستی مبارک وہ نبی آخرالزماں ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) جن کے ذریعہ ضابطہ حیات انسانی کی تکمیل ہوتی ہے۔

شبِ معراج متبرک راتوں میں سے ایک ہے۔ اس مقدس رات میں حضور نبی ممتاز معظم المرسلین کو معراج نصیب ہوئی اور اللہ رب العزت نے آپؐ کو مقام قرب سے ممتاز فرمایا بلکہ عالم غیب کے مشاہدات سے سرفراز کیا اور نماز پنجگانہ کی فرضیت سے اُمّتِ مسلمہ کو بھی خصوصیت معراج بخشی۔ سفر معراج عالم بیداری میں مکہ معظمہ سے مسجد اقصیٰ کی سیر سے آغاز ہوتا ہے آپؐ کی اقتدار میں جملہ انبیا کرام و مرسلین عظام و ملائکہ عظام دوگانہ نماز ادا فرمانے کے شرف سے ممتاز ہوئے معراج مقدس واقعہ اُن دِنوں کا ہے جبکہ آج کل کی طرح فضائے آسمانی میں سفر کرنے کی سریع السیر سواری سے دُنیا بالکلیہ قطعًا ناواقف تھی۔ غرض کہ آپ کے معجزات میں معراج شریف کا واقعہ آج بھی سارے عالم کے لیئے متحیر کن ہے۔ اُمّتِ مسلمہ کے لیئے شبِ معراج بوجوہ چند بڑی ہی بابرکت اور مسرت بخش رات ہے کہ اللہ رب العزت نے ہر مسلمان کو بارگاہ اقدس میں باریاب ہونے کا عز و افتخار بخشا حضور رسول معظم اعظم الانبیا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عالم غیب کے مشاہدات سے اپنی اُمّت کو مطلع کرتے ہوئے حیاتِ اُخروی کے احوال و کوائف معلوم فرمائے اور یہ بتلایا کہ انسان اس دُنیا میں نیک و بد اعمال عالم آخرت میں جزاء و سزا کی شکل میں اس پر کیونکر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مخصوص رسولِ معظم ممتاز الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ احسان عظیم ہے کہ آپ دُنیا والوں کو آخرت میں پیش آنے والے احوال کی منادی کرادی اور اس سے آگاہ کیا کہ انسان کی زندگی صرف اسی دُنیا تک ختم نہیں ہوجاتی بلکہ مرنے کے بعد اس کی

دائمی زندگی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور آسودگی بخش ہو سکتی ہے جبکہ وہ اس دارِ فانی میں اللہ رب العزت کے بتلائے ہوئے راستوں کو اپنائے جسے عام فہم زبان میں صراطِ مستقیم کا نام دیا گیا ہے۔ حقیقت میں یہ وہی راستہ ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام صدیقین شہداء کرام صالحین عظام نے اختیار فرمایا اور ہر زمانہ اور ہر دور میں دنیا والوں کو ایسے راستہ پر چلنے کی دعوت دی جاتی رہی۔ مقدس دین مذہب اسلام ہے غرض انسانوں کی فلاح و بہبود کیلئے جتنے بھی مرسلین و انبیاء کرام حق تعالیٰ نے مبعوث فرمائے سب کو کچھ نہ کچھ ایسی علامات عطاء ارجمند سے ممتاز فرمایا جو علامات صداقت کہلاتی ہیں اور دوسروں کے لیے محو حیرت کا موجب بنے ہوئے ہیں ان ہی علامات صداقت کو معجزہ یا کرامت کہا جاتا ہے۔ حضور نبی ممتاز معظم المرسلین اعظم الانبیاء ذکی النبین اخرف المرسلین رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت دونوں میں لئیق عظیم اقبال مسعود ممتازِ معظم قرار دیا گیا اور معجزات کی کیفیت اور ان کی نوعیت کے عظمت سے بھی عطاء ارجمند سے ممتاز فرمایا تمام انبیاء کرام کے معجزات صرف خطۂ ارض سے متعلق تھے اور ان کا ظہور بھی زمین پر ہی ہوا تھا۔ لیکن حضورِ رسول ممتاز معظم المرسلینؐ کے معجزات کا ظہور خطہ ارض پر بھی ہوا اور کواکب و سماوات کی بلندیوں عروج انوار سے بھی متصف رہا۔ آج کی اقبال مسعود شب "معراج" یعنی لیلۃ الاسرا قرب خداوندی کی لئیق عظیم سفر اور حصول اطاعت و بندگی کے تقاضوں کی تکمیل بھی ہے۔ یعنی معجزہ شب معراج حضورِ اکرم رسول معظم کے لیے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد اقصیٰ سے قاب قوسین تک مبنی ہے پہلے حصّہ کو لیلۃ الاسرا اور دوسرے حصّے کو لیلۃ المعراج کہا جاتا ہے۔

حضور نبی ممتاز معظم المرسلین اعظم الانبیاء ذکی النبیین اشرف المرسلین رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدس کا ممتاز ترین واقعہ اسرا معراج ہے جو سفر عروج ربانی ہے۔ آج کی شب مبارک حضور اکرم کو کائنات کے حقائق اور اسرار و رموز سے آگاہ فرمایا گیا۔ حق تعالیٰ کے اس مقام تک پہنچے جس کو قرآن معظم میں ثم دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین اوادنیٰ سے تعبیر فرمایا گیا۔ یعنی پھر قریب ہوئے نزدیک ہوئے سو دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم ..... جہاں پہنچکر رسول معظم عروج انوار ربانی کے اشرف سلیم اعجاز سے مشرف تاباں ہوئے۔

اسریٰ یعنی رات کے وقت لے جانے کے ہیں چونکہ حضور اکرم کا سفر عروج انوار ربانی شب کے باقی نصف حصہ میں پیش آیا تھا۔ اس لیے آج کی اقبال مسعود شب لیلتہ الاسرا "بھی ہے" معراج عروج سے نکلا ہے۔ تسمیہ ارشاد محمدی ہے "عرج لی" مجھ کو اوپر چڑھایا گیا۔ اس لئے اس شب کا نام معراج بھی بن گیا۔ جمہور سلف کے عقیدوں کے مطابق معراج جسم و روح دونوں کے ساتھ عمل میں آئی۔ قرآن معظم کے سورہ بنی اسرائیل میں حکم ربانی کے اپنے ان فیصلوں سے دنیا کو آگاہ کیا۔

(۱) حضور رسول معظم نبی القبلتین یعنی مسجد حرام (بیت اللہ) اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) دونوں کے پیغمبر اعظم ہیں۔

(۲) یہودی جو اب تک مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کے نگہبان یا وارث کہلاتے تھے بحکم ربانی ہٹا دیے گئے اور آل اسماعیل کو اس جگہ پر ممتاز فرمایا گیا

(۳) کفار پر اتمام حجت ہو گئی کہ نصیحت کا وقت گزر گیا۔ اب رسول مکرم ہجرت فرمائیں گے اور مکہ والوں کو اپنے کیے کی سزا مل جائے گی۔

(۴) معراج کے ذریعہ مومن کے لئے احکام شریعت مقرر ہوئے

(۵) نماز پنجگانہ فرض ہوئی تاکہ ہر مومن پانچ بار معراج سے ممتاز ہو۔

(۶) نبوت، قرآن معظم، قیامت، معجزات پر معترضین کو منہ توڑ جواب ملا۔

آج کی اقبال مسعود شبِ معراج مسجد حرام (بیت اللہ شریف) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک سفر عروج انوار کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں قبلہ والوں کے ماننے والے حضور رسول معظمؐ کی اُمت میں شامل ہوں گے۔

اب تک بنی اسرائیل کو جو امامت و قیادت حاصل تھی وہ محض ان نافرمانیوں اور ظلم و گناہ کے سبب چھین لی گئی۔ معراج میں حضور رسولِ معظمؐ کا شق صدر عمل میں آیا یعنی حضرت جبرئیل امین نے سینہ چاک فرمایا۔ قلب اطہر کو زمزم سے مطہر کیا اور ایمان و حکمت سے معمور کر کے برابر فرما دیا۔ شق صدر کے بعد نبی ممتاز معظم المرسلینؐ کو بُراق سواری کے لئے پیش فرمایا گیا۔ بُراق لفظ برق سے مشتق ہے۔ بُراق پر سوار نبی مکرمؐ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ سے باہر تشریف لائے تو حضرت جبرئیلؑ نے دودھ اور شراب پیش کی۔ حضور اکرمؐ نے دودھ کا پیالہ اُٹھا لیا اور اس طرح فطرت کو اختیار فرمایا پھر براق پر سوار آسمان اول پر حضرت آدمؑ آسمان دوم پر حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰؑ سے آسمان سوم پر حضرت یوسفؑ سے آسمان چہارم پر حضرت ادریسؑ سے آسمان پنجم پر حضرت ہارونؑ سے آسمان ششم پر حضرت موسیٰؑ سے اور آسمان ہفتم پر حضرت ابراہیمؑ کی شرف ملاقات سے ممتاز ہوئے۔ جنت و دوزخ کی سیر فرمائے اور پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جہاں عروج انوار ربانی کا پرتو تھا۔ یہاں حضرت جبرئیل نے رسولؑ معظم کا ساتھ ترک فرما دیا اور پھر حضور نبی ممتاز معظم المرسلین الاعظم الانبیا ذکی النبیین اشرف المرسلین

معزز رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجابات و کیفیات کے منازل سے گذر کر عروج انوار ربانی سے ہمکلامی کے اشرف کلیم اعجاز سے ممتاز فرمائے گئے۔ حضور رسول مکرم کو تمام انبیاء کرام میں ثروت و فضیلت کا اعزاز قرب ربانی سے مشرف ہونا ہے جو کسی کو نہیں۔ حضور رسول معظم جہاں ممتاز المرسلین اعظم الانبیاء اشرف المرسلین ذکی النبیین رسول مکرم سے ممتاز ہوئے وہیں اپنی امت کو بھی بے شمار رحمتوں و برکتوں سے معراج نورانی اعزاز سے ممتاز فرما گئے ؎

مایوس نہ ہو امید نہ کھو جو مانگے گا سو پائے گا
نادار وفاؔ دامن پھیلا اور مانگ دعا معراج کی شب

(وفاؔ سلونوی)

محمد رضی الدین معظم

شب برات عطیۂ اکرم

عبادات، تسبیحات، دعائیں۔

براءت کے معنی نجات کے ہیں اللہ رب العزت آج کی اقبال مسعود رات عبادت وآہ وزاری کرنے والے کی بخشش فرما کر نجات دیتا ہے اور مغفرت کر دیتا ہے۔ غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک اللہ تبارک تعالیٰ آسمانِ اول پر نزول فرما کر کہتا ہے ہے کوئی طلبگار کے اس کی آرزوئیں پوری کردوں، ہے کوئی صحت وعافیت کا طلبگار کہ میں اسے عافیت دوں، ہے کوئی روزگار کا متلاشی کہ اسے روزگار عطا کروں، ہے کوئی مصیبت کا گرفتار کہ اسے نجات دوں وغیرہ وغیرہ۔ بجز جادوگر، نجومی، کاہن، شرابی، مشرک، چھوت چھات کے ذریعہ اہل ایمان کو ایذا پہنچانے والے ماں باپ و شوہر کی نافرمانی کرنے والے رشتہ قطع کرنے والے وغیرہ کو نہیں بخشتا۔ شب براءت میں عبادات و اذکار، تسبیحات دعائیں کچھ اس طرح ہیں کہ متذکرہ افراد بھی صدق دل سے توبہ واستغفار کرکے رجوع الی اللہ ہو جائیں تو عجب نہیں کہ پروردگار عالم ان کی خطاؤں کو بھی بخش دیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۱) ماہ شعبان المعظم کی ۱۴ تاریخ کو بعد نماز عصر و مغرب غروب آفتاب باوضو چالیس بار لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پڑھنے سے اللہ رب العزت پڑھنے والوں کے چالیس سال کے گناہ معاف کر دیتے ہیں اور ان کے سبب چالیس مرحومین کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(۲) بعد نماز مغرب دو رکعت پڑھے ہر رکعت میں سورہ اخلاص تین تین بار

جلسہ کہتے ہیں جلسہ میں وہی تسبیح دس مرتبہ پڑھئے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ کیجئے اور تین بار سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنے کے بعد یہی تسبیح دس بار پڑھئے۔اس طرح ہر رکعت میں تسبیح کی تعداد (۷۵) مرتبہ ہوتی ہے اور چاروں رکعتوں میں (300) مرتبہ ہوجاتی ہے. ہاں جب دوسری رکعت کے لئے قیام میں کھڑے ہوتے ہیں تو پہلے پندرہ مرتبہ تسبیح پڑھنا ہے اور پھر دس دس مرتبہ پڑھتے جاتا ہے جیسا طریقہ آپ نے اوپر ملاحظہ فرمایا۔اس طرح نماز پوری کرکے دعائیں مانگئے اور بندہ عاجز کو نہ بھولئے انشاءاللہ دعائیں مقبول و مستجاب ہوکر فیض و برکات سے ممتاز ہوں گے .

(۵) بکثرت روایات میں یہ دعا کیجئے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ یَا کَرِیْمُ ۔ سرفرازی نعمت سے ممتاز ہوں گے۔

(٦) مروی ہے کہ جو کوئی اس دعا کو سال بھر میں ایک بار پڑھے گا۔ انشاءاللہ دوسرے سال تک امن و امان میں رہے گا۔ اللھم فرجنا بدخول القبر واختم لنا بالخیر والظفروان صرف عنا الھم والغم والحول وعذاب القبر برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللّٰہ علی محمد وآلہ اجمعین ہ

(۷) اس درود پاک کو آج کی ممتاز معظم شب میں بکثرت پڑھ کر دعا کیجئے آرزوئیں پوری ہو کر مشرف ممتاز رہیں گے. اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد معدن الجود والکرم منبع العلم والحلم والحکم و بارک وسلم ہ

(۸) اس درود معظم کو قبرستانوں میں خصوصاً والدین کی بخشش کیلئے پڑھئے ارواح المومنین اور خود سرفرازی رحمت سے ممتاز رہیں گے۔

حاصل ہے۔ اسی طرح ماہِ معظم رمضان المبارک کو باقی مہینوں پر شروت فضیلت ہے۔ نبی معظمؐ نے جمعہ کو سیّد الایام۔ افضل الایام فرمایا اور اگر رمضان المبارک کی رحمتیں برکتیں بھی جمع ہو جائیں تو غور فرمائیے کہ جمعۃ الوداع کی کس قدر اہمیت، شروت، فضیلت ہو جاتی ہے۔ جس کا اظہار کرتے میرا قلم عاجز ہے۔

حقیقتاً جمعۃ الوداع عطیہ اکرم ہے۔ جمعۃ الوداع رمضان المبارک کا آخری جمعہ ہے۔ گمان غالب ہے کہ شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ہو جو بارگاہ رب العزت میں سر نیاز خم کرنے میں کوتاہی کرے۔ آج کی بے پناہ رحمتوں و برکتوں کا کیا کہنا رمضان شریف کا آخری جمعہ اجر عظیم عطا کرنے والا دن ہے۔ یہ ماہ معظم کے رخصت ہونے کا پیغام اور اختتام کی نشانی ہے۔ اللہ رب العزت کے کچھ ایسے بھی بندے ہیں کہ آخری جمعہ کو رمضان المبارک کی جدائی کا نشان سمجھ کر زار و قطار رو پڑتے ہیں، اپنے گناہوں پر شرمسار رہتے ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں اب روزہ، تراویح، تہجد، سحر و افطار کی بے پناہ فیوض و برکات سے محروم ہونے والے ہیں۔ تلاوتِ قرآن معظم کی روح پرور آوازیں ختم ہونے والی ہیں۔ مساجد سے بندگان خدا کا ہجوم ختم ہونے والا ہے۔ بہت غمزدہ ہیں۔ غرض رمضان المبارک کا آخری جمعہ جمعۃ الوداع یہ پیغام بھی سناتا ہے کہ جو بھی ساعتیں لمحات باقی رہ گئے ہیں اس کی پوری پوری قدر کر لیں، غفلت ہوئی ہو تو اس کی تلافی کے لئے آخری ساعتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں کہ جمعۃ الوداع عالم اسلام کے لئے عطیہ اکرم و نعمت عظمیٰ ہے۔

★

اللّٰھُمَّ صل علیٰ محمد ما دامت الصلواۃ وصل علیٰ محمد مادامت الرحمۃ وصل علیٰ محمد ما دامت البرکات وصل علیٰ روح محمد فی الارواح وصل علیٰ روح محمد فی الصور وصل علیٰ اسم محمد فی الاسماء وصل علیٰ نفس محمد فی النفوس وصل علیٰ قلب محمد فی القلوب وصل علیٰ قبر محمد فی القبور وصل علیٰ روضہ محمد فی الریاض وصل علیٰ جسد محمد فی الاجساد وصل علیٰ توبۃ محمد فی التواب وصل علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمد وعلیٰ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ہ

۱۵ شعبان المعظم کا روزہ رکھنا موجب خیر و برکت اجر عظیم ونجات کا باعث ہے۔

آگئے کام اشک ندامت
رو رو کے ہم نے دوزخ بجھالی

از محمد رضی الدین معظم

رمضان المبارک اور روزے

رمضان کا مہینہ مسلمانوں کے ہاں کئی حیثیتوں سے بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔ سنہ ہجری کا یہ نواں مہینہ اپنے اندر بڑی خیر و برکت اور تقدس و فضیلت رکھتا ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں پیغمبر اسلام حضور پر نور معظم المرسلین اعظم الخلقیا ذکی النبیین اشرف الاتقیا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی مرتبہ مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن کا نزول ہوا جس کا اولین پیغام یہ تھا کہ

"ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا"

اور پھر اسی مہینے کو روزوں کا مہینہ قرار دیا گیا اور ہر مسلمان پر مسلسل ایک ماہ کے روزے فرض گردانے گئے۔ معاشرتی اعتبار سے بھی اس مہینے کے ساتھ بہت سی خصوصیتیں وابستہ ہیں خود روزہ کا ارادہ ایک ایسا ارادہ ہے جس میں روحانی اور مذہبی احکام و قواعد کے پہلو بہ پہلو مادی اور دنیوی زندگی کے بعض معقول اصول اور ضابطے پائے جاتے ہیں مذہب اسلام میں روزہ کو ایک بڑی عبادت قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کے پانچ بنیادی ستونوں میں سے روزہ ایک اہم ستون ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ   یعنی سورۃ البقرہ میں رمضان اور روزہ کے فضائل اور احکام کی صراحت کی گئی ہے۔

دنیا کے تقریباً سب ہی مذاہب میں روزہ یا برت کا رواج پایا جاتا ہے البتہ اس کی نوعیت تعداد اوقات اور احکام ہر مذہب میں الگ الگ ہیں۔ قرآن میں اس حقیقت کی جانب ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! تمہارے اوپر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا۔ اسلامی احکام کے لحاظ سے رمضان کا چاند دیکھتے ہی روزوں کا

زمانہ شروع ہو جاتا ہے اور کسی وقفے کے بغیر پورے ایک ماہ تک جاری رہتا ہے۔ دُنیا کے جس خطے یا علاقے میں بھی مذاہب اسلام کو ماننے والے بستے ہیں اس مہینے کا بڑے اہتمام سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ ایسے مسلمان بھی جو مذہب کے دوسرے احکام و فرائض کی جانب کوئی خاص توجہ نہیں دیتے۔ رمضان کے مہینے کا بڑا ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہیں اور اگر پورے مہینے کے روزوں کی پابندی نہ بھی کریں تو بہر صورت روزہ رکھنا اپنے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ رمضان کے مہینے میں چند دنوں کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ جن میں ۲۷ رمضان کا دن بہت زیادہ فضیلت کا دن سمجھا جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ۲۶ اور ۲۷ رمضان کی درمیانی رات لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ جسے قرآن میں ہزار مہینوں سے بھی زیادہ بہتر بتایا گیا ہے۔ یہی وہ رات ہے جبکہ پیغمبر اسلام پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی گویا اسی رات سے دُنیا میں ایک نئے مذہب کا آغاز ہوتا ہے۔ جسے اسلام یا مذہب فطرت کہا جاتا ہے۔

مذہبی اعتبار سے روزہ ایک عبادت ہے۔ عبادت کا تصوّر دُنیا کے ہر مذہب میں ایک بنیادی تصوّر رہا ہے۔ بندگی اور عبودیت کے جذبے کو بلاشبہ انسان کے فطری جذبہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ علم و حکمت کی تمام تر ترقی کے باوجود آج بھی انسانی فطرت میں یہ جذبہ کار فرما نظر آتا ہے۔ ویسے عبادت کے طریقے ہر دور اور ہر مذہب میں بدلتے رہے ہیں۔ لیکن ایک ان دیکھے خدا یا ایشور کی بندگی کا مرکزی تصور دُنیا کے تمام مذاہب میں مشترک رہا ہے۔ جس طرح انسان کو فطری طور پر بھوک پیاس کا احساس ہوتا ہے یا سردی اور گرمی محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی روزِ ازل سے ہی انسان کی سرشت میں داخل رہی ہے کہ وہ کسی ایک معبود اور ایک عظیم تر قوت کے آگے

اپنا سر نیاز جھکائے یا کسی خاص مادری تصور یا نظریہ کو اپنا معبود و مقصود
بنائے دنیا میں جتنے نبی یا پیغمبر آئے اُن کی تعلیمات کا مرکزی نقطہ یہی رہا ہے
کہ "ساری کائنات انسان کے لیئے اور انسان خدا کے لیئے"۔ عبادت کا مقصد و
مدعا بھی تمام مذاہب عالم میں مشترک ہے یعنی ایک حقیقت بسیط کے آگے اپنی
عبودیت کا اعتراف کرنا ہے۔

مذہب اسلام میں نماز کے بعد روزہ کو دوسری بڑی عبادت قرار
دیا گیا ہے۔ اس عبادت کا تعلق براہ راست خدا اور بندے سے ہوتا ہے۔
کسی اور پر اس کا حال نہیں کھلتا۔ روزہ کی یہی خصوصیت ہے جو روزہ دار
میں ایک ان دیکھی ہستی پر ایمان کا جذبہ بیدار کرتی ہے جس کی بدولت
اُس کی اپنی ذات میں بھی خود اعتمادی کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ روزہ
کے ذریعہ گویا ہر سال پورے ایک ماہ تک آدمی کے باطنی ایمان و عقیدہ
کی آزمائش ہوتی ہے اور جو لوگ اس کڑی آزمائش کی کسوٹی پر پورے
اُترتے ہیں اُن کے اندر زندگی کی سخت آزمائشوں سے عہدہ برآ ہونے کی
تاب و طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور روزہ کا یہی اصلی سبب ہے۔ اخلاقی
اور معاشرتی پہلو بھی ہے جو انسانی زندگی کی دنیوی کامیابی اور آسودگی کا
ضامن بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ متواتر ایک ماہ تک متعدد مقررہ قاعدوں
اور ضابطوں کی پابندی کے بدولت آدمی میں نظم و ضبط اور اصول پرستی کی
اعلیٰ خصوصیات پیدا ہوتی ہیں جو زندگی کے سفر میں ہر قدم پر معاون و
مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ رمضان کا پورا مہینہ مقررہ ضابطوں اور قاعدوں
کا مہینہ ہوتا ہے۔ اس مہینے کے دن ہی نہیں بلکہ اُس کی راتیں بھی اپنے اندر
ایک منظم دلکشی اور جاذبیت رکھتی ہیں۔ جوں ہی رمضان کا چاند نظر آئے

تمام مقررہ آداب و قواعد کا آغاز ہو جاتا ہے۔ ایک مہینے کے منتظم شب و روز کی ابتداء تراویح سے ہوتی ہے، چاند رات سے ہی تراویح کی نماز شروع ہو جاتی ہے مسجدوں کی چہل پہل اور رونق بڑھ جاتی ہے۔ پوری فضا پر ایک اجتماعی تقدس کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ لوگ جو ایک محلہ بلکہ ایک ہی گلی میں رہنے کے باوجود ایک دوسرے کے لئے اب تک اجنبی اور ناواقف بنے ہوئے تھے اب ایک مرکزی مقام پر ایک دوسرے سے قریب ہوتے ہیں۔ تراویح کی باجماعت نماز منتشر افراد میں ایک زبردست اجتماعی نفسیات کو فروغ دینے کا باعث بن جاتی ہے تراویح کی نماز میں مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن مجید کو شروع سے آخر تک باجماعت حافظ قرآن امام بہ آواز بلند پڑھ کر سناتے ہیں۔ اگر پورا قرآن ایک ہی رات میں ختم کر دیا جائے تو اسے شبینہ کہتے ہیں لیکن ایسا بہت کم اور کہیں کہیں ہوتا ہے۔ عموماً اس طریقے پر عمل کیا جاتا ہے کہ روزانہ نماز تراویح میں سلسلے سے قرآن کے چند پارے پڑھے جاتے ہیں اور اس طرح پورے مہینے میں ایک یا دو یا تین بار پورے قرآن کی تلاوت ہو جاتی ہے۔ تراویح میں قرآن سننے کے لئے بوڑھے، جوان، ادھیڑ، امیر، غریب سب ہی حیثیتوں اور درجوں کے لوگ بلا امتیاز جاتے ہیں اور اس طرح ایک ماہ تک مسلسل اپنی مرضی سے ایک خاص قسم کے نظم و ضبط کی پابندی قبول کرتے ہیں۔

تراویح کے بعد تھوڑی ہی دیر کی نیند ہوتی ہے کہ سحری کا وقت آجاتا ہے سحری کا وقت چونکہ صبح صادق کی پو پھٹنے سے پہلے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے جو کچھ کھانا پینا ہوتا ہے اس سے پہلے ہی اس کی تکمیل ضروری

ہوتی ہے۔ اکثر گھروں میں رات کے دو بجے سے ہی چراغ اور چولہے روشن ہو جاتے ہیں، بچے، بوڑھے، جوان، عورتیں، مرد سب ہی جاگ اٹھتے ہیں رات دن بن جاتی ہے، لوگوں میں سحر خیزی کی عادت پیدا ہوتی ہے اور ایسے لوگوں کے لئے بھی جو سال کے گیارہ مہینوں تک پچھلے پہر کے سہانے جلووں کی لطف اندوزی سے محروم رہتے ہیں رمضان کا مہینہ ان پر دولت کی ارزانی کر دیتا ہے اور وہ بھی پچھلی رات کے دلنواز اور کیف آگیں لمحوں کے لطف و سرور سے لذت اندوز ہوتے ہیں۔ سحری کی اصطلاح کا مطلب ہے وہ کھانا جو رات کے پچھلے پہر کو کھایا جائے کیونکہ اس کے بعد جب روزے کا وقت شروع ہو جاتا ہے تو دوسرے دن غروب آفتاب تک کھانے پینے سے یک لخت احتراز کرنا ہوتا ہے۔ سحری کے بعد عموماً لوگ فجر کی نماز پڑھ کر تھوڑی دیر کے لئے سو جاتے ہیں اور پھر جب اٹھتے ہیں تو زندگی کی ہماہمی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ افطار یعنے روزہ کھولنے کا وقت آ جاتا ہے۔ چونکہ ایک ماہ تک مسلسل اسی مقررہ دستورالعمل کی پابندی کرنا ہوتی ہے۔ اس لئے غیر محسوس اور غیر شعوری طور پر آدمی میں ضبطِ نفس کی عادت پیدا ہو جاتی ہے اور تقریباً چودہ پندرہ گھنٹے تک مسلسل بھوکے پیاسے رہنے کی بدولت ایک طرف تو صبر و تحمل کی اعلیٰ صفات نشو و نما پاتی ہیں اور دوسری طرف ان انسانوں کی قلبی کیفیت کا احساس بھی بیدار ہوتا ہے جو اپنی غربت و فلاکت کے باعث سال کے بارہ مہینے عسرت و فاقہ کشی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ روزہ کے دوران میں اور روزہ کی بدولت پیدا ہونے والے یہ احساسات انسان میں بردباری، ہمدردی، مساوات، شرافت، سچائی، خلوص، ایمانداری اور تمام بنی نوع

انسان سے محبت و اخوت کے شریفانہ جذبات کو جگاتے ہیں اور نیک عملی حسنِ خلق اور رواداری کا سبق سکھاتے ہیں اور روزہ کی غایت حقیقی بھی یہی ہے۔ اگر روزہ کے واسطے سے انسان اپنے اندر ان تمام اعلیٰ انسانی خصوصیات کو بیدار نہ کر سکا تو ایسے روزہ میں کوئی خیر نہیں ایسی صورت میں روزہ عبادت نہیں رہتا بلکہ ایک "جبری فاقہ" بن جاتا ہے۔
روزہ ہو یا کوئی اور عبادت کسی مذہب میں بھی مقصود بالذات نہیں بلکہ ایک اعلیٰ تر منزل تک پہنچنے کے لئے ایسی تمام مذہبی عبادات ایک زینہ کا کام دیتی ہیں اور وہ اعلیٰ تر منزل انسانیت کی منزل ہے جسے فلسفہ کی اصطلاح میں عرفانِ خودی، عرفانِ نفس اور عرفانِ حقیقت کہتے ہیں۔ یعنی انسان اپنے آپ کو پہچانے، اپنے خالق کو پہچانے اور خدا اور بندہ کے رشتوں کے ساتھ انسان اور انسان کے رشتۂ وحدت کو بھی سمجھے اور جاننے کی کوشش کرے کہ یہی عرفان اس کائنات میں بنی نوعِ انسان کو اشرف المخلوقات بناتا ہے اور اسی عرفان کی بدولت انسانی زندگی کے ایوانوں میں سلامتی، آسودگی اور یک جہتی کے چراغ روشن ہوتے ہیں۔
رمضان کا مہینہ اسی لئے بھی خیر و برکت کا مہینہ کہا جاتا ہے کہ اس مہینے میں گیارہ مہینوں کی زندگی کے معمولات سے ہٹ کر ایک نئے معمول اور ضابطے کو اپنانے کا موقع ملتا ہے اور روزمرہ کے مشاغل میں اس تبدیلی کی وجہ سے انسان کے ذہن و شعور میں فکر و نظر کے نئے افکار بیدار ہوتے ہیں۔ جن کے فیضان کا سلسلہ دن رات جاری رہتا ہے۔ جب دن ڈوب جاتا ہے اور افطار کا وقت آجاتا ہے تو رات ایک نیا پیغام لے کر آتی ہے سحری کے وقت سے کر افطار کے وقت تک جن چیزوں کو ممنون

قرار دیا گیا تھا وہ پھر جائز ہو جاتی ہیں۔ افطار کے وقت روزہ داروں کے گھروں میں بڑی چہل پہل ہوتی ہے جیسے کوئی ایک بڑی مہم سر کرکے گھر لوٹتا ہے یا سپاہی اپنی طویل ڈیوٹی کو پوری فرض شناسی کے ساتھ انجام دے کر لوٹتا ہے اور اُن کے دلوں میں اس بات کا احساس طمانیت ہوتا ہے کہ اُس نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں کی ایسا ہی احساس طمانیت افطار کے وقت روزہ داروں کے دلوں میں بھی پیدا ہوتا ہے۔ دن بھر کی کڑی آزمائش کے دوران میں جو نیک اور پاکیزہ خیالات دلوں میں پیدا ہوئے تھے۔ اب گویا یکسوی کے عالم میں اُن کی شیرازہ بندی ہوتی ہے۔ چنانچہ سچے روزہ دار اس بات کا خاص لحاظ رکھتے ہیں کہ اُن کی افطار اور کھانے میں سے کچھ حصہ اُن لوگوں تک بھی پہنچے جو دن بھر روزہ رکھنے کے بعد اس نوبت پر بھی اتنی استطاعت نہیں رکھتے کہ پیٹ بھر کر روکھی سوکھی کھا سکیں۔ چنانچہ ہر محلّہ کی مسجدوں میں نماز مغرب سے پہلے گویا لنگر خانے کھل جاتے ہیں یہ منظر دلکش بھی ہوتا ہے اور حقیقت افروز بھی اور سبق آموز بھی! ایک دوسرے کے درد دکھ میں شریک رہنے کا احساس اس اجتماعی اتحاد کے منظر کو اور زیادہ پُر اثر بنا دیتا ہے اور اس طرح روزہ کی عبادت نیک عملی فرض شناسی اور سوسائٹی میں انسانی تعلقات اور ذمہ داریوں کے احساس کی آئینہ دار بن جاتی ہے روزہ صرف انفرادی یا ذاتی تزکیۂ نفس کا نام نہیں ہے بلکہ معاشرہ کی اجتماعی فلاح و بہبود کا پاسباں و رہنما بھی ہے۔ مذہبی احکام کے لحاظ سے اُس شخص کا روزہ قبول نہیں ہوتا جو بظاہر روزہ رکھتا ہے اور کھانے پینے سے مکمل احتراز کرتا ہے لیکن بد خلقی، جھوٹ، فریب، کینہ، حسد، غصہ،

نفرت اور اسی قسم کے دوسرے افعال قبیحہ کے ارتکاب سے باز نہیں آتا روزہ کا فائدہ یہی ہے کہ وہ انسان کو اپنی ان خامیوں اور کمزوریوں پر قابو پانے کی قوت عطا کرے۔ تہذیب اخلاق، تہذیب نفس اور انسانی فلاح و بہبودی کے شریف ترین تصورات کی تہذیب و تربیت کے لئے روزہ گویا ایک ٹریننگ سنٹر ہوتا ہے، رمضان کا مہینہ اور مہینے بھر کے متواتر روزے اسی حقیقت کو یاد دلانے کے لئے ہیں کہ انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے اور انسانی برادری کی وحدت کو کس طرح قائم رکھا جاسکتا ہے۔ رمضان کا مہینہ یا رمضان کے روزے اپنے اندر کوئی نرالا پیغام نہیں رکھتے۔ دنیا کے مختلف ممالک جیسے عرب، ایران، ہندوستان، چین، جاپان، افریقہ، یورپ، امریکہ غرض زمین کے ہر خطہ پر زمانۂ سلف میں جتنے پیغمبر، نبی، رشی، اور بڑے انسان گذرے ہیں جیسے بودھ، رام، کرشن، عیسیٰ، موسیٰ، کنفیوشس، زردشت، مانی، سقراط وغیرہ سب کی تعلیمات اسی ابدی سچائی اور حقیقت کی حامل تھیں اور اسلام نے بھی اسی پیغام کو دنیا کے آگے پیش کیا اور زندگی کے ان روحانی اور مادی ضابطوں کی نئے سرے سے شیرازہ بندی کی جو سارے مذاہب عالم کی بنیادی تعلیمات میں قدرے مشترک کی حیثیت رکھتے ہیں۔

رمضان کا مہینہ اور روزہ کا ارادہ انھیں اصولوں اور ضابطوں کی یاد دہانی کرتا ہے۔ جب پورے ایک ماہ کی طویل مدت کے بعد اس تربیتی ادارہ کا نصاب پورا ہو جاتا ہے تو عید کا دن آتا ہے۔ جو اس بات کی خوشی کا دن ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے اخلاقی اور روحانی درس کی تکمیل کر لی اور جس طرح امتحان میں کامیاب ہونے کی خوشی ہوتی ہے وہی خوشی عید کی ہوتی ہے۔ شوال کا چاند یا ہلال عید کے دیدار کے ساتھ ہی گویا زندگی کا قافلہ نئے سفر کی

ایک نئی منزل میں داخل ہوجاتا ہے، عید کا چاند دیکھنے کے لئے غروب آفتاب سے قبل ہی بیک وقت دُنیا کے کروڑوں انسانوں کی نگاہیں افق مغرب کی سمت اُٹھ جاتی ہیں اور پھر جیسے ان کروڑوں نگاہوں کی کاوش سے ہلال عید کی کمان نمودار ہوتی ہے۔ اِدھر عید کا چاند نظر آیا۔ اُدھر مبارک سلامت کی دھوم شروع ہوگئی۔ سب کے چہروں پر مسرت کی سُرخی دوڑ گئی۔ زندگی میں جیسے بہار آگئی۔ مسلمانوں کی یہ سب سے بڑی عید ہوتی ہے۔ انسانی ثقافت و تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس عید نے بھی ایک عالمگیر تہذیبی حیثیت اختیار کرلی ہے۔ یہ عید گویا پیار اور ملاپ کی عید ہوتی ہے۔ رنگ اور خوشبو کی عید ہوتی ہے۔ سکون، قلب اور سرورِ جاں کی عید ہوتی ہے۔ غریب امیر، چھوٹے بڑے سب ہی اس عید کو بڑے حوصلوں سے مناتے ہیں۔ ہندوستان اور خصوصاً جنوبی ہند میں ایک عرصۂ دراز سے اس عید کی مسرتوں اور شادمانیوں میں دوسرے فرقوں کے لوگ بھی شریک ہوتے آئے ہیں، دکن کے قطب شاہی دور میں رمضان کی عید بھی بسنت اور دوسرے ہندوستانی تہواروں کی طرح ایک مشترکہ تہذیب اور متحدہ قومیت کی مظہر بن گئی تھی اور یہ روایت آج بھی ایک حد تک باقی ہے۔ عیدالفطر کی تیاریاں بہت پہلے سے شروع ہوجاتی ہیں، جیسے جیسے عید کا دن قریب آتا جاتا ہے، سڑکوں، گلی کوچوں اور بازاروں کی رونق اور چہل پہل بڑھتی جاتی ہے، عید کی رات بڑی کیفیت کی رات ہوتی ہے۔ اس رات، رات بھر ساری دکانیں کھلی رہتی ہیں اور ہر گھر میں رات جگا سا رہتا ہے۔ چوڑیوں کی کھنک، مہندی کا رنگ، عطر کی مہک، نئے لباس کا اہتمام، بچوں کی پُر شوق نگاہیں، جوانوں کے بے تاب ولولے، بڑھوں کی سکون آمیز

مسرّت اور اسی رنگ و نور کے افق سے عید کی صبح طلوع ہوتی ہے۔
نئے کپڑے، نئے جوتے، نئی ٹوپیاں، عطر، پان، مہندی، چوڑیاں، درزی، دھوبی، ملّا، مسجد، عید گاہ، بچے، جوان، بوڑھے، لڑکے، لڑکیاں، شیر خرمہ، سویاں، جلوس، اجتماع، خطبہ، نماز، ملاقاتیں، ہم آغوشیاں، بغل گیریاں، عیدیاں، مبارک، سلامت، ہنسی، قہقہے، شوخی، جامہ زیبی، حسن و جمال، رعنائی و زیبائی، پیار، محبت، اعتماد، اتحاد، رواداری، بخشش، خیرات، صفائی، آرائش، کھیل کود، سینما، تفریح، اکل و شرب، شعر و نغمہ، ہوٹل، چائے خانے، چہل پہل، جلسے، جمگھٹے، غرضیکہ یہ عید اپنے جلوس میں کیا کیا نہیں لاتی اور کیسی کیسی بہاریں نہیں دکھاتی۔

عید کے روز شہر اور بستی سے باہر عید گاہ میں نماز عید ادا کرنا مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ چھوٹی بستیوں میں آج بھی سب ہی لوگ عید گاہ کی جانب جلوس کی شکل میں جاتے ہیں۔ لیکن بڑے شہروں میں عید گاہ کے علاوہ تمام مسجدیں بھی نمازیوں سے معمور نظر آتی ہیں۔ شہر اور بستی سے باہر عید گاہ کو جانے کا لطف کسی طرح پکنک سے کم نہیں ہوتا۔ خطبہ سے پہلے ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ایک مقررہ مقدار میں اپنے اور اپنے اہل و عیال اور متعلقین کی طرف سے ایک مقررہ مقدار میں گیہوں یا گیہوں کی قیمت غربا اور مساکین میں تقسیم کرے اسے فطرہ کہتے ہیں جس کا سماجی اور معاشی پہلو یہ ہے کہ عید کی مسرتوں سے ایک حد تک ایسے لوگ بھی لطف اندوز ہو سکیں جو نادار اور بے استطاعت ہیں اور اس طرح اتحاد و مساوات اور رفاقت و یگانگت کے جلوے نظر آسکیں۔

فطرہ کی ادائی اور خطبہ و نماز کے بعد عید کی ملاقاتوں کا سلسلہ

شروع ہو جاتا ہے۔ سویّوں، شیر خورمے، پان اور عطر سے ملاقاتیوں کی خاطر تواضع کیجاتی ہے اور یہ سلسلہ عید کے دوسرے اور تیسرے دن تک جاری رہتا ہے۔

عید الفطر اگرچہ مسلمانوں کی عید ہے لیکن ہندوستان کی تہذیبی روایات نے اسے ایک قومی جشن کی شکل عطا کر دی ہے اور خوشی کی بات ہے کہ آج بھی ہندوستان کے تمام فرقوں کے لوگ اس عید کی مسرتوں میں اپنے بھائیوں کے ساتھ برابر کے شریک رہتے ہیں۔

محمد رضی الدین معظم

جمعۃ الوداع۔ عطیہ اکرام۔

اُمت مسلمہ کیلئے اشرف سلیم مشرف تاباں اعجاز

طہورہ تقدیس آفریں یوم جمعہ کے فضائل کے آئینہ میں

قرآن معظم میں شمیم ارشاد عروج ربانی ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی اللصلوات من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذر البیع ذالکم خیر الکم ان کنتم تعلمون۔ (سورۂ جمعہ۔ پ ۲۸) "اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان کہی جائے تو فوراً (رب العزت) کے ذکر خطبہ و نماز) کی طرف روانہ ہو جاؤ اور خرید و فروخت (اور دیگر کاروبار و مصروفیات چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر (افضل عطیہ اکرام) ہے۔ اگر تم جانتے (یقین کرتے) ہو"۔

خطیب بغدادی حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ حضور ممتاز معظم المرسلین اعظم الانبیاء ذکی النبیین اشرف المرسلین نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شمیم ارشاد ہے۔ جمعہ کا نام جمعہ اس لئے رکھا گیا کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام کے اعضاء جمع ہوئے (یعنی آپ کی تخلیق پوری ہو) حضرت آدم کے خمیر پر نقش انسانی قائم کیا گیا) امام احمد بن حنبلؒ ثروت و فضیلت والا اقبال مسعود دن جس میں آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدم پیدا ہوئے اور اسی دن آپ کا ہبوط ہوا (یعنی زمین پر اتارے گئے اور اسی دن آپ کی توبہ قبول ہوئی اور اسی دن آپ کی روح مبارک قبض کی گئی

اور اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن قیامت ہوگی۔ روئے زمین پر بنی آدم کے سوا کوئی جاندار چیز ایسی نہیں جو جمعہ کی صبح صادق سے طلوع آفتاب تک توجہ سے کان نہ لگائے ہوئی ہو۔ اس اندیشہ سے کہ آج کہیں قیامت نہ ہو جائے۔ جمعہ کے دِن ایک پوشیدہ ساعت ہے کہ بندہ مومن اس وقت نماز میں رہ کر اللہ رب العزت سے جو بھی طلب کرے اس کو وہ چیز بامراد مِل جاتی ہے (امام مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، امام احمد) جمعہ ہی کے دن قیامت قائم ہوگی اور کوئی مقرب فرشتہ آسمان، زمین، ہوا، پہاڑ، پتھر ایسا نہیں جو جمعہ کے دن قیامت ہونے کے اندیشے سے اندیشناک نہ ہو (امام شافعی، امام حنبل، بخاری) تمام دنوں میں ثروت وفضیلت والا ممتاز معظم دِن جمعہ ہے اسی دن صور پھونکا جائے گا۔ اسی دن سب بے ہوش ہوں گے۔ (بیہقی) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور نبی ممتاز معظم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا شمیم ارشاد ہے۔ بندہ مومن کی مثال جمعہ کے دِن مثل احرام باندھے ہوئے حاجی کی ہے کہ نہ وہ اپنے ناخن ترشوا سکتا ہے نہ بال کٹوا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ نماز جمعہ ادا کرلے۔ اِس پر عرض کیا گیا یا رسول اللہ پھر ہم جمعہ کی تیاری کب کریں؛ تو رسولِ معظم نے فرمایا۔ پنجشنبہ ہی کے دِن (خطیب بغدادی) اس حدیث شریف سے توضیح ہے کہ مسلمان کو چاہیئے کہ پنجشنبہ ہی کے دن اپنے کپڑے جمعہ کے دن پہننے کے لیئے رکھ لے۔ کپڑے نہ ہوں تو ان کا انتظام کرلے۔ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ حمیرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ممتاز معظم المرسلین نے فرمایا کہ تم میں سے کسی پر کیا مشکل ہے کہ گنجائش ہو تو اپنے معمولی کپڑوں کے ساتھ دو کپڑے جمعہ کے لئے بنوائے (ابوداؤد، ابن ماجہ) پنجشنبہ ہی سے جمعہ کی تیاری کا شروع کرنے میں

یوم الجمعہ کی ثروت و فضیلت اور اقبال سعود و ممتاز معظم ہونے کا عملی ثبوت ملتا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی مکرم فرماتے ہیں کہ شب جمعہ جگمگاتی رات ہے اور روز جمعہ روز روشن منور حمید ہے (ابن السنی) جمعہ فقراء مساکین کا حج ہے (قضاعی) دوزخ ہر روز سلگتی رہتی ہے۔ لیکن جمعہ کے دن نہیں سلگتی (ابو داؤد) جب جمعہ کا دن آتا ہے تو جامع مسجد کے دروازوں سے ہر دروازہ پر فرشتے نماز جمعہ کے لیے آنے والے لوگوں کے نام ان کی منزلت کے موافق لکھتے جاتے ہیں۔ جو اول آتا ہے۔ ان کا نام اول لکھا جاتا ہے۔ اس طرح جب خطیب صاحب منبر پر خطبہ دینے کے لیے بیٹھ جاتے ہیں۔ تب فرشتے نمازیوں کے نام لکھنا بند کر دیتے ہیں اور فرشتے بھی خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں اس کے بعد جو بھی لوگ نماز جمعہ کی ادائی کے لئے آتے ہیں ان کا نام نہیں لکھا جاتا۔ اس کے بعد خطیب صاحب خطبہ شروع کر دیتے ہیں۔ کتنی افسوس کی بات ہے کہ تاخیر سے پہنچنے والے کی کوئی فضیلت نہیں۔ اور صرف ادائی فرض ثواب ملے گا۔ (بخاری۔ مسلم۔ نسائی۔ ابن ماجہ) جمعہ کے دن نیکیاں دو چند محسوب کی جاتی ہیں۔ یعنی عام دنوں میں نیک کام کرنے کا جو اجر مقرر ہے اگر وہی نیکی جمعہ کے دن کی جائے تو اس کا اجر دو چند ملے گا (طبرانی) ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ جب تک کہ گناہ کبیرہ سرزد نہ ہوں (ابن ماجہ) جب تک اللہ رب العزت جمعہ کے دن مسلمانوں میں سے کسی مسلمان کی مغفرت نہ کر دے رحمت باری خاموش نہیں رہتی۔ جس شخص نے جمعہ کے دن پابندی سے سورہ کہف (پ ۱۵-۱۶) پڑھنے کا اہتمام کرے اس کے پڑھنے سے نور منور چند دو جمعوں کے درمیانی ایام کو بھی نورانی بنا دیتے ہیں اور گناہ صغیرہ بخش دیئے جاتے ہیں (بیہقی)

از محمد رضی الدین معظم

شبِ قدر۔ عطیہ اکرم

اشرف سلیم مشرف تاباں اعزاز۔

عبادات، دعائیں، اذکار تحقیق کے آئینہ میں

محترم و مکرم قارئین! یوں تو رمضان المبارک کی ہر ساعت اقبال مسعود لئیق عظیم، ممتاز معظم سعیدہ اعجاز صدیقہ ارجمند برکات معمورہ رحمت نیکی کے بدلہ میں افضل اور زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب کا معدن ہے۔ روزہ دار اس ماہ معظم و مکرم میں جس قدر بھی اچھے و نیک اعمال بجالاتے ہیں ان سب کا اجر عظیم بارگاہ خداوندی سے پانے کے مستحق بن جاتے ہیں لیکن حضور نبی ممتاز معظم المرسلین اعظم الانبیاء ذکی المرسلین اشرق الانبیاء نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ناطے اس سے زیادہ انعام نجمہ عروج ربانی سے سلیم اشرف مشرف تاباں ہیں کہ ماہ مکرم میں ایک ایسی شب شہنانہ ظہیر و عفت نعمان ہے جس کو عرف عام میں لیلتہ القدر یا شب قدر سے موسوم کیا گیا ہے۔ جس کی ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ افضل و عطیہ اکرم ہے۔ لہذا جو بھی مسلمان مرد و عورتیں محض اللہ کے واسطے با امید اجر و ثواب صدق دلی کے ساتھ عبادات نجمہ عروج ربانی اعراج ثناء حقانی معراج لطف صمدانی ممتاج فضل نورانی میں مصروف و مشغول ہو جاتے ہیں تو وہ بے بہا نعمتوں انعامات و نوازشات سے مشرف تاباں رہیں گے۔ آج کی اس اقبال مسعود ممتاز معظم شب ہائے

عطیۂ اکرم شب قدر کو غنیمت جان کر لہو و لعب ٹی وی کی لعنتوں سے دور رہ کر فضول باتوں۔ شکوہ شکایت سے مکمل کنارہ کشی کر کے رجوع الی اللہ ہو جائیں تاکہ رحمتوں سعادتوں اور برکات و فیض یابی سے محروم نہ رہیں ذیل میں کچھ مخصوص عبادات اذکار پیش ہیں۔ بندہ عاجزہ و کمتر عاصی پُر معاصی پیرِ محمد رضی الدین معظم کو اور شہدائے بابری مسجد و مسجد اقصیٰ و مسلمانان بوسنیا اور تمام عالم کے مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شریک کر کے مشرف تاباں رہیں کہ آج کی طہورہ تقدیس آفریں شب سے سرفراز و ممتاز و معظم رہیں گے۔

نماز قضائے عمری کا اہتمام :۔ شب قدر عطیۂ اکرم ہے اس کو غنیمت جان کر سب سے پہلے اپنی قضا نمازوں کو ادا کرنے کا اہتمام کیجئے، جتنی دیر ہو سکے پڑھ سکتے ہیں پھر ایک بار چار رکعت نماز قضائے عمری ادا کیجئے ایک سلام سے اس طرح پڑھئے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ آیت الکرسی ایک بار سورۂ کوثر، پندرہ بار پڑھکر نماز ختم کرنے کے بعد صدق دلی سے اس دعا کو ایک بار پڑھئے۔ اللھم یا سابق الفوت و یا سامع الصوت و یا محی العظم بعد الموت صلی علی محمد و اجعل لی فرجا و مخرجا مما انا فیہ انک تعلم ولا اعلم وانت تقدر ولا اقدر وانت علام الغیوب یا ارحم العطایا یا غافر الخطایا سبوح قدوس ربنا و رب الملائکۃ والروح رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم فانک انت العلی الاعظم و یا ساتر العیوب یا ذا الجلال والاکرام یا ارحم الراحمین وصلی اللہ علی محمد وآلہ اجمعین ہ اس کے بعد اشکباری سے گڑگڑا کر دعا کیجئے۔ انشاء اللہ جملہ فیوض و برکات سے مشرف تاباں رہیں گے۔

نابالغوں کا مال ہو تو ان کے مال میں سے ادا کریں۔ بالغ اولاد اور بیوی کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں۔ البتہ مجنون ہوں تو ان کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے۔ والدہ پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں البتہ جو اولاد یوم عید الفطر کو صبح صادق سے پہلے پیدا ہو جائے تو اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر واجب ہے البتہ ایسا شخص جو صبح صادق سے قبل انتقال کر جائے تو اسی کے مال سے ادا کرنا واجب ہے۔ شوہر بیوی کا صدقہ فطر واجب نہیں بیوی خود اپنے مال سے ادا کرے۔

صاحب نصاب

صاحب نصاب پر صدقہ فطر واجب ہے صاحب نصاب یعنی جس کے پاس سونا چاندی کسی حال میں ہو (سونا چاندی، زیور، برتن وغیرہ) موجود ہو۔ سونے کا نصاب ۲۰ مثقال یعنی ۵ تولے ڈھائی ماشے اور چاندی کا نصاب (۲۰۰) درہم یعنی ۳۶ تولے ساڑھے ۵ ماشے ہو صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے ہاں زکواۃ کی طرح سال کا گزرنا شرط نہیں جس پر زکواۃ واجب ہے اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔ صدقہ فطر کے صحیح ہونے میں وہی سب شرائط ہیں جو زکواۃ کے صحیح ہونے میں ہیں۔ چالیس روپے حاجت اصلی سے زائد ہوں تو بھی ان پر صدقہ فطر واجب ہے۔

صدقہ فطر کے مستحقین

صدقہ فطر کے مستحقین میں سب سے پہلے اپنے عزیز و اقارب پھر پڑوسی پھر محلہ والے پھر شہر قصبہ گاؤں وغیرہ، ریاست ملک وغیرہ، صحت مند پیشہ ور بھکاریوں کو دینا ثواب نہیں ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے پوشیدہ شریف حاجتمند بیواؤں یتیموں یسیروں کو جو مارے شرم و حیا کے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے ہچکچاتے ہیں ان کی ہر طرح خدمت افضل و عطیہ اکرم ہے تاج نورانی

مختصر جامع دُعا:- آج کے طہورہ تقدس آخری شب مختصر جامع دعا
اللّٰھُمَّ اِنَّکَ عفوکریم تُحِبُّ العفو فاعف عنّی یا کریمُ کا ذکر
زبان پہ زیادہ سے زیادہ رکھے انشاء اللہ خطاؤں وغلطیوں سے معافی ملے گی۔
اور دامن امید رحمت وبرکت سے مسحور ہو جائے گا۔

صلواۃ التسبیح:- صلواۃ التسبیح کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ
اس نماز کے سبب تمام گناہ پہلے اور پچھلے پرانے نئے قصداً وسہواً پوشیدہ
وظاہرہ اللہ رب العزت معاف کر دیتے ہیں اور وارد ہے کہ اسے ہر روز
ورنہ ہر جمعہ یا پھر مہینہ میں ایک بار یا پھر آج کی ممتاز معظم شب اسکا ضرور اہتمام
کریں۔ چار رکعت ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے۔ دو سلام سے بھی پڑھ
سکتے ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد پندرہ مرتبہ سبحان اللہ
والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے پھر سورہ فاتحہ اور دوسرا
سورہ یعنی قرأت پڑھکر دس مرتبہ پھر رکوع میں سبحان ربی العظیم تین بار
کہکر دس بار اور رکوع کے مختصر قیام جسے قومہ کہتے ہیں دس بار پھر سجدہ میں
سبحان ربی الاعلیٰ تین بار کہکر دس بار پھر دونوں سجدوں کے مابین جسے جلسہ
کہتے ہیں دس بار اور دوسرے سجدہ میں دس بار۔ اس طرح ہر رکعت میں
۷۵ بار یعنی ثناء کے بعد پندرہ بار قرأت کے بعد دس + رکوع میں دس +
قومہ میں دس + پہلے سجدہ میں دس + جلسہ میں دس + دوسرے سجدہ میں
دس بار تسبیح کی تعداد ہوتی ہے۔

نماز ختم کرکے اشکباری کے ساتھ بار بار زبان پر یا معطی السائلین کے
الفاظ کو دہراتے ہوئے جی بھر دعائیں مانگے اس لئے کہ اللہ رب العزت کی
رحمت جوش پر ہے صرف مانگنے کی دیر ہے۔

ذکر بسم اللہ شریف۔ عطیہ اکرم: ۔ ذکر بسم اللہ شریف حضور نبی ممتاز معظم المرسلین اعظم الانبیاء ذی النبیین اشرف المرسلین نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتفاضات کبریٰ میں سے ہے جو لوگ کسی مصیبت و پریشانی آسیب، جادو لا علاج مرض، روزنہ گار تجارت باوجود کوششوں کے کاموں میں رکاوٹ ہو شادی بیاہ وغیرہ تو انھیں چاہیئے کہ سب سے پہلے فی زمانہ حرام کاری جس میں ٹی وی ریڈیو فلم گانے لہو و لعب کرکٹ وغیرہ سے مکمل پرہیز و اجتناب کرکے رجوع الی اللہ ہو جائیں۔ اس ورد معظم و مکرم بسم اللہ شریف کو اپنا ذکر بنالیں اور جو کم از کم ایک ماہ پابندی کریں تو جملہ مقاصد و مرادوں میں کامیاب و کامران رہیں گے اور سب سے بڑا کرم یہ ہوگا کہ ان پر جادو ٹونے کے اثرات نہیں ہوں گے۔ طریقہ یہ ہے کہ تہائی رات بوقت تہجد نماز ادا کرکے یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم نماز فجر میں سنت اور فرض نماز کے درمیان اور یہ بھی ممکن نہیں تو نماز فجر کے ساتھ ہی اس ذکر معظم و مکرم کا اہتمام کیجئے۔ سب سے پہلے (۷۸۶) مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیئے بعد ازاں حضور نبی ممتاز معظم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر (۱۹۹) مرتبہ جامع درود پاک اللھم صل علیٰ سیدنا محمد النبی الامی وعلیٰ آلہ وصحبہٖ وبارک وسلم یا پھر بجائے جو بھی درود شریف پڑھتے رہے ہوں۔ پڑھ سکتے ہیں اس کے بعد یہ دعا معظم و مکرم پڑھیئے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ بِحُرْمَتِہٖ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَبِعَظَمَۃِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَبِجَلَالِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِکَمَالِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِھَیْبَتِہٖ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَبِمَنْزِلَۃِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَبِمَلَکُوْتِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وبجبروت بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ
بکبریائے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وبسلطان بِسْمِ اللّٰہِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وببرکۃ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ و
بعزۃ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بقوۃ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ
وبقدرۃ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ارفع قدری واشرح
صدری ویسر امری۔ وارزقنی من حیث لا یحتسب۔
بفضلک وکرمک یا من ھو کھیٰعٓصٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ واسئلک
بجلال العزۃ وجلال الھیبۃ وجبروت العظمۃ وان تجعلنی
من عبادک الصالحین الذین لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون
برحمتک یا ارحم الراحمین وان تصلی علی سیدنا محمد
وعلی آل سیدنا محمد وافعل لی کذا وکذا۔

زبان پر یا معطی السائلین بار بار کہتے ہوئے اپنے مقصد کے
لئے دعا کیجئے انشاء اللہ مقاصد میں کامیاب و مشرف تاباں منظور مسرت
سلیم اشرف عطیہ اکرم سے ممتاز رہیں گے۔
آج کی رات تلاوت سورہ قدر دیدار رسول معظم سے مشرف و تاباں اعزاز پائیں گے۔
آج کی طہورہ تقدیس آفرین شب مشمولہ قدر (پ ۳۰) ایک ہزار بار پڑھے،
تو موت اس کو اس وقت تک نہیں آئے گی۔ جب تک کہ وہ خواب میں حضور
نبی محترم معظم المرسلین اعظم الانبیاء ذکی النبیین اشرق المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار
سے مشرف تاباں نہ ہو جائے۔ علاوہ ازیں منہ مانگی مرادیں پوری ہو جائیں گی۔

ڈاکٹر عقیل ہاشمی صاحب

حقیقت عید

اور

اقوام عالم

عید کے نام ہی سے نگاہوں میں ایک نشاط انگیز و دلآویز تصور آجاتا ہے۔ اسکی آمد۔ نوید جانفزا بنکر مشام جاں کو معطر کر دیتی ہے۔ قلب و ذہن، ایک والہانہ سرخوشی و مسرت سے دوچار ہو جاتا ہے۔ عید ایک جشن شاداں اور فرحاں سے عبارت ہے جس میں عزیز و اقارب دوست احباب ایک دوسروں کے پاس دار ضیافت میں مصروف یگانگت و محبت کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

لفظ عید عود سے مشتق ہے۔ لغت میں اس کے معنی شادی۔ خوشی و شادمانی کی تکرار کے ہیں، چونکہ ایک ہی طرح کی تقریب ہر سال عود کرتی ہے۔ اس لئے اس کو عید کا نام دیا گیا،

عہد عتیق سے لیکر عصر حاضر تک عید یا تہوار کا منانا انسانی طبائع پر اس قدر محیط و غالب رہا ہے کہ دنیا کی شاید ہی کوئی قوم یا ملک ایسا ہوگا جہاں عید یا عیدیں نہ منائی جاتی ہوں حتیٰ کہ آفریقہ کی نیم وحشی قبائل میں بھی ان کے انداز رسم و رواج کے مطابق عید یا تہوار منانے کا تصور ملتا ہے۔

اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ ان عیدوں یا تہواروں کی نوعیت زیادہ تر

مذہبی سماجی اور تہذیبی ہو گی۔ یہ سچ ہے۔ خالق کائنات نے خوشی اور غم کے جذبوں کو توام پیدا کیا ہے اور یہ لازمۂ حیات ہے۔ ویسے بھی انسان اپنی مختصر سی حیات مستعار میں آرزوؤں اور تمناؤں کا شیدائی مسرت وشادمانی، آسودگی نفس وعیش و عشرت کا متلاشی رہا ہے۔ وہ ہمیشہ اس بات کا کوشاں رہا کہ تلخئ حالات سے دامن کس رہے اور اسکی خواہشات دلی احساسات فرط وانبساط کا بار بار اعادہ ممکن ہو اس لئے بھی وہ عید یا تہوار کے منانے کو پسند کرنے لگا۔

تاریخ نوع انسانی کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اس عالم رنگ وبو میں سب سے پہلے عید اس وقت منائی گئی جبکہ اس کرۂ ارض پر ہابیل اور قابیل میں بعد از جنگ صلح ہو گئی تھی۔ اس موقع پر اولاد آدمؑ میں پھولوں اور پھلوں کی تقسیم عمل میں آئی تھی۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قابیل کی اولاد میں "بانہ" نامی ایک شخص نے بڑے اہتمام وشاندار طریقہ پر اس دن کی یاد منائی کہ جس دن قابیل نے ہابیل کا خون ناحق کیا تھا۔ کہتے ہیں یہ شخص آدم علیہ السلام کے پانچویں وصی ادریس علیہ السلام کا باپ تھا۔ اپنی فطری خباثت جبر واستبداد سے قوم کا سردار بنا پھر پوری قوم کو خدا کا نافرمان بنایا ان کو آگ کی پرستش سکھائی۔ شراب خوری، زناکاری اور لغویات کا عادی کر دیا یوں عید کے دن قوم کو انہی وحشیانہ مذموما نہ سفاکانہ حرکات پر آمادہ کیا۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت شیث علیہ السلام کے بعد حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آتا ہے۔ تاریخ عمرانیات کے لحاظ سے حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کا درمیانی عرصہ کو تاریخ عالم کا

بدترین دور کہا جاتا ہے جس میں انسانیت سوز حرکات قتل و غارت گری لادینی و بربادی کا دور دورہ تھا۔ ہر شیطانی فعل یکتائے روزگار بنا تھا اور ان تمام اعمال و افعال کی سرپرستی اس عہد کا نہایت جابر و جلاد سردار ضحاک کر رہا تھا۔ یہ انسان نما درندہ بھی قوت و طاقت کے نشہ میں اس قدر چور تھا کہ اس نے پیغمبروں کی اولادوں تک کا پاس و لحاظ نہ رکھا۔ حکومت اقتدار دولت و امارت کے غرور تکبر میں انسانوں کا قتل اسکا محبوب مشغلہ تھا عورتوں۔ بچوں اور کنیزوں اور غلام کے روپ میں دیکھنا پسند کرتا تھا۔ ظلم و ستم کی یا نافرمانیوں کی فراوانی کے ایسے ہی موقعوں پہ عادت الٰہی یہ ہے کہ وہ خدائے برتر و بزرگ فرعون کے لئے ایک موسیٰ پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ ضحاک کے لئے قوم نوحؑ سے ایک شخص فریدوں اٹھا۔ اس نے ضحاک سے جنگ کی اور اسے عبرتناک شکست دی یوں حق کا بول بالا ہوا۔ فریدوں نے اس فتح کی خوشی میں ایک جشن کا اہتمام کیا جو یوم الفتح کہلاتا ہے لیکن تاریخ میں وہ دن عید مہربان کہلایا۔

اقوامِ عالم کی اسی ابتدائی دور میں بنی ثمود بھی ہر سال ایک عید مناتی تھی۔ بنی ثمود بہ نسبت اور قوموں کے تہذیب و تمدن سے آشنا تفاخر و تکبر کے عادی عیش و عشرت کی خوگر تھی۔ اقتصادی آسودگی نے عوام اور خواص ہر دونوں طبقوں کو احکام خداوندی سے بے پرواہ کر دیا تھا۔ بلکہ خدا کے مقدس و مقرب بندوں کو ستانا ان کا شعار تھا۔ ان لوگوں کے ہاں عید کے دن ہر طرح کی مشرکانہ بہیمانہ حرکات حتی کہ کنواری لڑکیوں کی عصمت دری وغیرہ کو کارِ ثواب سمجھا جاتا تھا۔ مزید برآں قومِ عاد و قوم لوط اپنی مسلسل بداعمالیوں کی وجہ سے ایک خاص شہرت رکھتی تھیں۔ غرض

غرض یہ انداز و طریق تھے۔ عید کی خوشیاں منانے کے

حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں بھی اسی قسم کی عیدیں یا تہوار منائے جاتے

دراصل انسان اپنی فطری اور جبلّی عادتوں کے تحت کسی نہ کسی دن یا

کام کی اہمیت کو یاد رکھنے کے لئے عید کا اہتمام کرتا ہے اس میں وہ ایک طرح

کی لذت تسکین اور خوشی محسوس کرتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں

بھی کچھ دن ایسے مقرر کر لئے گئے تھے جن میں لوگ عبادت گاہوں کو دھوتے

صاف ستھرا کرتے بتوں کی پرستش کا خاص اہتمام ہوتا۔ قربانیاں پیش

کی جاتیں پھر تمام لوگ بستی سے دور جا کر اجتماعی طور پر رنگ رلیاں

مناتے اس موقعہ پر بے حیائی اور بدکاری کی حدیں مقرر نہیں ہوتیں انسانیت

کا دامن تار تار ہو جاتا اور روحانیت پارہ پارہ۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان

اعمال بد کے خلاف جہاد کیا۔ دین حنیف کی تبلیغ کی شرک اور بت پرستی سے

منع کیا۔ مگر جوابًا ساری قوم آپ سے متنفر اور آپ کے خلاف ہو گئی

اور چاہا کہ خود ابراہیم علیہ السلام کو بھی ایسے موقعوں پر شریک کریں لیکن

آپ نے ان لغو اور برائی سے اجتناب کیا اور دل ہی دل میں ٹھان لیا کہ

اس قوم کو سبق سکھائیں گے اور جب بستی کے تمام لوگ باہر چلے گئے تب

حضرت ابراہیمؑ نے بت شکنی کا وہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔

جس کا ذکر قرآن مجید میں ملتا ہے (پارہ ۱۷ رکوع ۴ سورۂ انبیاء آیت ۵۰ تا

۷۰) تاہم اعلائے کلمۃ الحق سے قوم کی بیزاری کا یہ عالم تھا کہ وہ ابراہیمؑ کو

"نارِ نمرود" سے گذرنا پڑا۔ جس روز یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا وہ کفار و

مشرکوں کا عید کا دن تھا اور حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے صاحبزادے

حضرت اسمٰعیلؑ کے ذریعے ذبح عظیم کا جو یادگار واقعہ ہوا اسے عید الاضحٰی کے

نام سے تاریخی حیثیت ملی۔ یہ عید اور اس کی تفصیلات بجائے خود ایک موضوع ایمانی وایقانی ہے اور دین حنیف کی زندہ نشانیوں میں سے ایک ہے۔

اہل مصر بھی بعثت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے قبل دیوی دیوتاؤں کی پیدائش پر جشن مناتے تھے اور ایک جشن دریائے نیل کے لیے قربانی کا ہوتا تھا جسے اہل مصر عید نوروز بھی کہتے ہیں اس عید کے دن حسین وجمیل دوشیزائیں باریک ریشمی لباس زیب تن کئے دعوت ہوس دیتیں عصمت فروشی، زنا کاری، شراب خوری جیسے قبیح افعال الٰہی کو عید کی مسرت کا شعار ٹھہرایا جاتا۔ بنی اسرائیل قوم فرعون کے غلام بن کر رہا کرتے تھے یہ لوگ بھی بستیوں سے دور جاکر عیدیں مناتے خدانے ان پر کرم کیا حضرت موسیٰ کے ذریعے نعمتیں دیں اور جس روز موسیٰؑ نے فرعون کے جادوگروں سے مقابلہ کیا اور ید بیضا وعصائے موسوی کے معجزات کے ذریعہ کامیاب وکامران ہوئے اسرائیلوں نے فتح ونصرت کا جشن منایا۔

اس دن یوم الزینت کہلایا۔ بعض روایتوں میں اسرائیل اس دن عید مناتے ہیں جس دن حضرت موسیٰ معہ قوم بنی اسرائیل دریائے نیل کو کاٹ کر پار اترے اور آپ کے تعاقب میں فرعون غرقاب ہوا۔ قرآن حکیم میں اس جانب اشارہ ملتا ہے (پارہ ۱۶ رکوع ۱۲ سورہ طٰہٰ آیت ۷۷ تا ۸۱) اس کے علاوہ یہودیوں نے خود ساختہ بے ہنگام عیدیں مثلاً یروشلم کا معاہدہ ۱۵ اور فتح کے دن عید مناتے۔ مرد وزن برہنہ رقص کرتے۔ شراب خوری اور زنا کاری کے حیا سوز مناظر کے ہمراہ عید مناتے۔ انہی میں یوم عاشورہ کا روزہ بھی عبادت اور جشن کا روزہ کہلایا۔ یہ دراصل حضرت نوح کی سنت تھی جسے بنی اسرائیل بڑی پابندی سے مناتے۔ حضور اکرمؐ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشابہت و یکسانیت سے بچانے کیلئے دو روزوں کا اہتمام فرمایا۔

یہودیوں کی طرح عیسائی بھی حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کو یوم نجات قرار دیکر تقریباً دو ہزار سال سے یہ عید مناتے آئے ہیں۔ کرسمس کے موقعہ پر رقص و سرود لہو و لعب کی تفصیلات سے آج بھی واقف ہیں اسی طرح سینٹ پیٹرجنا کی یاد میں بھی جشن منایا جاتا ہے۔ یوں عید کے پاکیزہ نام کو مسخ کر دیا گیا نیز گڈ فرائی ڈے کے نام پر جو عید یا جشن منایا جاتا ہے وہ لطف و سرور منظر جذبات عبادت و تبلیغ کا بالکل برعکس ہوتا ہے حالانکہ حضرت عیسیٰ نے حواریوں کی التجا و التماس پر بارگاہ رب العزت میں دعا کی جواباً اللہ تعالیٰ ۳۰ روزے رہنے کا حکم دیا اور آسمان سے سورۂ مائدہ نازل فرمایا۔ یہ گوشت اور روٹی کا تحفہ تھا۔ تاکہ نصاریٰ سیر چشمی کے بعد خدائے برتر و بزرگ کی حمد و ثنا کریں اسکے احکام کی پابندی کریں لیکن سبھی کچھ اس کے خلاف ہوا قرآن مجید میں اس آسمانی تحفہ کا ذکر ملتا ہے۔ پارہ ۷ رکوع ۵ سورۂ المائدہ آیت ۱۱۲ تا ۱۱۵)

عیسائیوں کے ساتھ ساتھ یونانیوں میں بھی دیوتاؤں کی پرستش اور ان کے نام پر جشن یا عیدیں منانے کا معاملہ بھی نیا نہیں گو یہ لوگ دوسری اقوام کی طرح غیر سنجیدہ اور وحشی نہ تھے مگر شائستگی حکمت و دانش کے باوصف معصیت کوشی سے مبرا نہ تھے۔ ان کے ہاں عام طور پر فصل کی کٹائی پر عید کا اہتمام ہوتا۔ لیکن عشرت و پاکیزگی کا یہاں بھی فقدان ملے گا۔

ہندوؤں میں یوں تو کئی تہوار یا عیدیں منائی جاتی ہیں لیکن ان سب میں بڑی عیدیں ہولی۔ دیوالی۔ دسہرہ وغیرہ ہیں دراصل یہ تہوار حق و ناحق کی کشمکش کی یادگار ہیں ان تہواروں کی دھوم دھام سے کون واقف نہیں جس میں علاوہ پوجا پاٹ کے عیش و عشرت کے عناصر لہو و لعب کے انداز کسقدر مشترک ہیں۔

ان اقوام کے بعد جب مسلمانوں کی عیدوں پر غور کریں تو یہ معلوم ہو گا کہ ایام جہالیت میں عربوں کی عیدیں مندرجہ بالا اقوام کی عیدوں سے مختلف نہ تھی مگر بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کایا ہی پلٹ دی۔ عرب میں ابرہہ کے حملۂ کعبہ اور اس کے عبرتناک انجام کو تاریخ کے تعین کے لئے عام الفیل سے تعبیر کیا گیا اور یادگار دن سمجھا گیا۔ داعی اسلام نے مدینہ میں اپنے قیام کے بعد یہودیوں کی عید نوروز اور عید مہرگان یا مہرجان کے جواب میں ارشاد فرمایا قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی کی تفسیر کے مطابق اللہ تعالی نے تمہیں ان دونوں کا عوض ان سے بہتر دو دن عطا فرمائے یعنی یوم عید الاضحی اور یوم عید الفطر۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخ انسانی کے لحاظ سے اجتماعی خوشیوں کو منع نہ فرمایا اور کہا۔ یا ابابکر ان لکل قوم عیدد اور ھذا عیدنا (اے ابو بکر بلاشبہ ہر قوم کے لئے عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے) البتہ عید منانے کے طریق و منہاج میں پاکیزگی طہارت و لطافت پیدا فرمادی۔ لغو افعال بدکاریاں، بے حیائی کی بجائے خلوص محبت

دلداری اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی تقدیس و تحریم ایثار و ہمدردی اخوت و مساوات کو فروغ دیا۔

عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی تفصیلات پر نظر ڈالیے تو اس میں بلاشبہ قربانی شکر گذاری جذبہ صادق عبادت و ریاضت کا وہ سرمایہ روحانی ملے گا جس سے انسانی نفوس تواضع و انکساری بھی چارہ و صلہ رحمی آپسی انس و محبّت سے معمور ہو جاتے ہیں۔ اور جسمانی طہارت کے ساتھ ساتھ روحانی بالیدگی کے جوہر آبدار سے قربِ خداوندی کے حق دار بھی رہتے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ رہنمائے دکن حیدرآباد)

محمد رضی الدین معظم

یومِ عید الفِطر - عطیۂ اکرم

معزز مکرم قارئین، ماہ معظم و مکرم رمضان المبارک کا چاند جب طلوع ہوا تھا تو اپنے ساتھ اللہ کی رحمت و مغفرت فیوض و برکات کے تحفے دامنِ عالم کے لئے بھر کر لایا تھا اور اس نے یہ سارے کے سارے تحفے اللہ کے چاہنے والے اقبال مسعود ممتاز معظم و لئیق عظیم بندوں تک جنھوں نے بحالت روزہ ٹی۔ وی، ریڈیو کی حرام کاریوں، ہر کٹ کا منڈی وغیرہ کی لعنتوں، فضول، بکواس، لڑائی جھگڑے فحش کلامی، دل آزاری شکوہ و شکایت سے دور بہت دور اپنے جسم و جاں کو ان تمام برائیوں سے محفوظ رکھکر خاموشی، ذکر، ماسوا عبادت اور عبادات و تلاوت قرآن مع پنجگانہ کے فیض سے مشرف تاباں رکھا تھا۔ نام بنام پہنچا دیے اور اپنی ساری جھولیاں ان پر نچھاور کر دیں مگر وہ مہینہ بھر کے شب و روز کو لپیٹ کر رخصت ہوا تو اتنا ہی گراں بار تھا جتنا کہ آتے وقت تھا۔ ابھی وہ بھاری بھرکم تحائف نجمہ عروج ربانی سے بھرائے گئے تھے۔ جاتے وقت اللہ کے ممتاز معظم بندوں کی عبادات نیکیاں، زکواۃ صدقات خیرات اور بھلائیوں کو ذرہ ذرہ سمیٹ کرے گیا کہ انھیں اللہ جل شانہ کے سامنے ان کو پیش کرے گا اور ایک ایک روزہ دار کی سفارش و شفاعت کے لئے کہے گا "اے رب کریم میری شفاعت قبول فرما" اس کی تائید میں قرآن کریم بھی بارگاہ رب العزت میں عرض کرے گا میں نے انہیں رات کے آرام سے روکے رکھا تو میری شفاعت ان کے حق میں قبول فرما۔ روزہ کہے گا میں نے اسے بھوک پیاس جائز مباشرت سے

روک کر جسمانی روحانی اذیت دی اور اس نے میری خاطر بخوشی ان کو برداشت کر لیا۔ میری شفاعت ان کے حق میں قبول فرما اور ان کی منہ مانگی مرادیں پوری فرما۔ اللہ رب العزت رمضان المبارک روزہ اور قرآن معظم کی شفاعتوں کو قبول کر کے روزہ دار کی مغفرت فرما دیتے ہیں اور مرادیں بھی پوری کر دیتے ہیں۔ ماشاء اللہ سبحان اللہ اللّٰھم زد فزد۔

اب جبکہ ہلال عید الفطر نمودار ہو چکا ہے۔ بقول شاعر ؎

آ میرے چاند عید کا روزہ حرام ہے۔
کس طرح تری شکل کا بھو کا منائے عید

عید الفطر۔ فطرہ اور نماز دوگانہ پر مشتمل ہے۔ فطرہ حقوق العباد اور نماز دوگانہ حقوق اللہ ہے۔ حضور نبی ممتاز معظم المرسلین اعظم الانبیاء ذکی النبیین اشرف المرسلین رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز و فطرہ میں فطرہ کو نماز پر ترجیح دی اور تاکید فرمائی کہ نماز عید سے قبل فطرہ ادا کر دو اجر عظیم ہے۔

صدقہ فطر واجب ہے

صدقہ فطر واجب ہے لہذا واجب ہونے کی تین شرائط ہیں آزاد مسلمان اور تیسرے کسی ایسے نصاب کا مالک ہونا جو حاجت اصلی سے زائد اور قرضدار نہ ہو۔ ہاں البتہ مال کا نامی (بڑھنے والا) ہونا یا اس پر ایک سال کا گزر جانا شرط نہیں اور نہ مال کا تجارتی ہونا یا صاحب مال کا بالغ و عاقل ہونا بھی ضروری نہیں بلکہ نابالغ اولاد اور مجنون و ماؤف الذہن پر بھی صدقہ فطر واجب ہے ان کے اولیاء و والدین کو ان کی طرف سے بلا لحاظ عمر ادا کرنا واجب ہے۔ صدقہ فطر اپنی ذات کی طرف سے نیز اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے لیکن اگر خود

فلاحی کام کرنے والے ادارے مجالس وغیرہ اگر وہ مستحقین کو مالک بنا دیں تو جائز ہے۔ متاثرین فسادات کو دینا بھی عطیہ اکرم سہ تاج نورانی مشرف تابان اعجاز ہے۔

صدقہ فطر کی مقدار

احادیث شریف میں صدقہ فطر کی ادائی کے لئے صرف چار چیزوں گیہوں۔ جو۔ کھجور۔ منقی کا ذکر ملتا ہے اور ان کے اوزان بھی ان ہی کی مقدار سے مقرر ہے۔ حنفی مذہب میں صاع کو وزن قرار دیا گیا ہے جو عراقی صاع کہلاتا ہے۔ یعنی ایک صاع بشمول کرات ڈھائی سیر اور ساڑھے تین سیر تک کا ذکر ہے۔ اب صاع کے لحاظ سے ان چیزوں کی مقدار مقرر ہے۔ یعنی گیہوں ہو تو نصف صاع اور جو، کھجور، منقی ہو تو ایک صاع مقرر ہے۔ گیہوں اور جو کے دینے سے ان کا آٹا دینا افضل ہے اور اس سے افضل یہ ہے کہ ان کی قیمت دی جائے کہ اس میں حاجت مند کی ضرورت کا زیادہ لحاظ رہتا ہے۔ اسی طرح کھجور اور منقی کی بھی قیمت دینی افضل ہے۔ قیمت کے لحاظ سے دینے کا مطلب یہ ہے کہ گیہوں کے لئے نصف صاع یا اس کی قیمت (سوا سیر تا پونے دو سیر) ایک کلو گرام ۱۶۶ گرام یا ایک کلو ۶۳۲ گرام) اور جو، کھجور، منقی کے لئے ایک صاع یا اس کی قیمت، (ڈھائی سیر یا ساڑھے تین سیر۔ ۲ کلو ۳۳ یا ۳ کلو ۲۶۵ گرام) دیں۔ حاجت مند کی ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے زیادہ وزن والے صاع کو تسلیم کرنا اجر عظیم عطا کرتا ہے اور تقویٰ و پرہیزگاری مسرت منظور اشرف سلیم مشرف تابان عفت نعمان اعجاز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بارھویں تاریخ کے آخر میں محتاج ہو گیا یا پہلے زندہ تھا اور بارھویں تاریخ کے آخر میں انتقال کر جائے تو ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں۔ مسافر اور غریب پر قربانی واجب نہیں ہے اگر کریں تو ثواب ہے اور خوشحال زندگی کیلئے قربانی شرف تاباں اعجاز ہے اگر کسی غریب محتاج نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو اب ان پر قربانی واجب ہو جاتی ہے لہذا اسکو وہ فروخت نہیں کر سکتا قربانی کرنا واجب ہے اور اگر وہ گم ہو جائے یا مر جائے وغیرہ تو البتہ قربانی ساقط ہو جاتی ہے اور اگر مل گیا تو اسکی قربانی کرنا واجب ہے جبکہ ایام قربانی ہوں اور اگر ایام قربانی گزر جائیں تو ذبح کر کے قربانی کی طرح تقسیم کرے اسی طرح اگر مالدار یا غنی کا خریدا ہوا جانور کھو جائے یا مر جائے وغیرہ تو ایسی صورت میں دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا واجب ہے اور اگر ایام قربانی گزر جائیں اور قربانی نہ کرے تو انھیں دوسرا جانور خرید کر صدقہ کر دینا چاہیئے۔ بیوی اگر صاحب نصاب ہے تو ان پر علیحدہ قربانی واجب ہے۔ گائے یا اونٹ کی قربانی میں شرکاء نے جانور خریدا اگر ان میں کسی کا انتقال ہو جائے اگر ان کے ورثاء مرحوم کی قربانی کیلئے اجازت دیں تو قربانی درست ورنہ ورثہ ناراض ہوں تو کسی کی بھی قربانی درست نہیں۔ البتہ شرکاء میں گناہ گار مسلمان بھی شریک ہوں تو قربانی درست ہے۔

قربانی کے اوقات

قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کو نماز و خطبہ عید الاضحیٰ کے بعد سے بارھویں ذی الحجہ کے غروب آفتاب سے کچھ پہلے تک ہے۔ البتہ پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ کو قربانی کرنا افضل و مشرف منظور سعیدہ اعجاز اشرف سلیم مشرف تاباں اعزاز ہے جس گاؤں مقام قصبہ دیہات وغیرہ میں عید الاضحیٰ نہ ہوتی ہو۔ وہاں کے لوگ دسویں ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے ساتھ ہی قربانی کر سکتے ہیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ جہاں پنجوقتہ نماز ہوتی ہو وہاں نماز عید الاضحیٰ سے قبل قربانی کرنا درست نہیں۔ قربانی دن کے

چاندی، زیور، برتن وغیرہ) موجود ہوں۔ سونے کا نصاب ۲۰ مثقال یعنی ۵ تولے ڈھائی ماشے اور چاندی کا نصاب (۲۰۰) درھم یعنی ۳۶ تولے ساڑھے پانچ ماشے ہو قربانی کرنا واجب ہے۔ ہاں سکونتی مکان کے سوا زائد مکان مکانات، زمین زمینات، باغ جائداد وغیرہ ہوں تب ان پر قربانی واجب ہے۔ قربانی کے نصاب پر صدقہ فطر کی طرح سال کا گزرنا ضروری نہیں جس طرح صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے اسی طرح قربانی بھی واجب ہو جاتی ہے۔ بلکہ عید الاضحیٰ کے دن نماز عید الاضحیٰ سے قبل تھوڑا وقت بھی گزر جائے تو قربانی واجب ہو جاتی ہے۔ قربانی اپنی ذات کی طرف سے کرنا واجب ہے۔ بیوی بچوں وغیرہ کی طرف سے کرنا واجب نہیں، اگر بچہ مالدار ہو تو باپ پر لازم ہے کہ اسکی طرف سے اسی کے مال سے قربانی کریں۔ یاد رھیکہ بالغ اور نابالغ کی جانب سے قربانی میں اتنا فرق ہے کہ نابالغ کی قربانی کا گوشت وہی کھائے گا اور جو بچ جائے وہ ایسی چیز کے ساتھ بدلا جائے جو بذاتہ آئندہ اسکے استعمال میں رہ سکے۔

قربانی کے لئے ماہ ذی الحجۃ الحرام کے صرف تین روز دسویں، گیارھویں اور بارھویں تاریخیں ہی مخصوص ہیں۔ اگر ان تواریخ میں کسی وجہ سے قربانی نہ کی جا سکی تو قربانی کا جانور خیرات کر دیں۔ اور اگر جانور خریدا ہی نہ گیا ہو تو اس کی قیمت خیرات کرنا واجب ہے۔ ہاں! قربانی واجب ہونے کے لئے بارھویں ذیحجۃ الحرام کے غروب آفتاب سے کچھ پہلے تک کے وقت کا اعتبار ہے جیسے جو کوئی بارھویں تاریخ کے آخر تک مالدار رہا یا ایک شخص پہلے محتاج تھا پھر بارھویں تاریخ کے آخر میں مالدار یا غنی ہو گیا یا پہلے پیدا نہ ہوا تھا بارھویں تاریخ کے آخر میں پیدا ہو تو ان پر قربانی واجب ہے۔ برخلاف اس کے اگر کوئی پہلے مالدار تھا پھر

مرتبہ محمد رضی الدین معظم

گلدستۂ عید

نادرِ شعری انتخاب

ہلالِ عید

ہلال عید نظر آ گیا اُفق پہ آج
گلاب کھلنے لگے جھولتی شفق پہ آج

غزوۂ شوال! اے نورِ نگاہِ روزہ دار
آیا کہ تیرے لیے مسلم سراپا انتظار

عید کے چاند تجھے اپنے چمک کی ہے قسم
مسکرا ایسے کہ گھر گھر میں اُجالا کر دے

جھکایا سر تو نکلا عید کا چاند
ماہِ نو ہے خم گردن کسی کا

آ میرے چاند عید کے روزہ حرام ہے
کس طرح تری شکل کا ہو کا منائے عید

انتیسویں کو رُخ کی ترے دید ہو گئی
اب چاہے چاند ہو کے نہ ہو عید ہو گئی

عید کا چاند جسے کہتا ہے سارا عالم
میں یہ سمجھا مرے محبوب کی انگڑائی ہے

ہلالِ عید تجھکو عید پر تنہا نہ آنا تھا
مری دنیا میں مرے چاند کو بھی ساتھ لانا تھا

ماہ نو دیکھنے تم چھت پہ نہ جانا ہرگز
شہر میں عید کی تاریخ بدل جائے گی

تم کوٹھے پر چڑھے تھے دیکھنے ماہ نو
تم کو سارا زمانہ چاند سمجھا عید کا

دیکھا ہلال عید تو محسوس یہ ہوا
شاید کسی حسین کی ابرو الٹ گئی

یہ تو اللہ نے دکھایا ہے
عید کا چاند نظر آیا ہے

ترے دیدار سے بڑھکر نہیں کوئی خوشی ہمکو
ہلال عید بھی ہم نے ترا منہ دیکھ کر دیکھا

پھر کیوں ہے غریبوں کے مکانوں میں اندھیرا
یہ ہلال عید اگر سارے زمانے کے لئے ہے

عید کے چاند غریبوں کو پریشان نہ کر
تجھکو معلوم نہیں زیست گراں ہے کتنی

ہلالِ عید نے کچھ ایسا کر دیا جادو
ہجوم غم میں مسرور اپنے بیگانے

روزِ عید

وہ بن سنور کے ہیں تو توقع ہے دید کا | دن حشر کا نہیں ہے یہ ہے روزِ عید کا

عید اُس کی ہے جس کی عید کے ساتھ | سو غریبوں کی عید ہوتی ہے

جب وہ نہ ہوں تو عید ہے کیا واسطہ مجھے | آئے تو ان کے ساتھ نہیں تو نہ آئے عید

اللہ اللہ یہ قیامت کا نظارہ کیسا | کتنے سنسان کھنڈر سے ہیں یہ گھر عید کے دن

ہر اک مایوس کو بھی کچھ نہ کچھ امید ہوتی ہے | برس دن ہے برس دن عید پھر عید ہوتی ہے

خوشی پھیر رہی ہے خلق خدا صبح عید ہے | ہر سمت زیب و زینت ہے دنیا کی دید ہے

آج اور وہ پھر سال بھر نہ آئے | ہونے نہ پائے شام گزرنے نہ پائے عید

یوں برس دن کو بھی خوشیاں مناتے ہیں مگر | در حقیقت تم جسے مل جاؤ اسکی عید ہے

دل سے دعائیں دیتا ہوں میں روزِ عید کو | آنکھیں ترس رہی تھیں برس بھر سے دید کو

کھانا بھی کھلانا بھی پہنانا بھی ہے نیکی | دیکھے تو کوئی آج جہاں میں اثر عید

مسرور مسلماں نہ ہوں کیوں عید کے دن | ایک ماہ کے روزے دن کا اجر ملتا ہے

عید ایک مژدۂ جاں بخش ہے ملت کیلئے | عید انسانی مساوات کا پیغام بھی ہے

تھی جتنی رنجشیں وہ ہوئی دور عید پہ | ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا شیر خرما

یتیم و مفلس و بیکس کا بھی خیال رہے | خوشی میں بھول نہ جاؤ کہ عید کا دن ہے

عید کا پڑھکر دوگانہ اہل ایماں ہر طرف | ملتے ہیں باہم گلے شور مبارکباد ہے

ملک عدم میں یارب کیا عید ہو رہی ہے | جلتے ہیں مرنے والے کپڑے بدل بدل کر

ہوئے ہنگامے جب کس کس کے گھر چولھے نہیں سلگے | بروزِ عید اب ماتم ایسا ہونے والا ہے۔

مناؤ سادگی سے عید یا ماتم کرو رضوان | کہ ایسے غم سے محرومین کو کیا ہونیوالا ہے۔

دوست روزِ عید شب غم سے کم نہیں | تیرے بغیر ساغر مئے سم سے کم نہیں

جب تیری دید ہوتی ہے | ہم غریبوں کی عید ہوتی ہے۔

حشر تک یاد رہے گی وہ قیامت مجھکو
عید کے دن وہ تیرا عید مبارک کہنا

خوش ہیں مسکین و غربا و نادار سب
نصرت بے کساں عید رمضان ہے۔

ہر کسی کو خوشی بانٹی جاتی ہے
مادر مہرباں عید رمضاں ہے

شیر خرمے سیویوں کی بہتات ہے
لذت ہر زباں عید رمضاں ہے

اللہ اللہ یہ قیامت کا نظارہ کیسے
کتنے سنسان کھنڈر سے ہیں یہ گھر عید کے دن

ہر طرف ہے زکوٰۃ اور فطرے کی بات
دعوت نیکیاں عید رمضان ہے

عید ملاپ

غیر بھی آج آکر گلے ملتے ہیں
کیا پیارا سماں عید رمضان ہے۔

کرتا ہے مصافحہ تو گلے ملتا ہے کوئی
جذبات مسرت میں ہے ڈوبا اثر عید

ہمیں ملنا ہے مسلم سے ہمیں ملنا ہے ہندو سے
ہماری عید ہے ہم کو سبھی سے عید ملنا ہے

آج ہے وہ روز عشرت آج وہ دن عید کا
ہوتے ہیں آکر بغلگیر آشنا سے آشنا

داغ ہے عید کے دن بھی نہ ملے وہ آکر
یہ گیا وقت پھر آئے گا بھلا کون سے دن

عید آئی ہے عالم سے مل کر مجھ سے ملنے آئے ہو
آج ایک عالم سے ملنے کا مزہ آیا مجھے

تمیز اپنے پرائے میں کیا ضرور ہے آج
ہر ایک سے ہاتھ ملاؤ کہ عید کا دن ہے

کتنے کو مل رہے ہیں گلے آج سب مگر
احباب دل سے دل بھی ملائیں تو عید ہو

عید کا دن ہے کے آج تو مل لے ظالم
رسم دنیا بھی ہے موقعہ بھی ہے دستور بھی ہے

عید کے دن تو شوق سے ملئے
سال بھر ہو چکا گلے مل کر

لگا لیا انھیں سینے سے خوش الفت میں
غرض کہ آ ہی گیا مجھکو پیار عید کے دن

کم سے کم آج تو اے دوست کبھی مل ہم سے
عید کے روز تو دشمن بھی گلے ملتے ہیں

ختم کر دیجئے گلے مل کر گلے
ہر کدورت قلب سے دھوتی ہے عید

عید کا دن ہے نہ ملئے آج کیوں کر
گلے ملنے سے شائد کہ دل بھی صاف ہو جائے

عید اور پردیس

رہ گیا اپنے گلے میں ڈالکر بانہیں غریب
عید کے دن جسکو غربت میں وطن یاد آ گیا

دشت میں غربت میں گلے کس سے ملیں عید کے دن
تیری تصویر ہی سینے سے لگا لیتے ہیں

عید کے دن سب ملیں گے اپنے اپنے یار سے
ہم گلے مل مل کے روئیں گے در و دیوار سے

اپنی آغوشِ تصور میں بٹھا کر تجھکو
عید صحرا میں منالی ترے دیوانے نے

ہماری عید تو وابستہ تیری دید سے تھی
جو تو نہیں تو بھلا عید کی خوشی کیسی

عید کی بھی خوشی تو دوستوں کی دید ہے
جو وطن سے دور ہیں کیا خاک انکی عید ہے

تہنیت عید

ہلال عید کو دیکھا تو تم یاد آئے
دلِ حزیں کو ستانے لگی تمہاری یاد

خلوصِ دل سے بہرحال پیش کرتی ہوں
ہزار بار تجھ کو عید کی مبارک ہو

تہنیت عید کی لکھتا ہوں تو رشک آتا ہے
میں نہ پہنچوں یہ درِ دوست پہنچے کارڈ

لوگ کہتے ہیں عید کارڈ جسے یہ روایت ہے اس زمانے کی
ایک دستک ہے ان کے دروازوں پر جن کو عادت ہے بھول جانے کی

میرا سلام عید بہرحال کر قبول
اے جانِ دوست تجھکو مبارک ہزار عید

دیکھا ہلال عید تو تم یاد آ گئے
اس محویت میں عید ہماری گزر گئی

عید کا چاند دیکھ کر ہم نے
ترے دیدار کی دعا مانگی

عید کیسے مناؤں میں لوگو
چاند میرا نظر نہیں آتا

عید آ رہی ہے اس کو بھلا خط میں کیا لکھوں
لکھوں سلام عید کا یا کہ دعا لکھوں

مانگتا بھول نہ جانا ہم کو
چاند کو دیکھ کے گر ہاتھ اٹھیں

گل نہ ہو گا تو جشنِ خوشبو کیا
تم نہ ہوں گے تو عید کیا ہوگی

میری طرف سے عید مبارک ہو آپ کو
بس میرے پاس ہے یہی تحفہ برائے عید

تحفہ میسر ہو سکا نہ جب کوئی مل سکا
اشکوں کے ہار لائی پرو کر ہماری عید

دیکھا ہلال عید تو آیا ترا خیال
وہ آسماں کا چاند ہے تو میرا چاند ہے

تمہارے چاند سے رخسار کی گر دید ہو جاتی
قسم ہے اپنی آنکھوں کی ہماری عید ہو جاتی

کیا لطف عید آپ اگر مجھ سے دور ہیں
گزرے گا روز عید تصور میں آپ کے

ہو مبارک عید کے ایسے ہزاروں دن تمھیں
جب کسی سے عید ملنا یاد کر لینا ہمیں

عید کا دن بھی شب ماتم ہے میرے واسطے
جس خوشی میں وہ نہ آئے وہ خوشی اچھی نہیں

سنو! الفاظ کم ہیں اور تمنائیں ہزاروں ہیں
مبارک ہو میری جانب سے تم کو عید کی خوشیاں

جب وہ نہ ہوں تو عید سے کیا واسطہ مجھے
آئے تو ان کے ساتھ نہیں تو نہ آئے عید

دستور ہے دنیا کا مگر یہ تو بتاؤ
ہم کس سے ملیں کس کو کہیں عید مبارک

عید ایک تہوار ہے جس میں گلے ملتے ہیں لوگ
اس ملن سے ختم ہو جاتا ہے آپس کا نفاق

عید قرباں

یہ عجیب رسم دیکھی کہ بروز عید قرباں
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

آج ہے خنجر غم اور گلوئے دشمن
عید قرباں میں نئے رنگ کی قربانی ہے

گلا کٹوانے والو اب تمہاری عید ہے
تیغ ابرو اٹھ گئی مژگاں کا بھی خنجر اٹھا

آج بسمل ہیں سامنے مولیٰ کے تڑپا جائے ہے
ذبح ہو کر بخشش کی ہے جس نے قربانی کی عید

حسرت قتل گہہ اہل تمنا مت پوچھ
عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسماعیل

★

از محمد رضی الدین معظم

یوم عرفہ (یوم الحج)

منہ مانگی مُراد پانے کا دِن

معزز مکرم قارئین! آج نویں ذی الحجۃ الحرام عرفہ کا دن یعنی یوم الحج ہے۔ میدانِ عرفات میں جہاں بندے خدا کی بندگی پر ناز کرتے ہیں۔ حجاج کرام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ادھر آسمان پر ملائک کے صف در صف موجود ہیں جو حجاج کرام کی آہ و زاری خشوع و خضوع مخلصانہ و والہانہ جذبات کا نظارہ کرنے جمع ہیں اور صدائیں بلند کر رہے ہیں حاجیوا خوب دل کھول کر بارگاہِ رب العزت میں آہ و زاری کرو اور جی بھر مرادیں مانگ لو آج وہ اقبال مسعود یوم ہے کہ عمر بھر کی خطائیں منٹوں میں معاف ہو جاتی ہیں۔ عرفہ کا دن ایک طرف روز محشر کی یاد دلاتا ہے تو دوسری طرف جلوۂ تقدیس آمیز مذہب اسلام کے ممتاز معظم اجتماعیت و اتحاد کا روح پرور نظارہ پیش کرتا ہے۔ بوجہ ادائی فریضۂ حج منشاء وحدت پیش ہے ہر ایک مشترک لباس احرام میں ملبوس ایک مرکز عرفات میں جمع ہیں۔ یہ وہ وسیع عریض میدان ہے جس پر انقلابات روزگار اور تغیرات عالم کا کچھ بھی اثر نہ ہو سکا عین اُسی حالت میں موجود ہے جو انسانی آبادی سے بیشتر دنیا کی حالت تھی۔ روایات میں ہے کہ میدان عرفات میں حجاج کرام کو ایسا یوم مبارک حاصل ہے۔ جہاں

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی لہٰذا آج اولاد آدم کی
تا قیامت نویں ذی الحجہ کو ہر سال صرف قدم رکھنے پر خطائیں معاف ہو جائیں گی۔
یہاں اس امر کی جانب بھی اشارہ ملتا ہے کہ حضرت انسان اپنے غلطی و
قصور کے بعد جب حضور قلب و توجہ کامل اور عجز و انکساری کیساتھ بارگاہ
رب العزت میں رجوع ہوتا ہے۔ گناہ کا اعتراف کر لینا رحمت رب العالمین
کو اپنی لغزشوں و غلط کاریوں پر نقصان زدہ خسارن رسیدہ تصور کرنا
اولاد آدم کا شیوہ و شعار ہے۔ بالفرض اگر حضرت آدمؑ سے گناہ کا ارتکاب
نہ ہوگا تو وہ اپنی اولاد کے لئے عفو و ذنب کا دور بھی ورثہ میں نہ چھوڑتے
کیا عجیب ہے حضرت آدمؑ کی خطا میں یہ حکمت عروج ربانی مضمر ہو کہ جس طرح
صدور گناہ فطرت انسانی کا خاصہ ہے اسی طرح توبہ از گناہ عین فطرت
انسانی ہے توبہ اور پھر منہ مانگی مراد پانے کے لیئے یوم عرفہ عطیہ اکرم ہے کہ دریائے
رحمت جوش میں ہے۔ رب العالمین کی رحمت گناہگاروں سے قریب ہے کہ
جب رب العالمین لبیک کی صدائے گونج میں برہنہ سر گرد و غبار سے
اَٹے ہوئے دور دراز اہل و عیال کی محبت سے محروم بندگانِ خدا کو ملاحظ
فرماتا ہے تو ملائکہ سے خطاب عام کے ذریعہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔
فرشتو! گواہ رہنا میں نے انھیں بخش دیا۔ حضور نبی محترم معظم المرسلین کا
شمیم ارشاد کہ یوم عرفہ یا یوم الحج شیطان کیلئے مایوسی و ذلت و خواری کا دن ہے۔
وہ دیکھتا ہی رہ گیا کہ آغوش رحمت رب العالمین میں حجاج کرام کی غلطیاں
معاف ہو گئیں اور ماں پیٹ سے جنم لینے والے دن کی طرح فرزند آدم بن گئے۔
اس مختصر تحریر کے بعد بندہ عاجز عاصی پُرمعاصی محمد رضی الدین معظم
بھی دعائے خیر کا طالب ہے۔ روز جزا کے بعد اگر کوئی دن کی اہمیت ہے۔

وہ ہے یوم الحج یا عرفہ کا دن۔ یوم الحج کو یوم الدین پر ایک حیثیت سے فوقیت بھی حاصل ہے کہ یوم الدین میں عدل و انصاف سزا و جزا ، کا عمل ہوگا اور آج کا دن یوم الحج ہیں بخششیں عام عفو و درگذر رحمت ہی رحمت ہے، پرسش اعمال یا مواخذہ کو مطلق دخل نہیں۔ یوم الدین سے قبل یوم الحج اس لیئے مقرر ہے کہ اس دن کی داد و گیر دستگاری نصیب ہو۔

اے اللہ ذوالجلال! آج میدان عرفات میں یوم الحج کے موقعہ پر آپ نوشۂ بزم عالم ہیں اس بے پناہ فرحت و مسرت عظمیٰ لمحات میں حجاج کرام کو بکمال عجز و انکساری بصد خلوص مبارکباد پیش کرنے کی جسارت نظر اجازت عطاء ارجمند سے ممتاز فرمایئے اور بندۂ عاجز محمد رضی الدین معظم کی روح تا قیامت آج کی حضار محفل کی بے پناہ خوشیوں میں مبارکبادی باقی رہے اور قبول ہوئے۔ ع برتو ایں محفل شاہانہ مبارک باشد آمین

عہد عتیق سے یہ رواج ہے کہ ۹ ذیحجہ عرفہ کا دن سے موسوم ہے ہر مسلمان امیر غریب آج کے دن اپنے گھروں میں فاتحہ کا اہتمام کرتے ہیں غریب لوگ کم از کم اپنے گھروں میں بگھارا کھانا دالچہ ضرور پکاتے ہیں اور قبرستانوں میں فاتحہ خوانی کے لیئے بکثرت لوگ گل افشانی سے ایصال ثواب کرتے ہیں صاحب نصاب حضرات دوسرے دن یوم عیدالضحیٰ کی تیاری میں بکروں کی خریدی میں مصروف و سرگرداں رہتے ہیں۔ آج ہی کے دن فجر سے تیرھویں ذیحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد تکبیر تشریق اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد مردوں کیلئے جہراً با آواز بلند ایک بار کہنا واجب ہے اور تین بار کہنا افضل ہے۔ تکبیر تشریق کا فرض نماز کے سلام پھیرنے کے فوراً بعد کہنا واجب ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے آج کا دن لہو و لعب یعنی ٹی وی، ویڈیو، کرکٹ، فضول بکواس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیئے۔

محمد رضی الدین معظم

احکام و مسائل قربانی

اُمت مسلمہ کیلئے مسرت منظور اشرف سلیم اعزاز ۔

قربانی مشرف تاباں اعجاز ہے

معزز مکرم قارئین! طہورہ تقدیس آفریں زیب دین اسلام شرع شریف میں عبادت کی نیت سے مخصوص دنوں میں مخصوص جانوروں کے ذبح کرنے کا نام قربانی ہے قربانی کی احادیث میں کئی بار ثروت و فضیلت بیان کی گئی ہے قربانی کرنے سے جوں ہی قربانی کے ذریعہ خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو بفضل سُبحانہ تعالیٰ صاحب قربانی (یعنی جس کی طرف سے قربانی کی جائے) کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور قربانی کے ایک ایک بال بلکہ ہر ہر رونگٹے کے عوض ایک ایک نیکی نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے ۔ جس گھر یا حصہ میں قربانی کی جاتی ہے ۔ وہ گھر یا حصہ صاحب قربانی کے لئے دُعا کرتا ہے ۔ جس کی بدولت گھر میں امن وامان ۔ راحت و فرحت مسرت ، صحت و عافیت اور صاحب خانہ کے مال و متاع میں خیر و برکت بفضل ربی اشرف سلیم مشرف تاباں اعجاز حاصل رہتا ہے

قربانی کرنا واجب ہے

قربانی کرنا ہر آزاد ، مقیم اور صاحب نصاب مسلمان (مرد و عورت) پر واجب ہے ۔ لیکن غلام مسافر اور محتاج پر واجب نہیں ہے ۔ صاحب نصاب سے مراد مسلمان مرد و عورت جنکی اصلی ضروریات یعنی سکونتی رہائشی مکان و اسباب خانہ داری کے علاوہ اگر سونا چاندی کسی حال میں ہوں (سونا

جب حضرت اسمٰعیلؑ کچھ بڑے ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے نورِ چشم کو راہِ للہ میں قربان کر رہے ہیں ... نیند سے بیدار ہونے پر مہ تابِ فضل نورِ چشم حضرت اسمٰعیل سے فرمایا۔ یٰبُنَیَّ اِنِّی اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّی اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی (آیت ۱۰۲ سورہ صفٰت پ۲۳) اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ گویا تم کو ذبح کر رہا ہوں تو تم سوچو کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ تو نورِ چشم فرزندِ محترم نے انتہائی سنجیدگی حلم و بُردباری ایثار و قربانی کا جسارتِ نظیر مظاہرہ فرمایا اور یوں گویا ہوئے یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (آیت ۱۰۲ پ۲۳) (انہوں نے کہا) ابا جان جو آپ کو حکم ہوا ہے وہی کیجئے۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔.. بس اس طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل دونوں بحکم عروج انوارِ ربانی کے لئے جسم و جاں سے راہ للہ میں قربانی کے لئے تیار ہو گئے اور چشم فلک نے یہ بار یہ فدا کارانہ آزمائشی و امتحانی منظر دیکھا کہ ایک ضعیف باپ اپنے کلوتے فرزند صدیقہ الرحمٰن کو جو بڑھاپے کا سہارا بھی ہیں اپنے ہی ہاتھوں محض خواب میں دیکھے ہوئے حالات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ذبح کرتے جا رہے ہیں اور فرزند محترم بیتیٔ عظیم بھی بلا کسی پس و پیش صبر و ضبط کی جسارت نظیر کیفیت کے ساتھ پدرِ محترم معاون و مددگار بنے ہوئے ہیں .... اللہ ذوالجلال نے اس جذبۂ فدا کاری کو دیکھ کر آواز دی اے ابراہیمؑ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۝ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۝ (پ۲۳۔ صفٰت) تم (اے خضر ابراہیمؑ) نے خواب کو سچا کر دکھایا ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی اور ہم ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ دیا اور پیچھے آنے والوں میں ابراہیمؑ کا (ذکر خیر باقی) چھوڑ دیا"۔ یعنی اللہ رب العزت نے مسہ تاج فضل نورانی کے باعث حضرت اسمٰعیلؑ کے بدلے ایک جنتی دُنبہ ذبح کروایا" بس اللہ کو یہ قربانی اتنا پیاری ہوئی کہ ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر لاکھوں جانور ذبح ہو کر مسلمانانِ عالم اُسی ذبح عظیم کی یاد تازہ کرتے ہیں اور جانوروں کو ذبح کر کے راہ للہ میں سب کچھ قربان کر دینے اور احکامات و قوانین عروج ربانی کی بجاآوری کا عہد و پیمان کرنے پر فخر و ناز محسوس کرتے ہیں۔

معزز مکرم قارئین! عیدالاضحیٰ میں عبادت (نماز عیدالاضحیٰ) اور قربانی کا ثواب بہت زیادہ ملتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک کام کے لئے بقر عید کے مقررہ دنوں سے زیادہ پسندیدہ خدا کے یہاں دوسرے دِن نہیں۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں لیکن ایسا شخص کہ اپنی جان و مال کو لے کر جہاد کے لئے نکلے اور پھر اپنی جان و مال میں سے کوئی چیز لے کر واپس نہ ہوا ایسا شخص افضل و برتر ہے (بخاری شریف) حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے کہ صحابہ کرامؓ نے رسول معظمؐ سے دریافت کیا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؛ تو حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ تمھارے باپ حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اسمیں ہمارے لئے کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے (ابن ماجہ شریف) حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ حضور انورؐ نے فرمایا کہ جو اہل ثروت ہو یعنی اپنے مال سے

قربانی کرسکتا ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو ہماری عیدگاہ کے قریب قطعاً نہ آئے (ابن ماجہ شریف) ایک بار حضور نبی ممتاز معظم المرسلینؐ نے قربانی کے متعلق تاکیدی حکم فرمایا کہ اے لوگو! ہر گھر والوں کے ذمہ ہر سال قربانی کرنا ضروری ہے (ابو داؤد) رسولِ معظمؐ نے خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم اپنی قربانی کے پاس ذبح کے وقت حاضر کھڑی ہو جاؤ کیونکہ جانور کے خون کا قطرہ گرنے سے پہلے تمہارے سب گناہ معاف ہو جائیں گے حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا یہ فضیلت و ثروت ہم سب اہلبیت کے لیئے ہی ہے یا ہر مومن اور مسلمان کے لئے؟ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ تمام مومن اور مسلمانوں کے لئے بھی ہے (بزاز ترغیب) رسول معظمؐ نے بار بار فرمایا کہ قربانی کے لئے جانوروں کو فربہ موٹا اور بڑا کرو کیونکہ پلصراط پر تمہاری سواریاں بنیں گی۔ (تلخیص الجبیر) حضور نبی مکرمؐ نے فرمایا کہ قربانی کے دن کوئی عمل بھی قربانی سے زیادہ اللہ رب العزت کو پیارا نہیں اور فرمایا کہ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنی سینگوں، بالوں، کھروں سمیت آئے گا۔

اور قربانی کا قطرہ خون زمین پر گرنے سے قبل ہی اللہ کے نزدیک قبولیت حاصل کر جاتا ہے لہذا قربانیوں کے لئے کسی قسم کی کوتاہی لغزش سے حتی الامکان بچے رہو کہ یہی تمہارے لئے اجر عظیم و عطیہ اکرم ہے (ترغیب)

خطاب اس دنیا سے اسمٰعیلؑ نے پایا ذبیح اللہ

بشارت خواب میں پائی کہ اٹھئے ہمت کا ساماں کیجئے
پئے خوشنودی مولیٰ! اسی بیٹے کو قرباں کیجئے
خلیل اللہ اُٹھے خواب سے، دل کو یقیں آئے
کہ آخر امتحاں بندے کا مالک لے رہا ہے

اُٹھے مُرسلؑ اُسی عالم میں رسّی اور تبرے کر
پئے تعمیل چل نکلے خدا کے پاک پیغمبر

پہاڑی پر سے دی آواز اسماعیلؑ اِدھر آیئے
اِدھر آیئے! خدائے پاک کا ارشاد سُن جایئے

پدر کی یہ صدا سُن کر پسر دوڑے ہوئے آئے
رُکے ہرگز نہ اسمٰعیلؑ اگو شیطان نے بہکائے

پدر بولے کہ بیٹے آج مَیں نے خواب دیکھا ہے
کتابِ زندگی کا اک نرالا باب دیکھا ہے

سعادت مند بیٹے جُھک گئے فرمانِ باریؑ پر
زمین و آسمان حیراں تھے اس طاعت گزاری پر

رضا جوئی کی یہ صورت نظر آئی تھی نہ اب تک
یہ جرأت بیشتر انساں نے دکھلائی نہ تھی اب تک

عجب بشاشؔ تھے دونوں رضائے ربِّ عزّت پر
تامّل یا تذبذب کچھ نہ تھا دونوں کی صورت پر

کہا فرزند نے اے باپ! اسمٰعیلؑ صابر ہے
خدا کے حکم پر بندہ پئے تعمیل حاضر ہے

مگر آنکھوں پر اپنی) آپ پٹی باندھ لیجئے گا
مرے ہاتھوں میں اور پیروں میں رسّی باندھ دیجئے گا

مُبادا آپ کو صورت پہ میری رحم آجائے
مُبادا میں تڑپ کر چھوٹ جاؤں ہاتھ تھرّائے

پسر کی بات سُن کر باپ نے تعریف فرمائی
یہ رسّی اور پٹی باندھنی اُن کو پسند آئی

ہوئے اب ہر طرح تیار دونوں باپ اور بیٹے
چھری اُنھوں نے سنبھالی تو یہ جھٹ قدموں میں آبیٹھے

پچھاڑے اور گھٹنے سینۂ معصوم پر رکھے
چھری پتھر پہ رگڑی ہاتھوں کو ملقوم پر رکھے

زمیں سہمی پڑی تھی آسماں ساکن تھا بیچارا
نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارا

پدر تھے مطمئن بیٹے کے چہرہ پر بحالی تھی
چھری حلقوم اسمٰعیلؑ پہ چلنے ہی والی تھی

مشیت کا اُدھر دریائے رحمت جوش میں آیا
کہ اسمٰعیلؑ کا ایک رونگٹا کٹنے بھی نہ پایا

ہوئے جبریلؑ نازل اور تھامے ہاتھ حضرتؑ کا
کہا بس امتحاں مقصود تھا ایثار و جرأت کا

یہ طاعت اور قربانی ہوئی منظورِ یزدانی
کہ جنت سے یہ بھیڑ آگیا ہے بہرِ قربانی

ہمیشہ کے لئے اس خواب صادق کا ثمر لیجے
اسی بھیڑ کو بیٹے کے عوض قربان کر دیجے

غرض دُنبہ ہوا قربان اسمٰعیلؑ کے صدقے
ہوئی یہ سنت اس ایماں کی تکمیل کے صدقے

خطاب اس دن سے اسمٰعیلؑ نے پایا ذبیح اللہ
خدا نے آپ اِن کے حق میں فرمایا ذبیح اللہ

*

وقت کرنا چاہیئے رات میں کرنی مکروہ ہے۔

قربانی کیلئے جانور: شرع شریف میں قربانی کے لئے صرف یہ جانور ہی مخصوص ہیں۔ بکرا۔ بکری۔ مینڈھا۔ بھیڑ۔ بیل۔ گائے۔ کھلگا۔ بھینس۔ اونٹ۔ اونٹنی۔ ان جانوروں کے سوائے کسی بھی جانور کی قربانی صحیح نہیں۔ بکرا بکری مینڈھا۔ بھیڑ کی عمر ایک سال بیل، کھلگا، بھینس گائے کی عمر دو دو سال اور اونٹ اونٹنی کی عمر پانچ سال ہونی چاہیئے اس سے کم عمر کے جانور قربانی کے لیئے درست نہیں اور اگر زیادہ عمر ہو تو افضل ہے۔ مینڈھا جس کو دُنبہ کہا جاتا ہے۔ چھ ماہ کا بھی درست رہتا ہے جو دیکھنے میں لحیم شحیم بڑا معلوم ہوتا ہو۔ یعنی سال بھر والے بکروں کے منڈے میں چھوڑا جائے تو دیکھنے والوں کو دور سے برابر کا نظر آئے۔ قربانی کے جانور کا صحیح و سالم تندرست ہونا بھی ضروری ہے یعنی اس کے کسی عضو میں کسی قسم کا عیب نقص خرابی نہ ہو لہٰذا اس قسم کے جانور قربانی کے لائق نہیں۔ اندھے۔ کانے۔ لنگڑے۔ نہایت لاغر دُبلے کمزور جو قربان گاہ تک نہ چل سکیں۔ تہائی سے زیادہ کان۔ دم یا سُرین کٹے ہوئے ہوں یا پھر تہائی سے زیادہ بینائی جاتی رہے۔ بینائی کا اندازہ جانور کے سامنے چارہ ڈال کر کرسکتے ہیں۔ بغیر دانت والے اور وہ گائے بیل وغیرہ جن کی سینگیں جڑ سے ٹوٹے ہوئے ہوں اور اگر ماں پیٹ سے ہی جنکی سینگیں نہ رہی ہوں البتہ ان کی قربانی درست ہے۔

قربانی کے شرکا یا حصہ دار: قربانی کے لئے صرف ایک شخص کی طرف سے ایک ہی جانور بکرا یا بکری یا مینڈھا (دنبہ) ہونا چاہیئے۔ اور بیل، گائے، کھلگا، بھینس، اونٹ، اونٹنی میں زیادہ سے زیادہ سات آدمی تک شریک ہوسکتے ہیں۔ بشرطیکہ سب کی نیت صرف

اور صرف قربانی ہی ہونی چاہیے بلکہ ساتوں آدمی برابر ساتواں حصہ قیمت بھی ادا
کریں اور سب کے سب کا جانور کی خریدی کے وقت شریک ہونا مستحب عمل
افضل و عطیہ اکرم ہے ورنہ اگر ایک شخص جانور خریدے اور چھ افراد قربانی کی
نیت سے شریک ہوں تو بھی صحیح ہے مگر حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک
ایک روایت میں مکروہ کہا گیا ہے۔ حتی الامکان کوشش کریں کہ سب کے
سب شریک ہوں لیکن چونکہ خواتین محترم کا شریک ہونا بہتر نہیں سمجھا جاتا
لہذا ایسی صورت میں درست ہے۔ اِس طرح قربانی کا گوشت بھی برابر تقسیم
کر لینا بھی شرط ہے اگر کسی ایک نے بھی قربانی کی نیت نہیں کی بلکہ صرف
گوشت کھانے یا فروخت کرنے کی نیت رکھی یا پھر کسی ایک نے بھی
قیمت برابر ادا نہیں کی یعنی قربانی ہو جانے کے بعد یہ کہے کہ میرا حصہ یہاں
بہت مہنگا پڑ رہا ہے۔ دوسری جگہ اس سے سستا مل رہا تھا وغیرہ وغیرہ
کہکر کم ادائی یا برابر ادا نہیں کی یا ایک بھی شخص جانور کی خریدی کے وقت
شریک نہیں ہوا یا باہم گوشت کی تقسیم میں بھی اعتراض و بحث و تکرار ہو جائے
تو کسی کی بھی قربانی درست نہیں۔ لہذا سات آدمی شریک ہوتے وقت قیمت
تقسیم وغیرہ میں کسی قسم کا شک و شبہ دل میں نہ لائیں اور انتہائی صاف و
کھلے دل سے قربانی کے حصوں میں شریک رہیے تاکہ ایک یا زائد افراد کی
بدنیتی سے دوسروں کی قربانیاں ضائع نہ ہو جائے۔ خدانخواستہ اگر کسی کو قیمت
میں فرق بھی محسوس ہو تو قربانی کی ثروت وفضیلت جو خود عطیہ اکرم اور مسرت
منظور اشرف سلیم مشرف تاباں اعجاز ہے کھلے دل سے درگذر کر کے قربانی کو
قبول کر لیں۔ یہ بھول سے بھی مت سمجھئے کہ خواہ مخواہ قربانی میں یہاں تھوڑے
سے پیسے زائد چلے گئے صرف اور صرف قربانی کے اجر عظیم اور اس کے مشرف تاباں

کوئی چودہ لنگ ستھاپن کیا جن کو جیوتر لنگ کہتے ہیں۔ کشمیر کا مندر کیدار ناتھ کے نام سے مشہور ہے اور سری سیلم نے ملیکارجن کہلاتے ہیں۔

ترہی لنگا کے تین لنگوں میں ایک سری شیلم ہے۔

سری سیلم سطح مرتفع دکن میں دریائے کرشنا کی وادی پر ہے۔ جس سے تعلقہ اچم پیٹ، امرآباد ملحق ہے۔ اس مقام کا ذکر پرانوں میں آتا ہے۔ بھارت کے یودھا ارجن نے یہاں آکر تپسیا کی تھی کہ شیوجی کو پرسن کر کے وردان پراپت کریں۔

سری سیلم کو تاریخی اہمیت بھی حاصل ہے۔ چنانچہ آندھرا کے نامور چکرورتی سری کرشنا دیورایلو نے سری سیلم کی یاترا پر آئے۔ یہاں کے شوالہ جو ملکارجن کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ بطور اظہار عقیدت پوجا کی اور اپنے یاترا کی یادگار کے طور پر ایک بڑا مکان اور گوپورم تعمیر کروایا۔

اس کے بعد چھترپتی سیواجی سری سیلم کے ملکارجن کی سیوا میں حاضر ہوئے کرشنا دیورایلو کی طرح چھترپتی شیواجی نے بھی ایک مکان اور گوپورم تعمیر کر دیا۔

یہ دونوں یادگاری عمارتیں آج تک ان راجاؤں کی خدا ترس ذہنیت کی یاد دلاتی ہے۔ جب سنسار پر آفت آتی ہے تو شیوجی خود کو جوکھم میں ڈالتے اور سنسار کو بچاتے ہیں چنانچہ امرت کیلئے ساگر منتھن ہوا۔ امرت نکلا تو دیوتاؤں نے بانٹ لیا۔ لکشمی نکلی تو وشنو نے اپنا لیا کلپاترو۔ کام دھینو کو سورگ میں رکھ گیا مگر جب وِش نکلا تو کسی نے ہاتھ نہیں بڑھایا بلکہ منہ موڑا۔ اگر وہ زمین پہ گرتا تو جل کر خاکستر ہو جاتا۔ سب پریشان تھے تب شیوجی مسکراتے ہوئے آگے بڑھے اور زہر کا پیالہ پی لیا۔ اور اسے گردن میں تھام لیا۔ سو وہ کالا پڑ گیا تب سے وہ نیل کنٹھ کہلانے لگے شیوجی بڑے بھولے اور دیالو ہیں اسی لیئے اگر کوئی بھولا پن کرتے تو اسے بھولا شنکر کہتے ہیں۔ زعفران کستوری۔ مرغن پکوان کی ضرورت نہیں وہ تو غریبوں کے دیوتا ہیں۔ لوٹا بھر پانی ہر ہر مہا دیو کہتے ہوئے لنگم پر ڈالیئے ایک بیل پتر چڑھا دیجئے۔ (بشکریہ سیاست حیدرآباد)

شری دیلار تی مانک راؤ

مہا شیوراتری

مہا شیوراتری شیوجی کے پرگٹ ہونے کا مبارک شبھ ہے۔ ہندو بڑی عقیدت سے آج روزہ رکھتے ہیں، عبادت کرتے اور رات بھر جاگتے ہیں، ہندو عقیدہ کی رو سے اس سنسار کی سرشٹی سے ازل سے ابد تک کے کرتا دھرتا تین مورتی ہیں جو برہما، شیوا اور مہیشور کہلاتے ہیں۔ شیوجی کے کئی نام ہیں۔ ان میں سے مہیشور، لنگا، شنکر اور مہادیو زیادہ عام ہیں۔ یوں تو کوئی موضع ایسا نہیں جہاں شوالہ نہ ہو مگر شمال کی جانب نیپال میں پشوپتی ناتھ کا مندر ہے جنوب میں تو خود سری رامچندر جی لنکا فتح کرکے لوٹے تو پہلے ہی قدم پر رامیشورم میں شیوجی کی پوجا کرنے کے بعد ہی وہ اجودھیا کی جانب بڑھے گا۔ گنگا کنارے بنارس جو عرفِ عام میں کاشی کہلاتا ہے۔ ہندوؤں کا متبرک و مقدس مقام ہے اب رہا آندھرا پردیش یہ تو خود شیوجی کے نام نامی سے منسوب ہے۔ وہ اس طرح کہ آندھرا اور تلگو مترادف الفاظ ہیں۔ لفظ "تری لنگا" (یعنی تین لنگ) سے تری لنگا دیش کہلایا۔ عام بول چال میں تلنگانہ ہوا اور زبان کا نام تلگو ہوا۔ شیوجی کے کئی نام ہیں جن میں لنگا یا لنگ بھی ایک ہے۔ علاقہ دکن میں تین لنگ مشہور ہیں جن میں سے ایک شمال کی جانب کالیشورم کے مقام پر ہے جہاں گوداوری سے پرہیتا میں گنگا آن ملتا ہے۔ دوسرا مغرب کی جانب گوداوری کے کنارے دراکشارام ہے۔ یہی تین لنگوں کے درمیان کا علاقہ تری لنکا دیش کہلایا۔

یوں تو جگت گرو شنکراچاری نے ہندوستان کے طول و عرض میں

اس دن دریاؤں میں نہانے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ سنکرات کوتل بھی بانٹا جاتا ہے جو سارے ہندوستان میں مہان مانا گیا ہے۔ سنکرانتی جیسا کہ بیان کیا گیا۔ سورج دیوتا کی پوجا کا عظیم دن ہے اور سورج دیوتا کی پسندیدہ غذا پنگل (لفظی معنی کھیر) انکو چڑھایا جاتا ہے۔ پونگل ٹامل سال نو کا جشن بھی ہے۔ مدراس وغیرہ میں اس دن کھیر چاول، دودھ، گڑ کے ساتھ بڑے اہتمام سے تیار کیا جاتا ہے۔ نئی ہانڈیاں جنہیں وہ پونگل پنائی کہتے ہیں، ان پر ناریل، موتر، گنے، ادرک، لہسن وغیرہ کے پتے باندھ کر اس میں کھیر کا پرشاد تیار کیا جاتا ہے۔ (ابھال (ابال) آنے والی برکت کی پیشین گوئی کرتا ہے اور اس لیئے عورتیں اس دن ایک دوسرے دودھ کے ابال کے بارے میں دریافت کرتی ہیں۔ اس طرح یہ عظیم تیوہار اختتام کو پہنچتا ہے۔

شری ہیمن دت

گرو پورنیما

یہ تہوار اشاڑھ کی ۱۴ تاریخ کو آتا ہے۔ یوں تو ہر مذہب کے ماننے والے استاد کو عزت، عقیدت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دیگر ہندو دھرم میں استاد کو بھگوان کا درجہ دیا گیا ہے۔ اسی عقیدت کی پیروی ماننے والے شری وید ویاس جنہوں نے مہابھارت لکھا ہے کو اپنا بڑا گرو مانتے ہیں۔ گرو پورنیما ویاس کی یاد کا دن ہے۔ آج کے دن شاگرد اپنے اساتذہ سے ملتے ہیں اور آشیرواد حاصل کرتے ہیں۔ یہ تہوار استاد شاگرد کے رشتے کو مستحکم کرتا ہے۔

(بشکریہ امر بھارت)

اعجازہ کا خیال رہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ ہاں قربانی کے لیے سات شرکا میں سے
کسی نے بجائے قربانی کے صرف ایصال ثواب کی نیت سے پیسے دیدے تو بھی
قربانی درست نہیں تمام شرکاء کا صرف اور صرف قربانی ہی کی نیت کرنا ضروری
ہے۔ البتہ مرحومین کی جانب سے قربانی کی نیت سے ورثہ شریک رہیں تب
قربانی درست ہے۔ افضل یہ ہے کہ تمام مرحومین کیجانب سے ایک سالم جانور کے
شرکا بنیں اور بقید حیات افراد دوسرے جانور میں شریک رہیں اس قسم کی
ذمہ داریاں قبول کرنے والے افراد بھی قربانی کے معاملہ میں کم سے کم منافع کو ملحوظ
رکھتے ہوئے قربانی کے جانوروں میں شرکاء بنائیں، اُن کے لیئے یہ دینی خدمت
لائق تحسین واشرف سلیم مشرف تاباں اعزاز رہیگا۔

قُربانی کے جانور کا ذبح کرنا

قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کا بھی وہی طریقہ ہے جو عام جانوروں کے ذبح کرنے کا ہے۔
البتہ قربانی کے جانور کو صاحب قربانی خود ذبح کرے تو مستحب وافضل ہے
سعیدہ اعجاز ہے اگر آپ خود ذبح نہ کریں تو ذبح کے وقت ضرور سامنے رہیں۔
یہ بھی ایک شرف تاباں اعجاز ہے مگر یاد رہے کہ کافر ذبح کرے تو قربانی
درست نہیں اور یہودی ونصرانی سے ذبح کروانا مکروہ ہے
جانور کے ذبح کے وقت یہ دعا پڑھیں:۔ اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ الاُضْحِیَۃ
تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلِکَ وَمِنْ مُحَمَّدٍ نَبِیِّکَ
وَحَبِیْبِکَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ۝ پھر بسم اللہ اللہ اکبر کہکر
ذبح کردیجیے ہاں! جب آپ کسی دوسروں کی جانب سے جانور ذبح
کر رہے ہوں تو الفاظ تقبل منی کے بجائے صاحب قربانی کا اور اُن کے والد کا
نام لیجیے جیسے اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ الاُضْحِیَۃ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ ضیاءالدین معظم

بن محمد رحیم الدین یا ناجیہ معظم بنت محمد رضی الدین معظم کما تقبلت
من ابراھیم خلیلک و من محمدٍ نبیک و حبیبک علیھما
الصلوٰۃ والسلام ہ قربانی کرنے سے پہلے متذکرہ دعا سے قبل یہ دعا بھی
پڑھنا افضل و اشرف سلیم انجاز ہے۔ انی وجھت وجھی الذی فطر
السمٰوات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ہ انّ صلواتی و
نسکی و محیای و مماتی للّٰہ ربّ العالمین لاشریک لہ، وبذلک
امرت وانا من المسلمین ہ ہاں !! اگر دعائیں نہ پڑھ سکیں تو کم از کم
دل میں صاحب قربانی اور ان کے والد محترم کا نام یا پھر خود کی جانب سے
قربانی کی طرف دل میں خیال کرکے صرف بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر کہکر ذبح کردیں تو
ذبیحہ درست ہوجاتا ہے صرف دعاؤں کے ثواب سے محروم رہتے ہیں اگر بسم اللّٰہ
اللّٰہ اکبر بھی نہ کہا گیا تو پھر ذبیحہ درست نہیں۔ جانور کو ذبح کرتے وقت یہ ذہن نشین
رکھیں کہ سب سے پہلے جانور کو تین بار تھوڑا تھوڑا پانی پلائیں پھر جانور کو شمالاً
جنوباً لٹا کر سر کو قبلہ رُخ رکھیں اور پھر ذبح کریں۔ بعض اوقات ذبح کے
وقت جانور کا سر جسم سے بالکل الگ ہوجاتا ہے یہ عمل مکروہ ہے لیکن قربانی
ہوجاتی۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ قربانی کے ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح
نہ کریں۔ ہاں اگر ذبح کے بعد جانور کے پیٹ سے بچہ نکلے تو اس سے قربانی پر
کوئی اثر نہیں پڑتا اور اگر بچہ زندہ ہو تو اسکو بھی ذبح کردیں۔ جانور کو ذبح کے
بعد جانور کو چھیلنے میں عجلت یا جلدی کرنا بھی درست نہیں جانور کی مکمل
روح پرواز ہونے تک انتظار کرنا مستحب و افضل ہے۔ قربانی کے ذبیحہ کے
مسنونات و مکروہات بھی وہی ہیں جو عام جانوروں کے ذبح کرنے کے ہیں۔
البتہ قربانی کے جانور سے بہ نیت قربانی قبل از قبل جانور خرید لیں تو قربانی تک

اس سے کسی قسم کا بھی نفع حاصل کرنا یعنی دودھ نکالنا بوجھ لادنا سواری کرنا یا سواری میں لگانا کرایہ پر دینا وغیرہ سب کے سب امور مکروہ ہیں۔

قربانی کے گوشت کی تقسیم

قربانی کے گوشت کی تقسیم کیلئے تین حصے کیجئے ایک حصہ محتاجوں اور فقیروں کو خیرات کر دیں دوسرا حصہ عزیز واقارب رشتہ داروں و ہمسایوں پڑوسیوں دوست احباب کو اور تیسرا حصہ خود اپنے اہل و عیال کے لیے استعمال کر لیں۔ دوسروں کے حصے تقسیم کرتے وقت کچا گوشت ہی تقسیم کر دیں یا پکا کر تقسیم کریں دونوں بھی درست ہیں اور خود کا حصہ اسی وقت استعمال کر لیں یا خشک کر کے اٹھا کر رکھیں۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ کچھ خواتین و حضرات عموماً عزیز و محتاجوں کے دو حصے تقسیم کرنے میں تھوڑی نااہلی کا ثبوت دیتے ہیں وہ یہ کہ دو برابر حصوں کو تقسیم کرنے میں کنجوسی برتتے ہیں ایسا کرنا درست نہیں یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اپنے لیے صرف اتنا تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے وغیرہ اس قسم کا خیال قربانی کے بے پناہ اجر عظیم واشرف سلیم اعزاز سے محروم کر دیتا ہے۔ یہ اللہ رب العزت کا کروڑ ہا احسان ہے کہ قربانی کے عوض نہ صرف ہم گناہ گاروں کو اجر عظیم سے ممتاز فرمایا بلکہ ایک حصہ گوشت کو بھی استعمال کرنے کیلئے شریک بنا کر بے پناہ ثواب کیساتھ ہماری غذا کو پر لطف بنا دیا۔

خواتین و حضرات اس مسئلہ کی باریک بینی کی وضاحت کے بارے میں اپنے تئیں کوئی خیال نہ کریں اور میری بات شاق گذرے تو بندہ عاصی پر معاصی محمد رضی الدین معظم کو ضرور معاف فرمایئے۔ جب سات حصوں والے جانور کی شرکت کی صورت میں تمام شرکاء قربانی کا گوشت

اندازہ سے نہیں بلکہ تول کر برابر تقسیم کرلیں، ہاں اگر گوشت کے ساتھ پیٹ
کے سارے اعضاء کلیجی بوٹی، دل، گردہ، سر اور پائے وغیرہ کے بھی ٹکڑے
بھی شامل کر دیئے جائیں تو ایسی صورت میں اندازے سے تقسیم کر لینا درست
ہے۔ ہاں! یہاں یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ اگر قربانی نذر مانے کے بعد
کی گئی ہو تو پھر اسکا گوشت استعمال کرنا یا عزیز و ہمسایوں میں تقسیم
کرنا درست نہیں بلکہ سب کا سب گوشت وغیرہ محتاجوں غریبوں
میں بانٹ دیں اس لئے کہ نذر کیلئے صدقہ لازم ہے۔

چرم قربانی چرم قربانی یعنی جانوروں کے چمڑوں کو اپنے مصرف میں
لانا درست ہے، یعنی ڈولی بستر وغیرہ بنا لینا اگر چمڑا
فروخت کر دیا جائے تو اس کی قیمت صدقہ کر دینا واجب ہے لیکن
قصاب کی اجرت میں دینا بھی درست نہیں۔ چرم قربانی یا اس کی
قیمت مسجد، پل، کنواں، کفن یا امام، موذن وغیرہ کی تنخواہ وغیرہ میں
استعمال کرنا بھی درست نہیں اس کے مستحق صرف حاجت مند
محتاج و غریب ہی ہیں۔ غیر مستحق کو دینا بھی درست نہیں۔ البتہ علم
دین سیکھنے والوں کو دینا فی زمانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد، مدرسہ دارالعلوم
النعمانیہ شاہ علی بندہ روڈ حیدرآباد کے جملہ دینی مدارس و فلاحی اداروں کو
دینا اشرف سلیم شرف تا باں اعجاز و عطیۂ اکرم ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

از راحت عزمی صاحب

عید غدیر

سرکارِ نبی اطہر صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لاتے کے بعد سے حج نہیں فرمایا تھا۔ حج کا ارادہ فرمایا۔ اس روح پرور خبر کے عام ہوتے ہی مسلمان جوق در جوق مدینہ میں جمع ہونے لگے تاکہ سرکارِ ختمی مرتبت کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کریں دیکھتے ہی دیکھتے کوئی ایک لاکھ مسلمانوں سے مدینہ چھلک گیا۔ اس زمانہ میں حضرت علی علیہ السلام یمن سے مکہ ہی کے لیے نکلنے کی تیاری میں مصروف تھے۔

۲۵ ذی قعدہ سنہ ۱۰ھ روز ہفتہ کی سہانی صبح نمودار ہوئی۔ سرکارِ رسالتؐ نے غسل فرمایا اور سادہ لباس زیبِ تن کیا۔ اپنے خانوادے کو ساتھ لیکر عازمِ سفر ہوئے۔ یہ سفر دس دن میں طے ہوا۔ اثنائے راہ میں سرکار نے ابوا کے مقام پر اپنی والدۂ گرامی کے مزارِ مقدس کی زیارت کی اور دوپہر کی نماز بھی یہیں ادا کی تھی۔ دسویں دن حضور نبی اطہرؐ کے نور سے مکہ کی سرزمین منور ہوئی۔ ہر ذرہ رشکِ مہر و انجم بنا ہوا تھا۔ اسی عرصہ میں مولائے کائنات بھی مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ خدا کے رسولؐ نے آخری حج کے سارے مناسک ادا فرمائے۔ اللہ کے گھر سے وداع ہوئے۔ ۱۳ میل کا سفر طے فرما کر جحفہ کے مقام پر پہنچے۔ یہ مقام مکہ سے آنے والوں کے لیے خاص اہمیت کا حامل ہے فرما کر "جحفہ" کے مقام پر پہنچے۔ یہ مقام مکہ سے آنے والوں کے لئے خاص اہمیت کا حامل ہے یہیں سے دور دراز ملکوں کو جانے کے راستے شروع ہوتے ہیں۔ اسی جحفہ میں وہ تالاب ہے جس کو غدیر کہا جاتا ہے۔ اہلِ عرفان اسے "خم" بھی کہتے ہیں۔ شاید قدرت نے یہاں اس لئے پانی کا انتظام کر دیا ہو کہ بے آب و گیاہ تا حدِ نظر پھیلے ہوئے ریگستان میں قافلے پیاسے نہ رہیں۔ جتنا چاہیں یہاں کا آبِ شیریں اپنے ساتھ رکھ لیں اور تمام سفر میں سیراب ہوتے رہیں۔

غدیر پر سرکارِ نبیؐ اطہر نے قدم مبارک رکھے ہی تھے کہ پیغام خدا پہنچا۔ جبرئیل امین نے حکم خدا سنایا یا ایّھا الرّسول بلّغ ...... الخ رسولؐ مسکرائے جو بات مدّت سے کہنے کے لئے بے چین تھے اور حکم خدا کے منتظر تھے اب وہ لمحے آ پہنچے۔ آیت کے تیور محبت آمیز تحکمانہ تھے محبت ایسی کہ اے میرے نبی میں تمھیں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھوں گا۔

سرکار رسالتؐ نے مسلمانوں کو بلایا اور حکم دیا کہ قافلہ کے تمام حاجیوں کو اس میدان میں جمع کرو انہیں خدا کا حکم سنانا ہے۔ سلمانؓ کے حیّ علیٰ خیر العمل کی صدا بلند کی آگے والوں کو واپس بلایا پیچھے آنے والوں کو جلد پہنچنے کی ترغیب دی۔ یہانتک کہ سارے حاجی جو ایک لاکھ چوبیس ہزار سے بھی زیادہ تھے میدانِ غدیر میں جمع ہو گئے پھر حکم رسالتؐ ہوا کہ قریب کے ببول کے پیڑوں کے پاس پالان شتر کا منبر بنایا جائے آناً فاناً منبر تیار ہو گیا۔ اس وقت تک نماز ظہرین کا وقت ہو چکا تھا۔ پہلے آپؐ نے نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد منبر پر تشریف لے گئے مولائے کائناتؑ کو ساتھ رکھا طویل خطبہ انشاء فرمایا۔ لوگوں سے پوچھ بھی لیا کہ "میری آواز تم سن رہے ہو" سبھوں نے ہم آواز ہو کر کہا کہ جی ہاں تب آپ نے فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کا اور تمہارے نفسوں کا مولا ہوں یا نہیں، سب نے یک زبان ہو کر کہا بے شک آپ ہمارے نفسوں کے بھی مولا ہیں۔

آنحضرتؐ نے تب حضرت علی علیہ السلام کو بلند کیا اور ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰہَ مَولایَ وانا مولی المومنین وانا اولی بھم من انفسھم فمن کُنتُ مَولاہُ فعلیٌّ مَولاہُ ؕ

اس کے بعد کھلے لفظوں میں ارشاد ہوا۔ اَللّٰھُمَّ وال من والاہُ وعاد من عاداہُ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ۔ اسی کے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ جو لوگ اس وقت یہاں موجود ہیں وہ اس بات (واقعہ) کو ان لوگوں تک پہنچا دیں جو اس وقت یہاں نہیں ہیں۔ اس ارشاد گرامی میں یہ پہلو بھی نمایاں ہے کہ ہر اس واقعہ غدیر سے واقف مسلمان (مرد و عورت) دوسرے ناواقف مسلمانوں کو واقف کرائے۔ حیدرآباد میں یہ عید بڑے اہتمام سے منائی جاتی ہے۔ گھر گھر چراغاں ہوتے ہیں بعض گھروں میں کھیر پوریوں کی نذر ہوتی ہے۔

ہندو

مذہبی تہوار و مجالس

شری منوہر پرشاد ماتھر بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ

تلسنکرات (مکرسنکرانتی)

ہندوؤں کے تیوہار چاہے وہ موسمی ہوں یا مہاتمک بھی بھگتی بھاؤ کے ساتھ دھوم دھام سے منائے جاتے ہیں۔ اس طرح ہر عید ایک خاص دیوتا کی کی پوجا سے بھی منسوب ہوتی ہے۔ تلسنکرات بھی سوریہ دیوتا کی مہا پوجا کی تقریب ہے۔ اور سورج کے مکر راشی میں آنے پر منایا جانے والا تیوہار ہے جو سارے ہندوستان میں عظیم الشان پیمانے پر منایا جاتا ہے۔ مختلف ریاستوں میں وہاں کی زبان کے اعتبار سے اس کے مختلف نام ہو گئے ہیں کہیں اسے تلسنکرات کہتے ہیں کہیں پونگل وغیرہ۔ ماہ پوس (جیسے پوہ) مانگلی، مرگا سرا بھی کہتے ہیں جو عموماً ۱۵ دسمبر سے ۱۴ جنوری تک ہوتا ہے)

شاستروں میں اسے کنیتر کا مہینہ قرار دیا ہے۔ اس کے اختتام پر ماگھ کی پہلی تاریخ کو سورج اپنی تپش سے دھرتی کو گرم، منور اور مالا مال کرنے مکر راشی میں داخل ہوتا ہے اور اس تاریخ سے عید شروع ہو کر یہ جشن مسرت و انبساط بعض علاقوں میں تین دن تک جاری رہتا ہے جشن کے دوران اس خوشی میں سورج دیوتا کو موسم کے اعتبار سے گنے۔ کھیر وغیرہ کا پرشاد بھی چڑھایا جاتا ہے۔ اس طرح اسے سوریہ دیوتا کی پسندیدہ غذا قرار دیتے ہیں۔ آندھرا، مہاراشٹرا اور تامل ناڈو، کیرالا وغیرہ میں عید قومی جشن کی طرح منائی جاتی ہے اور اس قدر جوش و خروش، راگ رنگ، رقص و سرود کی محفلیں ہندوستان کے دوسرے خطوں میں نہیں پائی جاتیں۔

جس کے باعث عام طور سے اسے جنوبی ہند کا تیوہار سمجھا جاتا ہے۔

پوس یا جنوبی ہند کا مانگلی مہینہ جنوبی ہندوستان میں خاص طور پر دہقانوں کیلئے بے کاری کا مہینہ ہوتا ہے کیونکہ ان دنوں کوئی بڑی فصل بوئی جاتی ہے نہ کاٹی۔ نیا کام راسی کے بدلنے تک کوئی نہیں کرتا۔ اس لئے کسانوں کو کاہل بنانے کا بھی مہینہ قرار دیا جاتا ہے۔ مگر مذہبی پیشواؤں نے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ان لوگوں کو پوجا پاٹ نے بھجن، کیرتن میں اس ماہ تمام مصروف رہنے کی تلقین کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صبح سویرے گاؤں میں خدا فرشتہ "میل کا پوبو" لوگوں کو بیدار کر کے خدا کی عبادت کرنے متوجہ کرتا ہے۔ میل کا پوبو درحقیقت گاؤں کا قابل تعظیم بزرگ ہوتا ہے جو دہقانی ساز "ساتانی جبر" پر صدائیں لگاتا ہے۔ اس کی صداؤں پر عورتیں، بچے، بوڑھے جوان سبھی بیدار ہوتے ہیں۔ عورتیں گھر کے آنگن لیپ کر ان پر رنگولی کرتی ہیں اور بھگوان سے تفضل و برکت کی دعائیں بھی مانگتی ہیں۔ ان میں دولت کی دیوی سے منسوب "گوربا پیٹڈی گو لیا لو" بھجن بے حد مقبول ہے۔ صبح کی اس عبادت کے بعد پھر رات میں ان آنگنوں میں دیپ روشن کر دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح ایک ماہ طویل پوجا پاٹ بھوگی (ملیالم میں اندراں پونگل) جو اس منحوس ماہ کے اختتام پر بطور یوم نجات منائے جانے والے تیوہار کو اختتام کو پہنچتا ہے۔ بھوگی کے دن بعض علاقوں میں اندر دیوتا جس کے دم خم سے ساری برکتیں ہیں) کی پوجا کی جاتی ہے۔ دوسرے دن سنکرانت یا پونگل کا تیوہار ہوتا ہے جو سورج دیوتا کی عبادت کے لیے مخصوص ہے اور علم جوتش سے یہ دن بڑا پوتر اور متبرک مانا گیا ہے۔ اس دن جیوتشی یا گھر کے پروہت اپنے ایکمانوں (سرپرستوں) کے یہاں جا کر سال بھر کے حالات سُناتے ہیں اور ان کی خیرات لیتے ہیں۔

کلادی ڈی درسودھا

شری رام نومی

ہندوستان اور دُنیا کے اِن تمام ممالک میں جہاں خوش عقیدہ ہندو آباد ہیں آج رامچندرجی مہاراج کے جنم دن کی تقریب منا رہے ہیں۔ رامچندرجی مہاراج کے جنم دن کی تقاریب کو شری رام نومی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ شری رامچندرجی مہاراج کا عہد تواریخ کے لحاظ سے ۴ ہزار قبل مسیح کا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شری رامچندرجی مہاراج کے جنم دن کا قطعی طور پر تعین نہیں کیا جا سکتا۔ سنسکرت کے مشہور کوی والمیکی نے شری رامچندرجی کو اپنی لافانی تصنیف رامائین میں ہندوستان کی تہذیب و ثقافت کے ایک مثالی اور منفرد نمونہ کی حیثیت سے پیش کیا۔ محققین نے کوی والمیکی کی رامائن ہی کو ماخذ قرار دے کر شری رامچندرجی کے چھوڑے ہوئے آثار اور ان کے دور کی تہذیب و ثقافت کے نمونوں کی تلاش شروع کر دی اور "دربار" دکن کے بعض علاقوں کی کھدائیوں کے دوران انہیں ایسی ہی نشانیاں دستیاب ہوئیں جن کے متعلق باور کیا جاتا ہے۔ کہ وہ رامچندرجی کے عہد سے تعلق رکھتی ہیں۔ رامچندرجی کو محبت و احترام سے "مریادا پرشوتم" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے جس کے لغوی معنے عظیم روایات کے علمبردار ہوتے ہیں، شری رامچندرجی کے پتا راجہ دسرتھ اس علاقہ کے حکمران تھے جسے آج "فیض آباد" کہا جاتا ہے۔ ان کی تین رانیاں تھیں جن کے بطن سے چار لڑکوں نے جنم لیا۔ شری رامچندرجی، راجہ دسرتھ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے ان کے باقی تین بھائیوں کے نام لکشمن، بھرت اور شتروگھن تھے اپنی سوتیلی ماں رانی کیکئی کی وجہ سے رامچندرجی کو اپنے پتا کے ایک وعدہ کی تکمیل کے سلسلے

میں ۱۴ برس کا بن باس لینا پڑا۔ اور اسی اثنا میں لنکا کے راجہ سے ان کی جنگ ہوئی جسے نیکی اور بدی کے اولین معرکہ کی حیثیت سے عالمی اور ابدی شہرت حاصل ہے اس جنگ میں شری رامچندر جی نے لنکا کے راجہ راون کو شکست فاش دی اور بن باس کی مدت کے اختتام پر اپنی دھرم پتنی سیتا جی اور اپنے بھائی لکشمن کے ساتھ اپنی راجدھانی "ایودھیا" کو واپس ہوئے انھوں نے راجہ کی حیثیت سے عدل و انصاف اور عوامی خدمت گذاری کی ایک ایسی مثالی تاریخ میں چھوڑی ہے کہ صدیوں بعد مہاتما گاندھی نے بھی "رام راج" کی تشکیل کو تشکیل کو جنگ آزادی کا مقصد قرار دیا تھا۔ شری رامچندر جی بلا تفریق مذہب وملت ہندوستان کے تمام دانشوروں اور مفکرین کے لئے سرچشمہ وجدان بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اقبال نے بھی جو اسلامی معاشرت اور فلسفہ حیات پر ایقان رکھتے تھے انھیں منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ان کی نظم "رام" ہندوستانی انداز فکر پر شری رامچندر جی کے گہرے اثر کی نمایندگی کرتے ہیں۔ اقبال کہتے ہیں ؎

ہے رام کے وجود پہ ہندوستان کو ناز
اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام ہند
اعجاز اس چراغ ہدایت کا ہے یہی
روشن تر از سحر ہے زمانہ میں شام ہند

کوئی تلسی داس نہ صرف رام بھگت تھے بلکہ انھوں نے اپنی تمام تر شاعرانہ صلاحیتیں رامچندر جی کی مدح و ثنا کے لئے وقف کردی تھیں رامچندر جی کو انھوں نے اپنی طویل نظم "رام چرتر مانس" میں دیوتا کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور آج تک بھی رامچندر جی کی ہر ہندو گھرانہ میں پوجا ہوتی ہے۔ غیر ہندو گھرانہیں میں رامچندر جی کا نام عدل، اخلاق، محبت اور شجاعت کے ہم معنے تصور کیا جاتا ہے۔

شریمتی سلوچنا دیوی

راون کا پُتلا

اشوین کی دسویں تاریخ کو پورے ہندوستان میں راون کا پُتلا جلایا جاتا ہے۔ یہ دراصل بدی پر نیکی کی فتح کا اظہار ہے۔ آجکل یہ کہا جانے لگا ہے کہ دسہرہ جذبۂ وقت کی ضرورت ہے۔ دسہرہ سچائی اور نیکی کی فتح کا تیوہار ہے۔

جہاں تک لفظ دسہرہ کا تعلق ہے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہ لفظ "دش۔ ہرا" ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ دس سر والے بادشاہ راون کی موت ہو گئی ہے۔ راون کے ساتھ اس کے بھائی کمبھ کرن اور بیٹے میگناتھ کو بھی موت آگئی تھی۔ دسہرہ کے آخری دن راون کا ایک بہت ہی بلند قامت پُتلا اس کے بھائی اور بیٹے کے پُتلوں کے ساتھ جلایا جاتا ہے اور لوگ بدی کے خاتمہ پر مسرت کا اظہار کرتے ہیں آجکل جو پتلے تیار ہوتے ہیں وہ آتشبازی کے ہی ہوتے ہیں اور جب پُتلوں کو جلایا جاتا ہے تو خوب پھلجھڑیاں چھوٹتی ہیں راون کے پتلے کو جلانے کا کام صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ ہر سال اس کو جلایا جاتا ہے۔ اس کے ذریعہ بدی کے خلاف انسان کے احتجاج کا اظہار بھی ہے۔ ہندوستان میں بدی کے تین نمائندوں راون کمبھ کرن اور میگنادھ کے پتلے جلانے کا طریقہ رائج ہے۔ انگلینڈ میں ہر سال ۵ نومبر کو گئی فاکس ڈے منایا جاتا ہے اور اس کا پُتلا جلایا جاتا ہے۔ وہ دراصل بارود سازش میں

شکل میں نکلتے تھے جس میں سجے سجائے ہاتھی اونٹ اور گھوڑے بھی ہوتے تھے۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ میشا سور راکشس اس علاقہ میں رہتا تھا۔ درگا دیوی نے اسکو جنگ میں تمام دیوی دیوتاؤں کے آشرواد سے نیچا دکھایا تھا۔ اس راکشس میشا سور کے نام پر میسور کا وجود عمل میں آیا تھا۔

اترپردیش میں دسہرہ کا تہوار رام لیلا تسو سے منایا جاتا ہے۔ آخری دن راون کا پتلا نذر آتش کیا جاتا ہے۔ آندھرا پردیش میں خواتین اپنے گھروں میں گڑیوں کو سجاتی ہیں۔ کچی پوڑی رقص کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اسی دن رامائن اور مہابھارت کی کتھائیں پڑھی جاتی ہیں اور خواتین تبکلما کھیلتی ہیں۔ کئی ایشیائی ممالک آفریقہ، چین، مصر میں قدیم زمانے میں پراشکتی دیوی کی پوجا کی جاتی تھی۔ وجے واڑہ میں کرشنا ندی کے دامن میں کنکا درگا مندر میں نویں صدی ہی سے بڑی عقیدت کے ساتھ پوجا کی جاتی ہے۔ اس زمانے میں اس علاقہ کو اندرا کیلا دھری کہا جاتا تھا۔ جگت گرو شنکر اچاریہ نے بھی کنکا درگا کی آرادھنا کی۔ ہندو اس تقاریب کو تین دن مناتے ہیں۔ پہلے دن درگا اشٹمی پوجا دوسرے دن مہا نومی یعنی نوراتری پوجا کی جاتی ہے اور تیسرے دن وجے دشمی جشن منایا جاتا ہے۔

قدیم زمانہ میں راجہ مہاراجہ اپنے فاتح ہونے کے ثبوت کے لئے اشوجا مگیتیہ کرتے تھے۔ اس کے لئے وہ نو دن تک دیوی پوجا کرنے کے بعد دسویں دن وہ اپنے فوج کی سواریوں ہاتھی، گھوڑوں وغیرہ کو سجا کر انکا جلوس نکالتے تھے۔ آج بھی اس رواج پر عمل کیا جاتا ہے۔

اس دن آریہ سماج اور سکھوں کی جانب سے جلوس بھی نکالے جاتے ہیں

ان کی تاج پوشی سے منسوب ہے۔ دسہرہ ارجن کی کامیابی ہے۔ ارجن نے گھوسم پد کی حفاظت کے لئے ہتھیار اٹھایا اور ظالموں کے خلاف جنگ میں ارجن کو وجے دشمی کے دن ہی کامیابی حاصل ہوئی۔ ارجن نے بدی کی طاقتوں پر قابو پاتے کے اس دن جمی درخت کی پوجا کی تھی کیونکہ پانچ پانڈوؤں نے ایک سال اگیات واس گذارنے کے لئے اپنے ہتھیار لباس و تاج باندھ کر جمی درخت پر چھپا رکھا تھا۔ انہیں حاصل کرنے کے لئے ہی انہوں نے اپنی روپوش زندگی کے ایک سال کی تکمیل پر اس درخت کی پوجا کی اور اس میں سے اپنے ہتھیار لئے کیونکہ برہمنوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اس درخت کی پوجا سے گناہوں کا ازالہ ہوتا ہے اور دشمن پر بآسانی قابو پانا یا کامیابی حاصل کرنا ممکن ہے۔

اسی طرح دوسرا اہم واقعہ رامائن کا ہے۔ جس میں رشی والمیکی نے بتایا ہے کہ رامچندر جی نے وجے دشمی کے دن ہی لنکا کے راون کا جنگ میں خاتمہ کیا۔ دیوی بھاگوت کے مطابق رام نے راون کے خلاف جنگ کرنے سے قبل نو دن تک نوراتری دیوی پوجا کی تھی۔ شانتی صبر کا پیام دینے والی۔ بدی کی طاقتوں پر فاتح ہونیوالی بھکتی کا راستہ دکھانے والی دیوی درگا ماتا ہے۔ انہوں نے راکشس مینا سور کا خاتمہ کیا تھا۔

دسہرہ تہوار جوش و خروش کے ساتھ ملک بھر میں منایا جاتا ہے۔ درگا اشٹمی پوجا بنگال میں جوش و خروش کے ساتھ دو ہفتہ تک منائی جاتی ہے۔ یہاں کی درگا پوجا تقاریب بین الاقوامی سطح پر کافی مقبولیت حاصل کر گئی ہیں۔ انگریزوں کے دور سے یہاں اس پوجا رسم ادا کی جارہی ہے۔ میسور کے مہاراجہ بھی اس تہوار کو جوش و خروش اور دھوم دھام سے مناتے تھے آج بھی یہ روایت برقرار ہے۔ میسور کے مہاراجہ اس دن ہاتھی پر سوار ہو کر شاندار جلوس کی

شری موتی لال رائے

جنم اشٹمی (گوکل اشٹمی)

اس دور میں جب کہ سارے بھارت ورش کی زندگی آس و نراش کے دوراہے پر کھڑی ہوئی تھی انتشار و ناراکی کے گرداب میں پھنسی ہوئی تھی سماج میں زندگی و موت کی کشمکش نے ایک نئے درد کا احساس پیدا کر دیا تھا۔ بھادوں کا مہینہ تھا۔ آسمان پر گھنگور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ موسلادھار بارش ہو رہی تھی۔ بادل کی مہیب گرج اور بجلی کی خوفناک کڑک سے متھرا کے در و دیوار لرز رہے تھے۔ بھاگوت اور گرگ سنگھتا کے بموجب متھرا کے قید خانے میں جہاں شری بسدیو جی اور ماتا دیوکی جی اپنے ظالم بھائی کنس کے حکم سے محبوس تھے۔ رو ہنی نچھتر اشٹمی کو ٹھیک بارہ بجے شب جبکہ تاریکی کے باعث ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔ ایک نور پھیل گیا۔ بھگوان شری کرشن جی تیج روپ سے پرگٹ ہوئے سامنتی تہذیب کی بنیادیں اور کنس راج سنگھاسن ڈانواڈول ہو اٹھا۔ آج کا مبارک دن گوکل اشٹمی یا شری کرشن جی کا جنم اشٹمی کے تہوار کے نام سے اسی مقدس واقعہ کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ جب شری کرشن جی کا جنم ہوا تو غم زدہ پتا بسدیو جی جیل کے دربانوں کو سوتا پا کر موسلا دھار بارش میں بالک کرشن کو ٹوکری میں چھپا کر چار میل دور جمنا پار گوکل جانے کے لئے نکلے۔ ایشور کی لیلا کہ جس طرح حضرت موسیٰ کو فرعون کے مقابلہ میں دریائے نیل نے راستہ دیا۔ اسی طرح اس تاریک طوفانی رات میں جمنا جی نے بھی انہیں راستہ دیا۔ گوکل میں نند جی کی پتنی جسودھا کے اس وقت "جوگ مایا" پرگٹ ہوئی تھیں۔ بسدیو جی نے

اس لڑکی کو لے لیا اور بالک کرشن کو جسودھا جی کے پہلو میں جبکہ وہ سو رہی تھیں لٹا دیا اور راتوں رات جوگ مایا کو لئے۔ متھرا کے قید خانے میں واپس لوٹ آئے۔ صبح جب کنس کو اطلاع ملی کہ دیوکی جی کے لڑکی تولد ہوئی ہے۔ اس نے لڑکی کو پتھر دے مارا لیکن وہ بجلی کی طرح کنس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر سرا کاشات جوگ مایا دیوی بنکر آکاش میں الوپ ہوگئیں اور آکاش وانی ہوئی کہ اے ظالم! تیرا مارنے والا پیدا ہو چکا ہے۔ شری کرشن جی کی ولادت پر روایت کے انوسار تمام فرشتے ان کی زیارت کے لئے دھرتی پر اتر آئے تھے۔ اسی کی یاد میں دودھ کاندوں" کا میلہ ہوتا ہے۔ شری کرشن بچپن ہی سے بڑے نٹ کھٹ تھے۔
اپنے ہم عمر چھوٹے بچوں کے ہمراہ بندرابن وغیرہ میں کھیل کر حیرت انگیز کام کر دکھائے۔ گو یہ شاہی خاندان میں پیدا ہوئے تھے انھیں گیارہ سال کی عمر تک گوالوں کے ساتھ پرورش پانی پڑی۔ اپنا نٹ کھٹ بچپن جس لطف و فرحت سے انھوں نے گوکل کے گوالوں میں بانسری بجا کر گزارا، اس بے پایاں مسرت کا اظہار ناممکن ہے۔ کنس نے گوکل میں بھی مختلف ذرائع سے بالک کرشن کی طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں لیکن ان تمام آزمائشوں کا بالک کرشن نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بھگوان شری کرشن کا جنم پاپیوں کو ڈنڈ دینے اور مظلوموں کی رکھشا کے لئے ہوا چنانچہ انھوں نے "نرکاسر دیت" کو قتل کیا جس کی یاد میں "روپ چودس" یا "نرک چودس" کا تہوار مناتے ہیں۔
اندر کی پوجا بند کروائی جس کی یاد میں "گوبردھن" کا تہوار منایا جاتا ہے۔
بالآخر انھوں نے متھرا پہونچکر اپنے حقیقی ماموں ظالم و جابر کنس سے جنگ کی اور اسے قتل کیا۔ اپنے ماتا پتا کو قید سے آزاد کرایا۔ کنس کی استری اس کی نعش کے ساتھ ستی ہوئی تھی۔ متھرا میں گھاٹ کے کنارے ستی کی

یادگار موجود ہے۔ اس تہوار کو "کرشن جینتی" بھی کہتے ہیں اور "وہ راتری" بھی۔ دکن میں اسے "وریا اشٹمی" کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ یہ مقدس تہوار تمام ہندوستان کے ساتھ ساتھ ہیں۔ ممالک غیر میں بھی تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ اجین میں اس تہوار پر ہندوؤں کا میلہ ہوتا ہے۔ بعض بعض جگہ بھادوں کی پڑوا سے آٹھ دن تک یہ تہوار منایا جاتا ہے۔ بھجن و کیرتن اور مہابھارت کی کتھائیں ہوتی ہیں۔

کرشن بڑے دیالو گیانی کرم یوگی اور حبی تھے۔ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہندو تہواروں سے وابستہ داستانیں اور روایتیں کسی نہ کسی اخلاقی درس پر مبنی ہوتی ہیں۔ ان سے دھرم گیان دیراگ اور بھگتی کا اظہار ہوتا ہے۔ بھگوان سری کرشن نے گیت کا جو مقدس اپدیش دیا وہ ان کی بے مثال اور عظیم قابلیت کا شاہکار ہے۔

(بشکریہ روزنامہ سیاست حیدرآباد)

شری یمن دت

ناگ پنچمی

یہ بھی ہندوؤں کی عید کہلاتی ہے۔ اچھے اچھے کپڑے پہنتے ہیں اس روز روٹی پکا کر کھانا منع سمجھا جاتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ روٹی پکانے سے ناگ کا پھن جاتا ہے اور پتھر پر ناگ کے منقش بُت پر دودھ اور جوار کی کھیلیاں چڑھاتے ہیں۔ ایسا کرنے سے انکا عقیدہ ہیکہ وہ اور اُن کے بچے مویشی وغیرہ سب جنگل میں رہا کرتے۔ اس لئے سانپ دیوتا کی پوجا کرکے ہم ان سے امن چاہتے ہیں۔

اس تہوار کے ساتھ بہت سی کہانیاں جڑی ہوئی ہیں۔ ایک کہانی ایسی ہے کہ ایک دفعہ شری کرشن بھگوان یمنا (جمنا) کے کنارے کھیلتے ہوئے پانی میں ڈوب گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک پانچ منھ والا سانپ انہیں باہر نکال لایا جب عوام نے یہ منظر دیکھا تو ناگ کے احسان مند ہو گئے اور اس کی پوجا کی آج کے دن عقیدت مند ناگ کو دودھ پلاتے ہیں۔ اس کی پوجا کریا جاتا ہے۔ (بشکریہ امر بھارت)

شریمتی کے سروجنی (بی ایس سی)

گنیش چتورتھی

گنیش کو ادیا دیوتا" تسلیم کر لیا گیا ہے۔ گنیش چتورتھی کو بھدرا پد شدھا چتورتھی کے موقع پر جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔ تعلیم کے سربراہ اور سپہ سالار کی حیثیت سے گنیش پوجا کی جاتی ہے۔ ہر مقدس کام کا آغاز گنیش پوجا سے ہی ہوتا ہے۔ گنیش دراصل شیو پاروتی کی اولاد ہیں ان کے نام گنیش، ایکادنتہ لمبودھرا، وگیان راج گن دیپد وگھنا نند مشہور ہیں۔ مقدس کتابوں کے مطابق دیوتاؤں اور راکششوں کے درمیان جتنی بھی لڑائیاں ہوئیں ان میں دیوتاؤں کے کمانڈر گنیش ہی تھے۔ گنیش کی قیادت کی وجہ سے ہی دیوتاؤں کو کئی لڑائیوں میں فتح حاصل ہوتی ونائک نوراتری کے دن تک جاری رہتی ہے۔ انھیں گیان کا دیوتا مانا جاتا ہے۔ گنیش کی پیدائش کے سلسلہ میں کئی کہانیاں مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہمالیہ کی وادیوں میں شیو نے ایک ہاتھی کو اشیرواد دیا تھا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق شکل اختیار کر سکتا ہے۔

گنیش پوجا ہمارے ملک میں جوش و خروش سے منائی جاتی ہے آزادی کی جدوجہد کے زمانہ میں لوکمانیہ تلک کی ہدایت پر گنیش اتسو شروع کیا گیا۔ اس کا مقصد عوام میں اتحاد اور یکجہتی پیدا کرنا تھا۔ گنیش کی مورتیاں ۳۰۰۰ اقسام کی ہوتی ہیں۔ ہندوستان میں گنیش پوجا پانچویں صدی میں ہی شروع ہوئی اتر پردیش میوزیم میں نویں صدی کی گنیش ہاتھی پر سوار ہے۔ جنوبی ہند میں وجیانگرم حکومت کے زمانہ سے گنیش کی پوجا شروع ہوئی۔ جد برم میں کئی جگہ گنیش

موجود ہیں، حیدرآباد میں بڑے پیمانہ پر گنیش اتسو ۱۹۸۰ء سے منایا جانے لگا۔
اس کا اہتمام بھاگیہ نگر گنیش اتسو سمیتی کرتی ہے ۱۹۸۴ء کے واقعات کے
پیش نظر اس جلوس کے سلسلہ میں سخت حفاظتی انتظامات کئے جاتے ہیں
اس کا سبب یہ ہے کہ ایک مرکزی جلوس نکلتا ہے جس میں لاکھوں لوگ
شریک ہوتے ہیں۔ حکومت آندھرا پردیش نے سرکاری اراضی پر گنیش کی مورتی
بٹھانے کے لئے قبل از قبل اجازت کے حصول کا لزوم عائد کر دیا ہے۔ گنیش پوجا
ہندوستان کے علاوہ دنیا کے بعض دیگر ممالک میں بھی کی جاتی ہے۔ حضرت
عیسیٰ کی پیدائش سے ۸۶۲ سال قبل راجستھان میں جو ایک بہت بڑا ہال
تعمیر کیا گیا تھا اس پر گنیش کی مورتیاں نظر آتی ہیں، نیپال، تبت، سیلون، برما،
جاپان اور افغانستان میں گنیش کی مورتیاں پائی گئی ہیں۔ انڈونیشیا اور تھائی لینڈ
میں آج بھی بعض مقامات پر گنیش پوجا ہوتی ہے۔

مہاراشٹرا میں گنیش اتسو دھام دھوم سے منایا جاتا ہے اور اس دوران
چاروں طرف گنپتی بابا موریا کا نعرہ سنائی دیتا ہے گنیش مورتیوں کی
تیاری کئی ماہ پہلے سے شروع کر دی جاتی ہے چونکہ ان کی تیاری میں کافی
وقت صرف ہوتا ہے۔ کہیں گنیش کی مورتی بال روپ میں ہوتی ہے تو کہیں
طویل قامت ہوتا ہے۔ گنیش فیسٹول میں موسیقی کا پروگرام پیش کرنا بھیم سین
جوشی، مانک ورما اور گنگو بائی سہگل جیسے کلاکار اپنے لئے باعث فخر سمجھتے
ہیں۔ کئی افراد جو گانا سیکھنا چاہتے ہیں یا کوئی دوسرا فن سیکھنا چاہتے ہیں اس کا
آغاز وہ گنیش اتسو سے کرتے ہیں۔ لوکمانیہ تلک کی ہدایت کے مطابق گنیش
اتسو دس دن تک منایا جاتا ہے۔ اس دوران انھوں نے تقاریر، ڈرامے وغیرہ کا
اہتمام کرنے کی بھی ہدایت دی تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ ان کے حقوق

کیا ہیں اور انھیں کس طرح بجلایا جا رہا ہے۔ آزادی کے حصول کے بعد پروگرام میں تبدیلی پیدا ہو گئی ڈانس ڈرامے تو عام ہیں کبھی کبھار مجلس مباحثہ کا بھی انعقاد عمل میں آتا ہے۔ سابق میں منڈپ ہیں رنگولی کے ساتھ ساتھ اس کو پھولوں سے سجایا جاتا تھا لیکن اب منڈپ برقی کے قمقموں سے جگ مگ کرتے ہیں، اور بھجن گائے جاتے ہیں۔ بمبئی میں فلمی ستارے بھی گنیش اتسو جوش وخروش سے مناتے ہیں۔ آر کے اسٹوڈیو میں کئی فلمی ستارے جمع ہوتے ہیں۔

حیدرآباد میں گنیش کی مورتیاں عام طور پر دھول پیٹ کے علاقہ میں تیار کی جاتی ہیں، حیدرآباد اور سکندرآباد میں گنیش پوجا تقریباً ۸۰ سال سے کی جا رہی ہے لیکن سابق میں مورتیاں چھوٹی ہوا کرتی تھیں اور ان کی تعداد بھی بہت کم ہوتی تھی۔

گنیش اتسو منانے کا اصل مقصد یہ بھی ہے کہ عوام میں سیاسی اور سماجی شعور پیدا ہو۔ مہاراشٹرا میں گنیش اتسو کے لئے جو چندہ جمع کیا جاتا ہے اس کا کچھ حصہ تعمیری کاموں پر صرف کیا جاتا ہے، پرنے میں تو ایک اسکول تعمیر کر دیا گیا ہے۔ بعض جگہ لائبریریاں قائم کی گئی ہیں اس کی وجہ سے ایک اچھا کام بھی انجام پاتا ہے یوں بھی گنیش اتسو کے دسویں اور آخری دن گنیش کی مورتیوں کا وسرجن کر دیا جاتا ہے۔

★

کماری ڈی وسودھا (ونستھلی پودم)

دُرگا اشٹمی

ساتویں مہینے آشوین کی ۸ رتاریخ کو دُرگا اشٹمی کا تہوار منایا جاتا ہے۔
ہندو مذہب کا سب سے مقدس تہوار دسہرہ اشوین مہینہ
میں آتا ہے جسے وجے دشمی کہتے ہیں، یہ تین دن کا تہوار ہے۔
دُرگا اشٹمی، مہا نومی اور وجے دشمی۔ اِس تہوار کے ۹ دن پہلے ہی سے
پوجا پاٹ شروع کی جاتی ہے جسے نوراتری کہتے ہیں، درگا دیوی کے
نوروپ سمجھے جاتے ہیں اور ہر روپ کا دھارن ایک روز مقرر کیا جاتا ہے۔
جگدمبہ بھی ہے مہیشا سور مردنی بھی ہے کالی کا اوتار بھی۔ بُرائیوں کے
خاتمہ اور اچھائی کو پروان چڑھانے کے لئے یہ اوتار مقرر ہیں، موسم سرما کے
آغاز کے ساتھ ہی دھرتی ہری بھری دکھائی دیتی ہے۔ بہار، مدھیہ پردیش،
پنجاب، راجستھان میں نوراتری اور آندھرا پردیش بنگال۔ آسام۔
مہاراشٹرا۔ کرناٹک۔ مدراس۔ کیرالا میں اشوینی یعنی انگریزی مہینہ اکٹوبر
میں درگا پوجا کی نورات تک عقیدت سے مناتے ہیں۔ اکثر لوگ اِن
دنوں میں برت بھی رکھتے ہیں۔ اِس تیوہار کی ایک خصوصیت یہ بھی
ہے کہ گنیش چتورتھی سے لیکر دسہرہ تک کنواری لڑکیاں اور سُہاگن
عورتیں اپنے اپنے گھروں کے سامنے اکٹھے ہو کر بتکما (گوری) کی پوجا
کرتے ہیں۔ ایک تھالی میں طرح طرح کے پھولوں کو سجا کر بالآخر
دسہرہ کے روز اپنے اپنے سروں پہ رکھکر کسی تالاب یا کنویں کے

کنارے پر بتکما کا وسرجن کرتی ہیں۔

اس تہوار کو منانے کی ایک اور وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ آج ہی کے دن بھینس کا سر رکھنے والے راکھشش مہی ساسر نامی جسے کسی طرح زبردست قوت حاصل ہو گئی تھی دنیا میں بدی اور برائی پھیلانا چاہتا تھا۔ وہ بڑا ظالم راکھشش تھا اس کے ظلم سے دنیا والے پریشان ہو گئے تھے۔ جب اس کا جبر و ظلم حد سے زیادہ بڑھ گیا تو انہوں نے دیوتاؤں سے مدد مانگی۔ اس پر دیوی درگا نے مہی ساسر کو ہلاک کر کے دنیا سے بدی کا خاتمہ کیا لہٰذا اس تاریخ سے درگا اشٹمی کی پوجا شروع ہو گئی اور اس کی وجہ وجے دشمی ہے یعنی بدی پر نیکیوں کی فتح ہے۔

(بشکریہ شری ٹی سدرشن ریڈی)
حیدرآباد

مہانومی (نوراتری)

از:- شری موتی لال رائے

یہ تیوہار ہر سال میں دو بار یعنی چیت اور کنوار (اسوج) کے مہینوں میں تبدیلی موسم کے وقت مسلسل نو دن تک منایا جاتا ہے فتح کی دیوی درگاہ (جو دیوی پاروتی جی کا جلال روپ ہے) کی پوجا ہوتی ہے۔ چیت کی نوراتری کو "بستی پوجا" بھی کہتے ہیں جو فصل ربیع کی کامیابی پر منایا جاتا ہے۔ ان دنوں شکتی کا پوجن کیا جاتا ہے۔ راما اور مہا بھارت کا پاٹھ ہوتا ہے۔ کنوار (اسوج) کی نوراتری کا تیوہار فصل خریف کی کامیابی کا جشن مسرت ہے۔ کنوار شدی پروا سے نو دن تک مسلسل منایا جاتا ہے۔ ان دنوں میں شکتی درگا کا پاٹھ اور پوجن کر کے پرشاد تقسیم کرتے ہیں۔ اس نو دن کے عرصہ کو "دیوی پکش" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

مارکنڈے پران" کے بموجب نوراتری کی مہما" مہا مایا" نے دیوتاؤں سے میگھ رشی نے راجہ سورتھ سے بیان کی تھی اشٹمی دنومی کی مہاتمہ کہتے ہیں۔ دیوتاؤں کے جسم مقدس سے ایک شعلہ نور پیدا ہوا۔ جس سے دیوی پاروتی جی کا ظہور ہوا پاروتی جی سے بھگوتی اور بھگوتی جی سے کالنکا یا چامنڈا کا جنم ہوا۔ اس تیوہار پر نو دن تک برت رکھے جاتے ہیں اور چراغوں کی خیرات ہوتی ہے۔ نو درگا یا نوراتری میں کنوار کی اشٹمی کو مہا اشٹمی برت مارکنڈے پران کے انوسار اس دن درگا پاٹھ کا خصوصی اہتمام ہوں اور برت رکھنا چاہیے۔ مہانومی کو بھی اسی طرح برت اور اوتسب منانا چاہیے اس دن دیوی

پوجن کرنے سے منو کامنائیں پورن ہو کر شتروناش ہوتا ہے۔ نوراتری سے کئی دھارمک داستانیں وابستہ ہیں۔ دیوتاؤں نے وشنو بھگوان کو جو برہماجی کی پیدائش پر شش سیاکیشر ساگر میں محو خواب تھے جگا کر پراتھنا کی کہ وہ دیتوں کا ناش کریں جو کائینات کے لیئے بلائے ناگہانی بنے ہوئے تھے۔ وشنو بھگوان جب ہزارہا سال کی جنگ کے بعد بھی وشنو بھگوان سے بردان مانگنے کہا دشنو بھگوان نے مسکراتے ہوئے یہی بردان مانگا کہ میں تم پر فتح یاب ہو جاؤں۔ دیتوں نے یہ بردان دیا کہ آپ ہمیں صرف اسی مقام پر تہہ تیغ کر سکتے ہیں جہاں پانی نہ ہو۔ پھر کیا تھا ....

وشنو بھگوان نے انہیں جل سے اٹھا اٹھا کر مار ڈالا۔

روایت کے بموجب "مہاکالی" کے دس سر دس ہاتھ اور دس پاؤں ہیں۔ دوسرا اوتار "دیوی مہالکشمی" کا ہے جو مہاسُر کو فنا کرنے تخلیق ہوا۔ ان کی سواری شیر ہے تیسرا اوتار... ماتا سرسوتی کا ہے۔ شمبھ اور نشمبھو نامی دیتوں نے دیوتاؤں کو شکست دیکر سب کو اندر سمیت "سورگ لوک" سے جلاوطن کر دیا۔ دیوتا ہمالیہ پربت پر جاکر ماں پاروتی کی استتی کرنے لگے۔ پاروتی جی گنگا اشنان سے فارغ ہو کر تشریف لائیں۔ استتی کے پربھاؤ سے ایک تیج ان کے جسم اطہر سے بشکل عورت ہویدا ہوا۔ جو ماتا سرسوتی کا اوتار تھیں جنہوں نے دیتوں کو تہہ تیغ کر ڈالا۔ اس پر سمبھ اور نسمبھو کی طرفداری میں چنڈ اور منڈ فوج جرار کے ساتھ حملہ آور ہوئے جنھیں دیکھتے ہی آتش غضب سے دیوی کا چہرہ سیاہ پڑ گیا اور اس سے "کالی" کا ظہور ہوا۔ جن کے گلے میں منڈ مالا تھی جسم پر شیر کی کھال اور زبان باہر نکلی ہوئی اور چہرہ سیاہ تھا۔ کالی ماتا نے آناً فاناً دیتوں کو کھانا شروع کیا۔ اور چنڈ منڈ کو قتل کر ڈالا

ماتا سرسوتی نے اسی لئے اپنی شکتی ماں کالی کو جامنڈا کا لقب دیا اس پر
اورنشمبھو بذاتِ خود میدانِ جنگ میں اتر گئے یہ دیکھ دیوی کے جسم سے دوسری
شکتی کا ظہور ہوا جس کا نام "چنڈا کا" تھا۔ انہوں نے دیتوں کو بہت سمجھایا کہ
وہ پاتال لوک چلے جائیں۔ لیکن جب دیتوں نے انکار کر دیا تو دیوی نے شمبھو
اورنشمبھو کو قتل کر دیا اور صرف ..... رکت بیج" بچ گیا۔ جس کی یہ خصوصیت
تھی کہ اگر اس کے جسم سے خون کا ایک قطرہ بھی دھرتی پر ایک پڑتا تو دوسرا ایسا ہی
دیت پیدا ہو جاتا دیوی نے اسی لئے رکت بیج کے خون کی دھار پینی شروع کر دی
اور وہ بھی فنا ہو گیا۔

چوتھا اوتار گوکل میں نند جی کے ہاں پیدا ہوا جس کا نام جوگ مایا
نندا" تھا۔ جس کو واسدیو جی نے بالک شری کرشن کے بدلے کنس کے
حوالہ کر دیا۔ جوں ہی کنس نے انہیں پتھر پر پٹکنا چاہا۔ دیوی بجلی کی طرح کنس کے
ہاتھ سے چھوٹ کر آکاش میں الوپ ہو گئیں .... اور آکاش وانی ہوئی کہ "اے
کنس تیری موت کا پیامبر پیدا ہو چکا ہے۔ پانچواں اوتار رکت ونتی کا ہے۔ جس نے
دیت کو اپنے دانتوں سے کچل کر ہلاک کر ڈالا تھا۔ چھٹا اوتار شاکمبری کا ہے۔
جس نے ایک صدی کے طویل اور کربناک قحط سے جنتا کی رکھشا کی تھی ساتواں
اوتار ماتا درگا ہے جنہوں نے درگم راکشش کو فنا کر ڈالا اور درگا یعنی فتح و
فنا کی دیوی کا لقب اختیار کیا آٹھواں اوتار ماتنگی اور نواں اوتار بھرامری
کا ہے۔ اس اوتار نے ۔۔۔ راکشش" آرڈرہ" سے بنی نوع انسان کو
نجات دلایا تھا۔

نوراتری کی چھٹھ کو درگا شستھی کا تیوہار مناتے ہیں۔ بنگال میں اسے
کنواری کی چھٹھ کو مناتے ہیں۔ روایت ہے کہ ایک روز ماتا درگا پاروتی جی نے

شوجی سے کہا کہ مجھے اپنے بڑے سوامی کارتک کی یاد آرہی ہے۔ شیوجی یہ سنکر کارتک جی کو لینے کیلاش سے روانہ ہوئے۔ اسی دوران ممتا کی ماری درگا جی نے ایک پتلا بنایا یہ دیکھ بھگوان وشنو فوراً اس پتلے میں پرویش کر گئے جس سے اس میں جان پڑ گئی۔ شیوجی جب کارتک جی کو ساتھ لے آئے اور یہاں آکر یہ حال دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور تمام دیوتاؤں کو مدعو کیا گیا۔ دیوتاؤں میں سنیچر دیوتا بھی تھے۔ جن کی نظر بد تو مشہور رہی ہے۔ پس سنیچر دیوتا کی نظر بد تو مشہور ہی ہے۔ پس سنیچر دیوتا کی نظر پڑتے ہی بالک کا سر کٹ کر غائب ہو گیا۔ سب ہراساں ہو گئے۔ دیوی درگا جی رونے لگی ہر طرف سر کی تلاش ہوئی لیکن سر کو نہ ملنا تھا نہ ملا۔

شیوجی نے گنوں کو حکم دیا کہ جو بھی جاندار شمال کی سمت سر کئے سوتا ہوا ملے اس کا سر کاٹ کر فوراً لایا جائے۔ اتفاق سے ایک ہتھنی سوتی ہوئی ملی۔ گن اس کا سر کاٹ کر آئے شیوجی نے بالک کے گلے پر یہ سر لگا دیا۔ اور پھر زندہ ہو گیا۔ یہ شکل دیکھکر درگا جی بہت ملول و رنجیدہ ہو گئیں اس پر شیوجی نے بالک کو گنپتی یعنی گنوں کا راجہ بنا دیا اور حکم دیا کہ سب سے پہلے شری گنپتی جی ہی کی پوجا ہو گی۔ اس واقعہ کی یاد میں نوراتری کی چھٹی کو درگا شکتی کا تیوہار منایا جاتا ہے۔ نوراتری کا تیوہار بنگال، پنجاب، دکن اور پورے ہندوستان میں منایا جاتا ہے۔ بنگال میں زور و شور اور بڑی عقیدت سے دیوی درگا کی پوجا ہوتی ہے۔ چراغ جلائے جاتے ہیں۔ جا بجا خوشی کے شادیانے بجتے ہیں۔ پنجاب میں درگا بھگوتی اور دیوی سرسوتی کا پوجن ہوتا ہے۔ ہمارے علاقہ تلنگانہ وغیرہ میں نوراتری کے اتسو پر سری درگا ماں کی گھٹ استھاپنا ہوتی ہے۔ نو دن تک مسلسل پوجا ہوتی ہے اور آرتی ہوتی ہے۔ رات میں جاگرن، بھجن، کیرتن ہوتے ہیں اور بھوجن بٹتا ہے دسویں دن دسہرہ ہوتا ہے۔

(شکریہ ملاپ حیدرآباد)

ڈاکٹر ٹی زہری

وجے دشمی (دسہرہ)

وجے دشمی تہوار کو ہندو تہواروں میں زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ یہ بدی پر نیکی، ناانصافی پر انصاف کی فتح اور حق کے لئے جنگ اور اس میں کامیابی کا تہوار ہے۔ دسہرہ تہوار آشوج شکلا دشمی کے دن منایا جاتا ہے۔ دسہرہ کو وجے دشمی بھی کہتے ہیں جس کی کئی وجوہات ہیں اشوج شکلا پکش دشمی کے دن شام کے وقت جسے سندھیا کال بھی کہتے ہیں۔ کامیابی یعنی وجے کال تصور کرتے ہیں اس وقت جو بھی کام شروع کیا جائے گا اس میں کامیابی نصیب ہوگی۔ دشمی کے دن جوتشیوں کا نظریہ یہ ہے کہ شراون نکشتر سیارہ مبارک سمت میں ہوتا ہے۔ اس دن ہندو سمی جے سمی بھی کہتے ہیں۔ اس درخت کی پوجا کرتے ہیں اور نیل کنٹھ پرندہ کو آزاد کیا جاتا ہے!

قدیم زمانے میں موسم برسات کے بعد کا زمانہ جنگ و جدال کے لیے موزوں تصور کیا جاتا تھا۔ اس کی وجہہ یہ بتائی جاتی ہے کہ زبردست بارش کی وجہ سے دشمن کی فوجی چھاؤنی تک پہونچنے میں کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے قدیم زمانے میں بادشاہ موسم برسات کے بعد ندیوں میں سیلاب تھم جانے پر جنگی مہم پر روانہ ہوتے تھے۔ اس مہم کو "ڈنڈا یاترا" کیا جاتا تھا۔ وجے دشمی کے دن پوجا پاٹ کی جاتی ہے شام میں سمی درخت کی پوجا کی جاتی ہے۔ سیما النگن یعنی سرحد کو پار کرنا ہوتا تھا اس لئے دیہاتی عوام اپنے دیہاتوں سے باہر جاتے ہیں۔

دسہرے کا انعقاد راجہ رام چندر جی کی بنواس سے کامیاب واپسی پر

شریمتی شوبھا اگروال

دیپاولی

روشنی کا تیوہار

دیش میں دیوالی ہی شاید ایک ایسا تیوہار ہے جو کسی نہ کسی صورت میں ہر صوبے میں منایا جاتا ہے۔ آج اس کی صورت صوبائی نہ رہکر قومی قومی ہو گئی ہے ویسے ہر صوبے میں دیوالی کے بارے میں الگ الگ روایات اور پران کی کہانیاں رائج ہیں اور اسے الگ الگ صورتوں میں منایا بھی جاتا ہے۔ لیکن اسے روشنی کا تیوہار ہر جگہ سمجھا جاتا ہے۔

شمالی ہندوستان میں دیوالی کے دن جوا کھیلنے کی رسم نہ جانے کب سے چلی آرہی ہے، کچھ لوگ اسے مذہبی کتابوں سے منسوب کرتے ہیں، تو بہت سے ایک روایت کا حوالہ دیتے ہیں جس کے مطابق شیو جی نے پاروتی کے ساتھ پانسہ کھیلتے وقت اپنا راج دار داؤ پہ لگا دیا اور ہار گئے۔ کئی بار ہار جیت ہونے کے بعد آخر میں پاروتی بازی ہار گئیں۔ تب سے انہوں نے دیوالی کے دن جوا کھیلنے کا دستور بنا دیا۔

ایک دوسری روایت ہے کہ نشد دیش کے راجہ نل نے جوے میں اپنا سارا راج ہار دیا تھا۔ غریب لوگ پیسوں کی بجائے باداموں اور کھجوروں سے کام چلاتے ہیں تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ جوا کھیلنا برا سمجھتے ہیں، وہ بھی دیوالی کے دن اسے دھرم کا کام کہتے ہیں۔

بنگال کے اہیر قبیلے کے لوگ دیوالی کے دن بستی کے میدان میں ایک

صوبائی و موسمی تہوار

پوجا اور میلے

*

و معاشرت کے فرسودہ نتائج و عواقب سے بھارتی سماج سنسکرتی و معاشرہ
کو بچاتی ہے۔ اس شبھ اوسر پر برادران وطن کو رکشا بندھن کی دلی مبارکباد دیتے
ہوئے آئیے ہم سب اپنی عظیم "بھارت ماتا" کا آشیرواد پراپت کریں جس کی
ہماری عظیم ماں کی آتما پکار رہی ہے اپنے کروڑوں سپوتوں کو آواز دے رہی ہے۔
کہ یہ بندھن یہ میرے پیار کے مقدس بندھن تم سے پھر ایک بار قربانی چاہتے
ہیں۔ پہلے بھی تم نے ماں کے لئے بے مثال قربانیاں اور آہوتیاں دی ہیں۔ میری عظیم
لاڈلی اندرا کی چھاؤنیاں دیکھو۔ پہاڑوں طرف ان دیکھے طوفان گرج رہے
ہیں۔ "تعمیر وطن" تمہاری محنت، تمہارے بلند عزائم، تمہارے غیر متزلزل حوصلوں
کو چیلنج دے رہے ہیں۔ ان طوفانوں کا منہ پھیرنے کے لئے فولادی چٹان
بن جاؤ۔

بھگوان تمہاری رکشا پورن کریں ..... ماں تمہاری آتما کی یہ پکار
تمہارا یہ آشیرواد جب ہمارے ساتھ ہے تو ہم پھر عہد کرتے ہیں ہم تمہارے
کروڑہا لاڈلے، تم تمہاری عظمت، تمہاری شوکت، تمہاری سلامتی کے لئے
سمندر کی تیز موجوں اور پہاڑوں کی سنگلاخ چٹانوں کو ٹھکرا دیں گے۔ گرجتے
طوفان کے لئے ناقابل تسخیر آہنی چٹان بنکر مقابلہ کریں گے۔ تعمیر وطن کے لئے
ہمارے اخلاقی اقدار ہماری سبھیتا اور ہمارے عظیم کلچر کی رکشا کے لئے ابھی
جیسے بچاؤ مانگ کر ہم سب ایک ہو کر جدوجہد کریں گے یقین رکھو ماں ہمارا یہ مقدس
عہد ہے ہم تمہیں کبھی شرمندہ نہ کریں گے ماں۔

کبھی نہیں۔ ایشور سے پرارتھنا ہے کہ بھارت ورش میں امن و شانتی
اتحاد، پیار و محبت، یگانگت اور تعمیر وطن کے لئے ہر قسم کی قربانی کے جذبوں
جذبات عملی طور پر دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتے رہیں۔ (بشکریہ روزنامہ [illegible])

ملوث تھا۔ اسی طرح میکسیکو میں غداروں کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے اور اس کا پتلا جلایا جاتا ہے۔ انگلینڈ اور فرانس کے درمیان سات سالہ جنگ کے موقع پر فرانس کے قبضہ سے منوریا کو چھڑانے کا فیصلہ اہمیت اختیار کر گیا تھا۔ اڈمیرل بائینگ نے بادل ناخواستہ منوریا کو چھڑانے کی کوشش کی۔ انگلینڈ میں لوگ اس کے رویہ کو بھول نہیں سکے ہیں۔ کئی سال تک گدھے کی پیٹھ پر اس کے پتلے کی سواری نکالی جاتی تھی جس پر ایک لوح لگی ہوتی تھی۔ جس پر لکھا ہوتا تھا کہ یہ وہ آدمی ہے جس نے جنگ کرنا نہیں چاہا۔ بعد میں پتلے کو پھانسی پر لٹکایا جاتا۔ اس کا چہرہ مسخ کیا جاتا اور پھر آخر میں اس کو جلا دیا جاتا تھا۔ ہالینڈ انگلینڈ اور دیگر کئی ممالک میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائی ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے تھے اور وہ ایک دوسرے کے پتلے جلایا کرتے تھے۔

عام خیال یہ ہے کہ کسی شخص کے پتلے کو پھانسی دینا ویسا ہی ہے جیسے کہ خود اسی شخص کو پھانسی دی جا رہی ہو۔ فرانس میں قدیم زمانہ میں اگر کوئی سزائے موت یافتہ قیدی جیل سے فرار ہو جاتا تھا تو اس کے پتلے کو "ہلاک" کیا جاتا تھا۔ جس طرح غیاب میں مقدمہ کی سماعت ہوتی ہے۔ اسی طرح غیاب سزائے موت کی تکمیل بھی کی جاتی ہے۔ ڈیوک آف لاوالے کے پتلے کو پیرس میں ۱۶۳۹ء "ہلاک" کر دیا گیا۔ لیکن ڈیوک خود انگلینڈ میں موجود تھا۔

انقلاب فرانس کے بعد اس قسم کی غائبانہ سزاؤں کے طریقہ کو ختم کیا گیا۔ فلی ڈیلفیا میں ہر سال ۴ جولائی کو عام آزادی کی تقاریب کے ساتھ ساتھ انقلابی جنگ کے بھگوڑے بینیڈکٹ آرنلڈ کا پتلا جلایا جاتا تھا۔ جاپان میں کئی سال قبل تک بے وفا محبوب کے پتلے کو بر سر عام پھانسی پر لٹکایا جاتا تھا۔ (بشکریہ ملاپ حیدرآباد)

اپنے جگر کے ٹکڑے کی درازی عمر سلامتی و خوش حالی کے جذبات و نیک تمناؤں کی شکل میں نچھاور کرتے ہوئے پریم بتایا ہوتا ہے دعا دیا کرتی ہے کہ اس مقدس راکھی کی لاج رکھے اور صلہ میں اپنی عزت و حرمت کے تحفظ کی طلب گار ہوتی ہے۔ ہاں یہ مقدس تیوہار انسانی زندگی میں یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ ماں، بہن اور بیٹی کے روپ میں ایشور نے ایک اصول نعمت انسان کو عطا فرمائی ہے جو صرف پُر خلوص محبت کی طلبگار ہے۔ جس کے دل میں انسان کی قدر ہے اور یہ پاکیزہ احساسات و جذبات انسانی پریم و محبت کی بے قدری نہیں کرتے۔ جن کا وجود انسانی زندگی کی یکسانیت کا احساس پیدا کر کے دلوں کو افسردہ نہیں کرتا جو بے غرض پُر خلوص اشیرواد۔ دعاؤں اور محبت سے ہمارے دلوں کے خوابیدہ نازک تار جھنجوڑ کر ایک انوکھی اور روحانی بے پایاں مسرت کے ساتھ ساتھ ایک جذبہ تقویت بھی عطا کرتے ہیں اور ہمارے دلوں کو یہ سکون و شانتی اور اطمینان نصیب ہوتا کہ زندگی صرف دکھ اور درد کا نام نہیں ہے انسانی زندگی صرف اپنے نفس کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی نہیں ہے بلکہ ہنسی خوشی بھی زندگی ہی کی باتیں ہیں۔ یہاں ذمہ داریوں اور مقدس عہد نبھانے کے کانٹے اور بندھن بھی ہیں اور اشیرواد، خلوص و محبت کی مسرتوں کے پھول بھی ہیں کانٹوں کو نظر میں رکھو اور ان پھولوں سے دل میں لیے بے پایاں خوشی بھر لو۔۔۔ یہ تیوہار سماجی رشتوں کی پاکیزگی حرمت اور تقدس کے ساتھ ناقابل شکست عزائم مضبوط بندھنوں کے عہد اور ذمہ داریوں کے احساس بے پایاں کا نصیب بھی ہے۔ اس لحاظ سے اس تیوہار کی افادیت ہمارے عظیم دیش کے عوام کے اخلاقی اقدار اور جذبات و خیالات سے قریب ہے اور جو نام نہاد مغربی تہذیب

سُورنی کے پیر باندھ کر لِٹا دیتے ہیں اور پھر بستی کے سارے مویشیوں کو اُس پر دوڑاتے ہیں۔ سُورنی کچلی جانے کے سبب مر جاتی ہے۔ اُس کے بعد اُسے بڑی شان سے آگ پر بھُونا جاتا ہے اور گانا بجانا تو چلتا ہی ہے۔

بھیلوں میں اِس دِن اندر کی پُوجا کی جاتی ہے۔

مہاراشٹرا کے تھانہ ضِلع کے جنگلی قبیلے دیوار کے لوگ سُورج کی پوجا کرتے ہیں۔ سُورج کو روٹی اور پھُول چڑھائے جاتے ہیں۔ مرغی کی بھینٹ دی جاتی ہے۔ مُرغی کو مارا نہیں جاتا پاس کے جنگل میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

گجرات کے بنواڑوں میں اِس موقعے پر بڑی عجیب رسم ہے۔ ہر کنبے کے لوگ شہر کی ندی یا کسی نالے سے چار یا پانچ پتھر چُنتے ہیں اور انہیں گھر کے مویشیوں کے باڑے میں رکھ کر پوجا کرتے ہیں۔ اِس کے بعد کسی بیل کے گلے میں پھُولوں کا ہار ڈال کر اُسے اِدھر اُدھر دوڑایا جاتا ہے۔ جشن میں آئے لوگوں میں سے جو بھی بیل کی گردن سے ہار نکال لیتا ہے۔ اُسے بڑا بہادر سمجھا جاتا ہے۔ رات میں مشعلیں لے کر ہر شخص اپنے جاننے والوں کے گھر جاتا ہے۔ جہاں روٹی اور پھُول سے اُس بہادر کی پُوجا کی جاتی ہے۔

کچھ ذاتوں میں تانترک اِس رات اماوس کے اندھیرے میں شمشان میں گھیرے بنا کر بیٹھتے ہیں اور مُرغی کی قربانی اور شراب سے دھارمک کام کرتے ہیں۔

مینا گجر قوم کے لوگ اِس دن اپنے اپنے خاندان کے مرے ہوئے لوگوں کی یاد میں دان دیتے ہیں اور پوجا کرتے ہیں۔

انہیں سے مِلتے جُلتے ڈھنگ پر اڑیسہ کے لوگ دیوالی مناتے ہیں۔ دِن میں خاندان کے مرے ہوئے لوگوں کی یاد میں پنڈ دان کیا جاتا ہے۔

اور رات میں سوکھے سن کی گچھیاں جلا کر اوپر دکھائی جاتی ہیں تاکہ وہ لوگ اِس روشنی میں نیچے آکر ہنڈرے لیں۔ ویسے ہندوؤں میں شرادھوں کے لئے الگ دن مقرر ہوتے ہیں۔

متھرا بندرابن کے علاقوں میں دیوالی کرشن پوجا کے روپ میں منائی جاتی ہے۔ ہردوار اور اس کے آس پاس کے ضلعوں میں دیوالی کی رات میں لڑکیاں پھولوں کی ٹوکریاں بناتی ہیں اور گیت گاتی ہوئی اُن میں دیئے رکھ کر ندی میں بہا دیتی ہیں۔

اگر کسی کی ٹوکری بیچ میں ڈوب جاتی ہے تو یہ مانا جاتا ہے کہ اگلا سال اُس کے لئے اچھا نہیں رہے گا۔ اگر ٹوکری ندی کی رَو میں آگے چلی جاتی ہے اور دیا جلتا رہتا ہے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگلا سال اُس کے لئے اچھا رہے گا۔

مہاراشٹر کے کچھ ضلعوں میں سات دن تک دیوالی کا تیوہار منایا جاتا ہے۔ صبح اور شام بہت سی لڑکیاں سج دھج کر بیل کی مورت لے کر جلوس نکالتی ہیں۔ ایک لڑکی کرشن کا سوانگ بھرتی ہے، باقی گوپیاں بن جاتی ہیں۔ وہ ناچتی گاتی کسی ندی یا تالاب کے کنارے جاکر اُس مورت کی پوجا کرتی ہیں۔ دیوالی کے تیوہار کے آخری دن گھر گھر کی لڑکیاں مل کر کسی مندر میں کھانا بناتی ہیں اور ناچتی گاتی ہیں۔

پنجاب میں اس دن لوگ چاندی کے روپوں کی تلاش کرتے ہیں۔ انہیں لکشمی کا روپ سمجھ کر اُن پر رولی لگا کر پھول چڑھاتے ہیں۔ پوجا کے بعد ایک برتن میں دودھ بھر کر یہ چاندی کے روپے اُس میں ڈال دیئے جاتے ہیں اور برتن کو لکشمی کی مورت کے آگے رکھ دیا جاتا ہے۔

ان دنوں خوب پتنگیں اڑائی جاتی ہیں۔ شمالی ہندوستان اور

خاص طور پر لکھنؤ میں تو اس دن ہر جگہ کافی قیمتی پتنگیں اڑائی جاتی ہیں۔

راجستھان کے ناتھ دوارہ مندر میں عجیب طرح سے دیوالی منائی جاتی ہے۔ شری ناتھ جی کی مورتی کے آگے کھانے پینے کی چیزوں کا بہت بڑا ڈھیر لگا دیا جاتا ہے اور مورتی کی پوجا کی جاتی ہے۔

جنوبی ہندوستان میں شمال کی طرح اس تیوہار کو رات میں نہیں منایا جاتا بلکہ صبح پو پھٹنے سے پہلے منایا جاتا ہے۔ اس وقت خاندان کے سب لوگ تیل مل کر اشنان کرتے ہیں اور نئے کپڑے پہنتے ہیں۔ بعد میں ہر گھر کے آگے آگ جلائی جاتی ہے جس میں گھر کا کوڑا کچرا ڈال دیا جاتا ہے۔ اس دن آنکھ مچولی کا کھیل کھیلنے کی روایت بھی ہے۔ یہ رسم بال وِواہ کے سبب بنی تھی۔ اب بال وِواہ ختم ہو گیا، لیکن یہ کھیل روایت بن چکا ہے۔

جنوب میں اس تیوہار کے پیچھے کرشن کی پتنی ستیہ بھاما کے ذریعے نرکاسُر راکشس کو مارنے کی پُران کی کتھا ہے۔

ویسے تو دیوالی روشنی کا تیوہار ہے۔

لیکن کچھ صوبوں میں اس دن ناچ کی روایت بھی ہے۔ ان میں اُتر پردیش کی اہیر قوم کا مردانہ ناچ بہت مشہور ہے۔ چست کپڑے پہن کر یہ لوگ ہاتھ پیروں میں چھوٹے چھوٹے گھنگرو باندھ لیتے ہیں اور ہاتھ میں چھوٹے چھوٹے رنگ برنگے ڈنڈے لے کر ناچتے ہیں۔ ان ڈنڈوں میں بھی گھنگرو بندھے ہوتے ہیں۔

راجستھان کی عورتیں رنگ برنگے کپڑے پہن کر جھوم ناچتی ہیں۔ بہادروں کی دھرتی ہونے کے سبب اس دن تلواروں کا ناچ ناچنے کی روایت بھی وہاں ہے۔ عورتیں مردوں کی ٹولیاں تلواریں

سے کرناچتی ہیں۔ جب مردانہ ٹولی کا ہیرو جیت جاتا ہے تو وہ زنانہ ٹولی کی ہیرو جیت جاتا ہے تو وہ زنانہ ٹولی کی ہیروئن کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ اور اس طرح ناچ ختم ہوتا ہے۔

آج ہر صوبے میں اس تہوار کا رنگ پورا سماجی ہو گیا ہے۔ زیادہ تر لوگوں کو یاد نہیں کہ اس کے پیچھے کون سی مذہبی کہانی ہے۔ آج دیوالی اندھیرے سے گھری زندگی میں نئی روشنی کی مظہر ہے، جسے مختلف صوبوں میں اپنے اپنے ڈھنگ سے پیش کیا جاتا ہے۔

(بشکریہ سریتا نئی دہلی)

رکھشا بندھن (راکھی پونم)

شری موتی لال رائے

برسات کا حسین موسم ساون کا مہینہ پورے چاند کی رات کا یہ تیوہار مسکراتا ماہتاب عطر بیز ہواؤں کے بدھ ماتے جھونکے فضاؤں میں رقصاں خوشی کے رمز۔ اور مسرت کے شہد آگیں نقرئی قہقہے۔ چنبیلی۔ موتیا۔ جوہی۔ گلاب کے گجرے۔ کیوڑے سے گوندھی ہوئی شب دیجور سے سیاہ چوٹیاں سوا سنگھار کئے پور پور مہندی لگے۔ پیارے پیارے ہاتھ بے پایاں خلوص اور پاکیزہ پریم کی تجلیوں سے بھری نینوں کے کنول۔ نیک تمناؤں کے جذبات سے معمور مسکراتے باغ و بہار ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے شگفتہ چہرے جو زندگی کی ساری صحبتوں کو آج یکسر بھول کر دعاؤں اور شیر داد کے مہکتے گلاب نچھاور کرتے ہیں۔ جن کے تقدیس کے سامنے کتنے دھڑکتے ہوئے بھائیوں اور بیٹوں کے دِل بصد احترام سجدہ ریز ہو گئے۔ پھر گھر کے سونے آنگن میں رونق سی آجاتی ہے اور راکھی بندھا لو بھیا۔ ساون آیا کے روح پرور سریلی میٹھے اور رسیلے گیت دِل کے نازک تاروں کو جھنجھوڑ کر پاکیزہ پریم و رفاقت کے بندھنوں میں جکڑ لیتے ہیں۔ روح کی گہرائیوں میں ایک مانوس سی کسک ایک لطیف خوشبو ایک بے نام سے درد کی ٹیسیں بھی اُبھر آتی ہیں جن کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ ہاں جنھیں صرف محسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ یہ رشتے۔ یہ پیار کے اٹوٹ رشتے ہر سال تجدید وفا کے حیات افروز گیت سناتے ہیں جو روح کی خلوتوں کو خلوص کی مہکتی خوشبو اور کیف سے آباد کرتے ہیں۔ اس مبارک دن یہ

محسوس ہوتا ہے کہ زندگی میں کوئی غم نہیں۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ درد و غم کی لہریں یوں تھم جاتی ہیں۔ جیسے ویرانے میں پہلے سے بہار آگئی ہے۔ یہ پیار بھری خوشیاں، یہ رفاقتیں۔ رونقیں اور یہ مسرتیں۔ کاش کہ دائمی ہو جائیں۔ برس بھر کے بچھڑے عزیز آملے ہیں، مرجھائے چہرے کھل اٹھتے ہیں۔ منتظر نینوں میں خلوص اور پیار کے چراغ جل اٹھتے ہیں اور وفورِ جذبات سے ایک باپ ایک بھائی اور ایک بیٹے کی سسکتی ہوئی پلکیں بھیگ جاتی ہیں۔ دل کو ایک نادیدہ آسودگی کا احساس ہوتا ہے۔ کس قدر اپنائیت و یگانگت کا جذبہ محسوس ہوتا ہے۔ اس دن یہ تیوہار ہجومِ رنج و الم میں گھر کر بھی مسکرانے کا درس دیتا ہے اور زندگی سرشار ارمانوں کے ہجوم میں جھوم جھوم اٹھتی ہے۔ سڈول کلائیوں میں پیار کی زرتار راکھی جھلملانے لگتی ہے۔ یہ تیوہار ہمیں یاد دلاتا ہے کہ زمانہ کی گردش ماحول کو بدل دیتی ہے۔ انسان کے خد و خال میں تبدیلیاں کر رہی ہے لیکن انسانی رشتے ناطے اس اٹوٹ پیار کے بندھن سے تاقیامت منقطع نہیں ہو سکتے۔

یہ تیوہار ساون کی پورنماشی کو منایا جاتا ہے۔ اسے "سلونو" بھی کہتے ہیں جو فارسی الفاظ "سال نو" کا بگڑا ہوا روپ ہے اور شہنشاہ اکبر کے دور سے رائج ہے۔ ہندی میں اسے شراونی اور رکشا بندھن کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور نار یلی پورنیما، کجری پونما اور راکھی پونم بھی کہتے ہیں۔ یہ تیوہار فصل خریف کے بارآور ہونے کی ابتدائی امید اور خوشی کا دن کہلاتا ہے۔ شاستر کے انوسار اس تیوہار پر جو کی خیرات کی جاتی ہے۔ پراچین کال میں دیو اسر سنگرام میں رکشا کے لئے بہنیں اپنے بھائیوں کے ہاتھ میں "موولی" باندھتی تھی۔ رگ ویدی، یجر ویدی اور سام ویدی برہمن مختلف ایام میں علیحدہ علیحدہ نکشتروں کے انوسار اس تیوہار کو مناتے تھے۔ بھوشیہ پران کے بموجب رکھشا سوتر بھی باندھی

اس تیوہار کی مہما اندرانی" کو بتائی تھی۔ یہ تیوہار دراصل حسن شائستگی۔ رنگا رنگ تصویر کشی اور مشاہدہ قدرت کے پاکیزہ جذبات کی عکاسی کی دلیل ہے یہ محفل صناعی اور نظارۂ قدرت کے سطحی مشاہدہ پر مبنی نہیں بلکہ قدرتی حسن اور اس کے اندر پوشیدہ صداقت کو محسوس کر کے بنی نوع انسان کی سلامتی و تحفظ کی دعاؤں اور ان نعمتوں کے لئے ایشور کا شکرانہ تعریف۔ توصیف۔ استتی کے گیت گائے جاتے ہیں۔ ابتدا ہی سے بھارت کا مسلک وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت پر مبنی ہے جس کی حقیقت صرف یہی ہے کہ ایشور کا جلوہ ہر ڈھنگ اور ہر رنگ سے ہویدا ہے۔ گویا "جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے"۔ یہی اس کی وحدانیت کا اچھا اور سچا اعتراف ہے۔ چنانچہ اس تیوہار کے اوسر پر برسات کے حسین و دلکش نظاروں کے مشاہدے خوشنما پرندوں کی تصویر کشی اور برہمنوں کا اپنی روحانی شکتی سے عوام کے تحفظ و سلامتی کا تعویذ تیار کر کے تقسیم کرنا ہی اصل مقصد تھا۔ لیکن فی زمانے اس متبرک تیوہار کے اصلی خدوخال بُری طرح مسخ ہو چکے ہیں۔ مشاہدہ قدرت کا اب تو ذکر ہی چھوڑیئے تصویر کشی تو کوئی جانتا ہی نہیں اور رکھشا بندھن کے دن برہمنوں کے لئے یہ جو لازمی تھا کہ ہوں اور یگیہ آدیشہ کر کے خلق خدا کی سلامتی و حفاظت کی دعائیں کرتے ہوئے راکھی تیار کرتے اور اس کے صلے میں ہر شخص حسب مقدور دکھشنا یا نذرانہ بصد احترام و ادب ان کی سیوا میں بھینٹ کرتا کیونکہ شاستر کی آگیا انوسار کسی بزرگ کی خدمت میں خالی ہاتھ حاضر ہونا بڑی بے ادبی اور معیوب سمجھا جاتا تھا لیکن اب نہ وہ پہلا سا خلوص نہ پہلی سی فضا نہ پہلی سی باتیں.....

اس تیوہار کی اب تو یہ حالت ہو گئی ہے کہ برہمن حضرات بازاروں سے

رنگین ڈورے خرید کر خیرات کی خاطر گھر گھر پہنچکر راکھی باندھتے پھرتے ہیں
جبکہ لوگوں کو خود برہمنوں کی ہوائیں حاضر ہو کر ادب وغیرتا سے راکھی بندھوانے
کا اُصول تھا کیونکہ راکھی حقیقت میں حفاظت کا ایک مقصدی تعویذ ہے۔

"راکھی یوم" کے دن ہندو لوگ ایشور کا جن کر کے اپنی جان و مال، سلامتی
و خوشحالی و حفاظت و رکھشا کے لئے دُعائیں کرتے ہیں۔ خواتین و لڑکیاں
بڑی شردھا (پ) سے اپنے بھائیوں، عزیزوں اور بزرگوں کی پیشانی پر چندن
کم کم کا ٹیکہ لگاتی ہیں۔ ان کے سر پر "بجر باں" چاول جھڑکتی ہیں۔ سلامتی اور
درازی عمر کی دعائیں کرتے ہوئے کلائی پر راکھی باندھتی ہیں اور سروں پر نیگ کے
پیسے نچھاور کرتی ہیں اور اپنے ہاتھ سے مٹھائی کھلاتی ہیں۔ یہ تیوہار ہمارے دیش
میں بھائی بہن کے سچے اور اٹوٹ پریم کے طور پر منایا جاتا ہے۔ بہنوں کی اس
تیوہار پر شاندار ضیافت کی جاتی ہے اور انھیں حسب مقدور قیمتی پوشاک
زیور اور رقم سے نوازا جاتا اور نذرانے بھینٹ کرتے ہیں۔

اس تیوہار کے آغاز کی روایت یدھشٹر سے شری کرشن جی نے یوں بتائی
تھی کہ ایک مرتبہ" راجہ اندر" اور دتیوں میں مسلسل بارہ سال تک خونریز جنگ
ہوتی رہی۔ دتیوں نے اپنی مہیب عسکری قوت سے راجہ اندر کو چاروں طرف
سے محصور کر لیا۔ شکست کے آثار نظر آنے لگے۔ راجہ اندر گھبرا گئے اور اپنے پوجیہ
گرو برہسپتی سے فتح کی تدبیر پوچھی اور مدد کے طالب ہوئے۔ گرو جی نے اس
معاملہ میں مجبوری ظاہر کی اس پر راجہ اندر کی مہارانی "شچی" نے گرو جی مہاراج
کی آگیا انوسار برہمنوں سے زبردست یگیہ کروایا اور منتروں دعاؤں سے
ایک مقدس راکھی تیار کی جسے راجہ اندر کو پہنا دیا گیا اسی راکھی کے تیج و
پرتاب سے راجہ اندر دتیوں پر فتح یاب ہوئے۔ رکھشا بندھن کا یہ تیوہار کسی

واقعہ کی یادگار کے طور پر منایا جاتا ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسی دن "ہیگر و بھگوان" کا اوتار ہوا جس نے "دھوندھو" نامی راکشش کا سربب ناش کر کے مخلوق خدا کی رکشا کی۔ شراون "پورنماشی" کو ہندو خواتین "سرون" کی پوجا کرتی ہیں جو نادانستہ طور پر مہاراجہ دسترتھ کے بان سے ہلاک ہوا تھا۔ پنجاب میں یہ تیوہار "کرڑی" کے نام سے موسوم ہے۔ دکن میں اسے ناریلی پورنما اور راکھی پورنما کہتے ہیں۔ دکن میں اس روز پوروتی پورنماشی کا اُتسو منایا جاتا ہے اور پوترا یعنی نیا جنیو تیار کر کے پہلے شری وشنوجی شری شیوجی اور شری گنیش جی کو پہناتے ہیں۔ بعد ازاں خود پہنتے ہیں۔ بمبئی کے ساحلی بندرگاہ اور کونکن کے شہروں میں ناریلی پورنما کا اُتسو سمندر کی پوجا کر کے منایا جاتا ہے۔ سمندر پر ناریل اور جنیو چڑھاتے ہیں تاکہ سمندری تجارت و سفر میں "ورن دیوتا" کی رکھشا و آشیرواد پراپت ہو۔ ہندو لوگ سمندری تجارت کے وسیلہ پراچین کال ہی سے لنکا۔ جاوا۔ ساٹرا اور ملادیش وغیرہ میں بس گئے ہیں۔ کونکن میں اس دن بڑے میلے لگتے ہیں۔ مہاراشٹر میں اس تیوہار کے ضمن میں ایک ہفتہ تک برت رکھے جاتے ہیں۔ روی وار کو سوریہ برت سوموار کو شیو درشن برت۔ منگل کو منگلا گوری برت۔ بدھ کو بدھ پوجن برت برہسپت کو گورو پوجا برت۔ شکر وار کو۔ چندر وات برت اور جرکشمی برت۔ سنیچر وار کو شری نرسنگھ جی اور شری ہنومان کی پوجا و برت
بنگال میں اس دن "سنیلا سمتی" بہت دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ بنگالی برہمن نیا جنیو دھارن کرتے ہیں۔ راکھی تیوہار یوں تو سارے بھارت درش میں بھانت بھانت کی دیدہ زیب خوشی اور زرق راکھیاں بڑے اہتمام سے تیار کی جاتی ہیں لیکن بندیل کھنڈ کی راکھی بہت عمدہ

اور بیش قیمت ہوتی ہے۔ اِس کا قطر ایک فٹ سے کم نہیں ہوتا۔ برہمن لوگ راکھی باندھتے وقت جو اشلوک پڑھتے ہیں۔ اُس میں راجہ بل کا تذکرہ ضرور ہوتا ہے۔ مارواڑی لوگ بھی بڑے اہتمام سے یہ تیوہار مناتے ہیں اور ان لوگوں میں راکھی باندھنے کا بہت رواج ہے۔ مقدس راکھی کی حرمت بڑی انمول ہے۔ راکھی باندھنے سے برسوں کی دشمنی و عداوت، دوستی و پریم میں بدل جاتی ہے۔ راجپوتانہ کی تاریخ اس کی شاہد ہے کہ مغلوب راجہ کی بہن یا بیٹی نے جب اپنے دشمن کے راکھی باندھی تو اُس نے اُس نے کی عزت، حرمت اور بات کا اسی طرح کامل لحاظ کیا گویا یہ اُن کی ماں جائی بہن تھی مسلم حکمرانوں نے بھی "راکھی" کا کامل احترام کیا۔ تاریخ ہند میں "ہمایوں اور رانی کرنا وتی" کی داستان تا قیامت زندہ رہے گی۔

"بھوشیو تر پران" کے بموجب رکھشا بندھن کے دن دیوتا، رشی، پتروں کا پوجن ترین سیوا کرنا شبھ ہے۔ علی الصبح اشنان اور بدھوت سندھیا سے فارغ ہو کر نیا جنیو دھارن کرنا چاہیئے۔ گلش رکھکر "شری ہرجاجی" کا پوجن شردھا و عقیدت سے چندن پھول۔ پھل۔ دھوپ۔ دیپ بستر مشٹان سے کریں۔ برہمنوں سے رکھشا بندھن کرادیں اور انھیں بھوجن کرا کے حسب مقدور دکھشنا و نذرانہ بھینٹ کریں۔ کیونکہ رکھشا بندھن بطور اشیرواد کے ایک مقدس دعا ہے۔ "بھدرا" میں رکھشا بندھن کی ممانعت ہے۔ صرف خواتین پوجا کے سمے زرد رنگ کے دھاگوں کی راکھی بنا کر اپنے خاوندوں اور عزیزوں کے باندھتی ہیں۔ تاکہ ایشور ان کے سہاگ عزیزوں کی سلامتی اور جان و مال کی رکھشا کریں۔ "راکھی پونم" کا مقدس تیوہار پاکیزہ پریم و محبت کا ایک انوکھا رنگ تیوہار ہے۔ ٹوٹے دل۔ ٹوٹے رشتے ناطے

جوڑنے اور استوار کرنے کا تیوہار ہے۔ اِس مبارک تیوہار پر اہل وطن کو حضرت نظیر آبادی کس خلوص وپیار سے قومی یکجہتی ویگانگت کا جانفزا پیام دیتے ہیں اور کس شردھا سے خود برہمن مہاراج کا بھیس بنائے پیار کی راکھی بندھوانے کی دعوت عام دیتے ہیں ملاحظہ ہو ــ

ہوس جو دل میں گذری ہے کہوں کیا آہ میں تم کو
یہی آتا ہے جی میں بن کے باہمن آج تو یارو
"میں اپنے ہاتھ سے پیارے کے باندھوں پیار کی راکھی"

پہن زنار اور قشقہ لگا ماتھے اوپر بارے
نظیر آیا ہے باہمن بن کے راکھی باندھنے پیارے
"بندھا لو اس سے تم ہنس کر اب اس تیوہار کی راکھی"۔

بلاشبہ یہ تیوہار ایک ہمہ گیر فلسفہ اور اخلاقی سچائی کا مظہر ہے جس نے اپنے آپ کو انسانی زندگی سے بے تعلق نہیں رکھا بلکہ اس کی سچی اور مسرت سے معمور تصویریں سماج کے سامنے پیش کر کے یہ شعور وادراک ودلیعت کیا کہ حیات انسانی کس سخت اور نازک مقام پر ہے اور انسان کو اپنی زندگی میں کن کٹھن اور کڑی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ آزمائش اور مصیبتوں کے ان ریگزاروں میں ناری کے تین روپ کس طرح آشاؤں کے دیپ بن کر نئی زندگی کی راہ نمائی کرتے ہیں۔ کس طرح نئے عزم نئے حوصلے۔ ہمت واستقلال کے نخلستان ثابت ہوتے ہیں۔ اِس پاکیزہ تیوہار میں ایک ماں ایک بہن اور ایک بیٹی کے پُرخلوص ایثار واذا اور بے غرض پیار بھرے دل کی دھڑکن سنائی دیتی ہے اور "راکھی"... کچے دھاگوں کے معمولی تار کا نام نہیں بلکہ ایک اٹوٹ بندھن ایک مستحکم وعدہ ایک مقدس عہد ہے جو وہ اپنے سرتاج۔ اپنے پتا۔ اپنے بھیا اور

پھولوں کا ایک بڑا ڈھیر لگ گیا۔ یہ اسی پر گرے اور رام رام کہتے اٹھ کھڑے ہوئے

جب راجہ کو اس طرح بھی اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی تو اس نے ایک اتھاہ سمندر میں پرہلاد کو ڈبو دینے کا حکم دیا۔ انہیں ایک گہرے سمندر میں ڈبو دیا گیا۔ مگر سمندر نے انہیں اپنی لہروں پر لٹا کر جھلا کر کنارے پر لاکر چھوڑ دیا۔ ڈوبنا تو رہا۔ ایک طرف ان کے کپڑے تک نہیں بھیگے۔ یہ عمل تین بار کرنے پر بھی راجہ کو کامیابی نہیں ہو پائی۔

اب راجہ نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور پرہلاد کے مار ڈالنے کی ترکیبیں سوچنے لگا۔ راجہ کی بہن ہولکا (ہولی) نے جب اپنے بھائی کو اس طرح پریشانی میں غلطاں و پیچاں دیکھا اور دیکھا کہ وہ جل بھن کر غم کا مجسمہ بن گیا ہے تو اس نے اپنے بھائی سے کہا۔ بھائی! اس لڑکے سے تم فکر کیوں کرتے ہو۔ مجھے شنکر دیوی کا وردان ملا ہوا ہے کہ آگ مجھے جلا نہیں سکتی۔ میں اسے گود میں لیکر بیٹھ جاتی ہوں۔ تم لکڑیوں، اپلیوں وغیرہ کا ایک زبردست ڈھیر لگوا کر اس میں آگ لگوا دو۔ آگ میرا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتی البتہ اسے جلا کر خاک کر دے گی۔

راجہ کو اپنی بہن کا مشورہ بہت ہی پسند آیا۔ بھاگن کا مہینہ اور پونم کی رات تھی۔ پرہلاد کو گود میں لیکر ہولی زمین پر بیٹھ گئی۔ راجہ نے اس کی رائے کے مطابق لکڑیوں اور اپلیوں کا ایک زبردست ڈھیر لگوا کر اس میں آگ لگوا دی۔ بہت سے لوگوں نے ہولی (اس جلتے ہوئے ڈھیر) کی پوجا کی تاکہ راجہ اس نتیجے پر پہنچیں کہ میری بہن اور اس کی عظمت کی پوجا کی جا رہی ہے۔ حالانکہ مقصد اس پوجا کا یہ تھا کہ ہے رام! پرہلاد کو تو ہی بچا۔ رات بھر لوگ اطراف میں جمع رہے اور یہ دیکھتے رہے کہ باپ کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کا نتیجہ کیا رہا ہے

میں ہی سرو شکتیمان اور قادر مطلق ہوں۔ تو میرا ہی نام رٹا کر۔

راجکمار نے راجہ کی ایک نہ سنی اور رام رام کہنے کا عمل برابر جاری رکھا۔ جب محبت و پیار، سمجھانے بجھانے اور ڈرانے دھمکانے وغیرہ کے سب عمل بیکار ثابت ہوئے تو انہیں اپنے شاہی مدرسے میں بھرتی کرادیا اور گروجی کو اچھی طرح تاکید و ہدایت کردی اور حکم دے دیا کہ راجکمار کا رام رام کہنا چھڑا دیا جائے۔

راجکمار پاٹھ شالہ میں بھرتی ہو کر ابھی جماعت میں آکر بیٹھے ہی تھے کہ گروجی پانچ منٹ کے لئے کسی کام سے باہر گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں راجکمار نے کھڑے ہو کر سب کو رام رام کا پاٹھ پڑھا دیا۔ گروجی نے واپس آکر جو دیکھا کہ سب بچے رام رام رٹ رہے ہیں، تو ان کی جھنجھلاہٹ کی حد نہ رہی۔

انہوں نے سمجھایا۔ ڈرایا۔ دھمکایا مگر تمام عمل بیکار ثابت ہوئے آخر تنگ آکر انہوں نے راجہ سے پرارتھنا کی کہ یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔ راجکمار کا رام رام کہنا چھوڑنا تو رہا ایک طرف انہوں نے تو تمام بچوں کو یہ سبق پڑھا دیا ہے۔

جب راجہ تمام کوششیں کر کے تھک گیا اور راجکمار پر قابو نہ پا سکا تو اس نے حکم دیا کہ اسے خونی ہاتھی کے سامنے چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بجائے اس کے کہ خونی ہاتھی راجکمار کی جان لیتا وہ ان کے سامنے سرنگوں ہو گیا اور ان کو سونڈ سے اٹھا کر اپنی پیٹھ پر سوار کر لیا اور خوشی سے ناچنے لگا۔ یہ دیکھ کر راجہ کا غصہ اور بھی بڑھ گیا۔

راجکمار کو ایک بہت اونچے پہاڑ پر چڑھا کر وہاں سے نیچے گرانے کا حکم دیا گیا۔ راجکمار پہاڑ سے گرائے گئے۔ بھگوان کی مرضی کہ پہاڑ کے نیچے ایک

روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ وہی سیاہ و سفید کا اور سارے سنسار کا مالک ہے۔"

راجکمار نے پوچھا کہ تم آوے سے برتن کب نکالو گی؟

کمھارن نے کہا کہ آج سے تیسرے دن۔ شام کے وقت۔ راجکمار نے کہا کہ میں اس دن آکر دیکھوں گا اگر یہ بچے زندہ نکلے تو میں یہ سمجھوں گا کہ میرا باپ رام نہیں ہے۔ رام تو کوئی دوسرا ہی ہے۔

راجکمار جب جانے لگا تو کمھارن نے اس کے پیر پکڑ کر درخواست کی کہ یہ بات اپنے پتا جی کو کسی طرح نہ معلوم ہونے دینا ورنہ وہ میرا اور میرے پورے خاندان کا نام و نشان مٹا دیں گے؟

راجکمار نے جواب دیا، ماتا! تم بالکل بے فکر رہو۔

راجکمار "رام" کے سلسلے میں ایک طرح کی الجھن میں پڑ گئے۔ مقررہ دن اور وقت پر وہ کمھارن کے گھر پہنچے۔ اس نے راج کمار کے سامنے ہی آوا کھولا۔ آگ دہک رہی تھی۔ برتن آگ میں پک کر گرم لوہے کی طرح تپ رہے تھے۔ ایک گھڑے کو آوے میں سے جو نکالا گیا تو اس میں سے بلی کے بچوں کی "میاؤں میاؤں" آواز آئی۔ راجکمار نے دیکھا کہ گھڑا انتہائی گرم ہے مگر بچے اس کے اندر کلیلیں کر رہے ہیں۔ راجکمار کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس نے فوراً کمھارن کے چرن چھوے اور کہا ماتا! تم نے آج میرے دل کی آنکھیں کھول دیں۔

راجکمار کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح جم گئی کہ میرا پتا "رام" نہیں ہے۔ رام کوئی اور ہی شکتی ہے اب راجکمار گھر آئے تو رام رام کہنے لگے۔ باپ کو تنفر کی نگاہ سے دیکھتے۔ جو کوئی ان کے سامنے آتا اس سے رام رام کہتے۔ باپ نے بہت ہی اچھی طرح سمجھایا کہ میرے سوائے اور کوئی رام نہیں ہے۔

★

★

بھوگی

از: شری پی۔ رام چندر راؤ (اچیا پیٹ)

تلسنکرات کے ایک روز پہلے بھوگی کا تہوار منایا جاتا ہے۔ یہ بھی اکثر دیہاتوں میں مناتے ہیں۔ دیہاتی علی الصباح اٹھ کر اپنے اپنے گھروں میں ناکارہ اشیاء لے کر گھر کے باہر ایک مخصوص جگہ پر یکجا کر کے جلاتے ہیں۔ اس کو "بھوگی منٹا" کہتے ہیں۔ بھوگی منٹا کے اطراف لوگ موسم سرما ہونے کے باعث سردی کا لطف اٹھاتے ہیں۔ بھوگی منٹا سے جو راکھ حاصل ہوتی ہے اس سے اپنی پیشانی پر تلک لگاتے ہیں۔ پھر گھر میں جا کر نہاتے ہیں۔ بچیاں عورتیں اپنے اپنے گھروں کے سامنے گوبر کا چھڑکاؤ کر کے رنگولی بناتے ہیں۔ اس دن گائے کو بھی نہلاتے ہیں اور اس کی بھی پوجا کی جاتی ہے۔ لوگ خاص طور پر ہری داسس کو کچھ نہ کچھ اپنا نذر پیش کرتے ہیں۔ جس کو سنکرانتی بھکشا کہا جاتا ہے۔ اس روز ایک خاص قسم کا پکوان بھی ہوتا ہے۔ جس میں چاول اور مونگ کی دال ملا کر پکاتے ہیں۔ سب مل کر اس کے کھانے کو مقدس سمجھتے ہیں۔

★

ورالکشمی ورائم

از: شری بی۔ رام چندر راؤ (جیا پیٹ)

یہ تہوار ہر فرقہ کے لوگ مناتے ہیں۔ تلگو سال کے شراون پورنما
یعنی (رالکھی پونم) سے جو بھی شکروار (جمعہ کا دن) آئے اسی روز
یہ تہوار مناتے ہیں۔

یہ درحقیقت ایک خاص پوجا ہے جو ورالکشمی کے نام کے
دیوتا پر کی جاتی ہے۔ خصوصًا میاں بیوی کا دونوں مل کر پوجا کرنا ضروری
ہوتا ہے۔ اس دن ورالکشمی دیوتا کے سامنے ایک مخصوص دھاگہ جسکو
"دورمو" کہتے ہیں، پوجا کے بعد میاں بیوی دونوں اپنا اپنی سیدھی کلائی پر
"دورمو" باندھ لیتے ہیں۔

اس روز دو قسم کی ترکاریوں کا مخصوص سالن بنایا جاتا ہے۔
جو سب ملکر ضرور کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی تحفہ دیتے ہیں۔

✲

کماری ڈی وسودھا
ونستھلی پورم

پونگل

پونگل کا تیوہار مسلسل تین دن تک منائے جانے والا تیوہار ہے یہ فصل کی کٹائی کے وقت پورے جوش وخروش کے ساتھ منائے ہیں خصوصاً جنوبی ہند میں سب سے بڑی خوشی ومسرت کا تیوہار ہے ٹاملناڈو میں اس تیوہار کو اس لئے پونگل کہا جاتا ہے کہ فصل سے نئے حاصل کردہ چاول کا میٹھا اس تقریب کا خصوصی اور اہم پکوان ہوتا ہے۔

میسور میں یہ تیوہار سنکرانتی کے نام سے موسوم ہے۔ اس مُبارک موقعہ پر گائے اور بیلوں کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ رنگ کر دیدہ زیب بناتے ہیں اور انھیں پونگل (یعنی اس تقریب کے موقع پر پکایا ہوا لذیذ میٹھا کھانا) کھلایا جاتا ہے۔ شام کے وقت ہر گاؤں اور ہر دیہات و قصبہ میں گاتے بجاتے ہوئے پورے جوش وخروش سے اِن جانوروں کا جلوس نکالتے ہیں جنوبی حصہ کے کچھ شہروں میں اس موقعہ پہ ایک قسم کی بیلوں کی لڑائی کا انتظام بھی کرتے ہیں اور سانڈھ کے سینگ میں کرنسی نوٹوں کی گڈیاں باندھی جاتی ہیں اس کو حاصل کرنے کی جوان کوشش کرتے ہیں۔ کئی دیہاتوں میں مرغوں کی لڑائی کا انتظام کیا جاتا ہے۔

آندھرا پردیش میں گنٹور کے قریب تینالی میں بیل گاڑیوں کی دوڑ ہوتی ہے جو یہ مقابلہ اس تیوہار کے موقعہ پر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اور ایک عجیب و غریب اور دلچسپ منظر پیش کرتا ہے۔ (شکریہ روزنامہ امرجیوتی بھارت حیدرآباد)

شری ایم۔ ایل۔ بجاج

بیساکھی

فصلیں پک کر تیار ہیں۔ گیہوں کی سنہری بالیاں دیکھ کر کسان کا دل باغ باغ ہو رہا ہے۔

رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس جوان، بوڑھے، بچے اور عورتیں گاؤں کے میلے میں جمع ہو رہی ہیں۔

سرو قد جوانوں نے حلقہ بنا لیا ہے ڈھول بج رہے ہیں، ڈھول کی تھاپ پر جوانوں کے قدم تھرک رہے ہیں۔ اچانک بھنگڑا ناچ میں تیزی آجاتی ہے اور کسان مستی کے عالم میں جھوم اٹھتے ہیں۔ قلابازیاں لگاتے ہیں۔ "مکے" بجاتے ہیں (خوشی سے کلکاریاں لگاتے ہیں) بعد ازاں "ٹپے" اور "ماہیے" (لوک گیت) گائے جاتے ہیں۔ عورتیں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہتیں، وہ "گدا" (تالی بجا کر) گاتی ہیں اور ساری فضا میں مستی چھا جاتی ہے تو یہ ہے بیساکھی کا تیوہار جو ہر برس ہندو کلنڈر کے مطابق بیساکھ ماہ کی پہلی تاریخ اور عیسوی کلینڈر کے مطابق ۱۳ اپریل کو آتا ہے اور فضا میں خوشیاں بکھیر دیتا ہے۔ یہ تیوہار زیادہ تر شمالی بھارت میں ایسے وقت میں منایا جاتا ہے جب فصلیں پک کر تیار ہو جاتی ہیں یہی تو کسان کا خزانہ ہے جسے دیکھ کر وہ خوشی سے ناچتا ہوا گانے لگتا ہے "جٹا آئی بساکھی تے کنکاں دی مک گئی راکھی" مطلب اے جاٹ بھائی بیساکھی آگئی ہے اور گیہوں کی فصل کی رکھوالی کی ضرورت نہیں رہی)

اُس دِن سے فصلوں کی کٹائی شروع ہو جاتی ہے اور کسان کے گھر دولت آنی شروع ہو جاتی ہے۔

اگرچہ یہ تیوہار بعض دیگر ریاستوں میں بھی منایا جاتا ہے اور کہیں کہیں تو نیا سمت بھی شروع ہوتا ہے اور نئے بہی کھاتے شروع کئے جاتے ہیں، تاہم یہ زیادہ جوش و خروش کے ساتھ پنجاب میں ہی منایا جاتا ہے۔ جہاں جگہ جگہ میلے لگتے ہیں اور زندہ دلان پنجاب ان میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے ہیں۔ کئی شہروں اور قصبوں میں مال مویشی کی منڈیاں لگتی ہیں اور کسان اپنے لیے ڈھور ڈنگر خریدتے ہیں۔

اس تیوہار کو دائمی اور مستقل صورت دینے کے لیے تقدس کا رنگ دیا گیا ہے۔ مقدس ندیوں، دریاؤں اور تالابوں میں اشنان کرکے مذہبی رسوم ادا کی جاتی ہیں اور خوشحالی کے لیے پرارتھنائیں اور دعائیں کی جاتی ہیں۔ اگرچہ اس تیوہار کا تعلق عموماً ہندوؤں اور سکھوں سے ہے تاہم تقسیم وطن سے پہلے متحدہ پنجاب میں مسلمان بھی ان میلوں میں شرکت کرتے تھے بلکہ بعض مقامات پر اُن کی طرف سے ایسے ہی میلوں کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر پوٹھوہار (راولپنڈی کے علاقے) میں ہندو کٹاس راج کے سرور (تالاب) میں اشنان کرتے تھے تو مسلمانوں کی طرف سے چیت ماہ کے آخری جمعہ کو جو عموماً یکم بیساکھ سے دو تین دن پہلے آتا تھا جوہا سیدن شاہ پر میلے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ جہاں راگ رنگ کی محفلیں جمتی تھیں۔ ناچنے اور گانے والیاں میلے کی رونق بڑھاتی تھیں ان محفلوں میں ہندو بھی شرکت کرتے تھے اور پھر اسی طرح دو تین دن بعد ہونے والے بیساکھی کے میلے میں مسلمان بھی حصّہ لیتے تھے۔

اسی طرح ہیر رانجھے کے وطن جھنگ میں دریائے چناب کے کنارے بیساکھی کا میلہ لگتا تھا جس میں بڑی چہل پہل ہوتی تھی لوگ رنگ برنگ کے کپڑے پہن کر میلے میں شرکت کرتے تھے۔ ان میں کشتیاں بھی ہوتی تھیں۔ میلے کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں مسلمان ہندوؤں کی نسبت زیادہ تعداد میں شامل ہوتے تھے اور بھنگڑا ڈالنے والے زیادہ تر مسلمان ہی ہوتے تھے جو عموماً نواحی دیہات سے آتے تھے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایسا بھائی چارہ تھا کہ وہ ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔ وہ دن اب تو خواب ہو گئے ہیں۔

سکھوں کے لیے اس تیوہار کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ یہ دن خالصہ کا جنم دن ہے کوئی تین سو برس پہلے ۱۳ اپریل ۱۶۹۹ء کو دسویں گرو گوبند سنگھ جی نے خالصہ پنتھ کی بنیاد رکھی تھی۔ تب سے ہر برس ۱۳ اپریل کو بیساکھی اس تقریب کے سلسلے میں منائی جاتی ہے۔ پنجاب کے گردواروں میں سکھوں کے اجتماع ہوتے ہیں اور امرتسر میں تو بالخصوص رونق ہوتی ہے۔ جہاں ہرمندر صاحب کے پوتر سرووَر میں عقیدت مند اشنان کرتے ہیں اور بعد ازاں بیساکھی کے میلے میں شرکت کرتے ہیں۔

جہاں جہاں بھارت واسی اور خصوصاً سکھ لوگ گئے ہیں وہاں بھی یہ تیوہار بڑے جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔ افغانستان میں منائی جانے والی بیساکھی جہاں سکھوں کے مذہب کے تئیں عقیدت مندی کی مظہر ہے وہاں وہ مسلم ملک افغانستان کی مذہبی رواداری اور وہاں کی مذہبی آزادی کا ثبوت بھی بہم پہنچاتی ہے۔ بیساکھی سے ایک روز قبل

کابل میں رہنے والے بھارتی کابل سے جلوس کی صورت میں چشمہ صاحب کی جانب روانہ ہوتے ہیں جہاں بھاری میلہ منعقد ہوتا ہے۔ جلوس کے ہمراہ لوک گیت گانے والوں کی ٹولی بھی چلتی ہے۔ چشمہ صاحب پنجہ صاحب (حسن ابدال) کی مانند ایک پوتر سرو ور ہے۔ یہ ایک تاریخی مقام ہے، جہاں گرونانک دیوجی نے افغانستان میں سے گذرتے ہوئے آرام کرنے کی غرض سے قیام کیا تھا۔

یوں تو بیساکھی کا تہوار پہلے ہی ثقافتی طور پر "سیکولر" اور مذہبی رنگت رکھنے کے باوجود غیر فرقہ وارانہ تھا تاہم اس کی عظمت کو چار چاند لگائے جلیانوالہ باغ کے سانحہ نے جو ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو عمل میں آیا۔ اس نے قومی یک جہتی کو استوار کرنے اور بھارت کی آزادی کی بنیاد کو مضبوط کرنے میں بے مثل رول ادا کیا ہے اس سانحہ میں ہندو کا خون بہا، مسلمان کا خون بہا اور سکھ کا خون بہا جس سے آزادی کے چمن کی آبیاری ہوئی۔

پہلی جنگ عظیم میں گاندھی جی نے انگریزی سرکار کی مدد اس شرط پر کی تھی کہ جنگ کے اختتام کے بعد بھارت کو آزادی دی جائے گی لیکن ہندوستان کے بہادر سپاہیوں اور روپے پیسے کی مدد سے جنگ جیتنے کے بعد برطانوی سرکار نے بھارت کے رہنماؤں کو انگوٹھا دکھا دیا۔ اس پر سارا ملک تڑپ اٹھا۔ جگہ جگہ اجتماعی مظاہرے ہونے لگے اور جلوس نکالے جانے لگے۔ انگریزی سرکار نے رولٹ ایکٹ نافذ کر دیا اور جلسوں جلوسوں پر پابندی عائد کر دی۔ گاندھی جی نے ۶ اپریل ۱۹۱۹ء کو تمام ملک میں ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ بس پھر کیا تھا۔

جگہ جگہ لوگوں کی ٹولیاں ہاتھوں میں ترنگے لیکر گلیوں اور بازاروں میں گھومنے لگیں اور انگریزی سرکار کے خلاف نعرے لگا کر رولٹ ایکٹ کی دھجیاں اڑائی گئیں۔

دلی میں سوامی شردھانند کی قیادت میں زبردست مظاہرہ ہوا۔ ایک موقع پر جب ایک سپاہی نے ایک ٹولی پر گولی چلانے کے لیے بندوق اٹھائی تو ایک مسلمان نے (جس کا نام شائد عبداللہ تھا) لپک کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دوسرے سپاہی نے اس کی گردن کاٹ دی۔ اس طرح اس مسلم نوجوان نے جام شہادت نوش کر لیا۔ ہندو اور مسلمان ان جلوسوں اور جلسوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لے رہے تھے۔ پنجاب میں ڈاکٹر ستیہ پال اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو کو جو عوام کی رہنمائی کر رہے تھے گرفتار کر کے کسی نامعلوم مقام کو بھیج دیا گیا۔ قوم پرستی کے روح پرور نظارے ہر سو دکھائی دے رہے تھے۔ قومی یکجہتی اپنے عروج پر اس قدر پہونچ چکی تھی کہ اس دور میں جامع مسجد دلی کے منبر سے جو محض امام کے خطبہ کے لیے ہی مخصوص ہے۔ آریہ سماج کے لیڈر سوامی شردھانند کو لیکچر کرنے کی سعادت بخشی گئی۔

خیر! لوگوں کے دلوں میں جوش و خروش کا لاوا ابل رہا تھا اور کہیں کہیں وہ خود کو قابو میں نہ رکھ سکے تھے۔ چند مقامات پر توڑ پھوڑ کا ہونا قدرتی امر تھا۔ انگریزی حکومت نے ان حالات سے نپٹنے کے لیے پنجاب میں مارشل لا نافذ کر دیا اور امرتسر کو فوج کے حوالے کر دیا۔ لوگوں کو رینگ کر چلنے اور برطانوی پرچم یونین جیک کو سلامی دینے پر مجبور کیا جانے لگا۔ حکم عدولی کرنے والوں کو سر بازار کوڑے لگائے

جلانے لگے۔ غیرت مند بھارتی اس ذلّت آمیز سلوک کو برداشت نہ کر سکے اور انھوں نے ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو جلیانوالہ باغ میں احتجاجی جلسہ کرنے کا اعلان کر دیا۔ چونکہ وہ بیساکھی کا دن تھا لوگ گرد و نواح سے بھاری تعداد میں امرتسر آئے ہوئے تھے۔ شام کے چار بجے جلیانوالہ باغ میں جلسہ منعقد ہوا۔ گرفتاری کے باعث ڈاکٹر کچلو کی عدم موجودگی میں لوگوں نے کرسی صدارت پر اُن کا فوٹو رکھ دیا اور پُرجوش تقریریں شروع کر دیں۔ جلسے میں ہندو مسلمان اور سکھ بھاری تعداد میں موجود تھے کیونکہ انگریزی حکومت نے اُن کی غیرت کو چنوتی دی تھی جسے وہ برداشت نہیں کر سکے۔ کچھ ہی دیر میں انگریز جنرل ڈائر اپنے فوجی دستے کو لے کر جو مشین گنوں سے لیس تھا وہاں آدھمکا اور اُس نے آتے ہی کوئی وارننگ دیئے بغیر نہتے اور پُرامن بھارتیوں پر اندھا دُھند فائرنگ شروع کر دی۔ جلیانوالہ باغ میں داخل ہونے اور نکلنے کا راستہ بہت تنگ تھا۔ ان نہتے اور معصوم لوگوں کو راہِ فرار نہیں ملی۔ ہزاروں لوگ گولیوں سے ہلاک اور زخمی ہوئے۔ بھگدڑ میں بھی کئی لوگ مارے گئے۔ بہت سے لوگ تو باغ کے کوئیں میں گر پڑے اور اُن لاشوں سے کنواں اَٹ گیا۔ اس طرح بھارتیوں نے بلا لحاظ مذہب و ملّت آزادی کی دیوی کو اپنے خون کی آہوتی دی۔

جنرل ڈائر کے اس وحشیانہ اقدام کیخلاف جب سارے ملک میں طوفان اُٹھ کھڑا ہوا تو انگریزی سرکار نے لوگوں کا غصّہ ٹھنڈا کرنے کے لیئے تحقیقات کرنے کی غرض سے ہنٹر کمیٹی مقرر کر دی جس کے سامنے اپنے بیان میں اُس جلّاد سیرت ڈائر نے اپنی انتہائی بے شرمی کا

ثبوت دیتے ہوئے کہا کہ "میرے پاس جو گولیاں تھیں وہ ختم ہو گئی تھیں اگر اور گولیاں ہوتیں تو شورش پسندوں کو سبق سکھانے کے لیے وہ بھی چلا دیتا۔" اور اس کا بدلہ لیا پورے بیس سال کے بعد پنجاب کے غیور نوجوان اودھم سنگھ کا مبوج نے جس نے لندن میں ظالم ڈائر کے سینے میں پستول کی تین گولیاں داغ کر اسے وہیں ڈھیر کر دیا۔

کہتے ہیں کہ شہیدوں کا خون رنگ لاتا ہے۔ چنانچہ جلیانوالہ باغ میں ہزاروں بھارتیوں کی شہادت رنگ لائی۔ ملک میں تحریک آزادی زور پکڑتی گئی اور آخر ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو وہ دن آگیا جب بھارتی عوام نے انگریزی حکومت کا جوا گلے سے اتار پھینکا۔

☆

کماری ڈی وسودھا
(ونستھلی پورم)

گنپتی تہوار

بمبئی میں گنپتی تہوار کا روایتی جوش و خروش سے آغاز ہوتا ہے۔ گنپتی بپا موریا منگل مورتی موریا اور گنپتی بپا موریا پڈھ چیا ورشی لوکرا یا" (گنپتی دیوتا خوشحالی کے دیوتا اور گنپتی دیوتا اگلے برس جلدی آنا) کے نعروں سے ماحول گونج اٹھتا ہے۔ ہندومت کی دیوی مالا میں لارڈ کرشنا کے بعد لارڈ گنپتی جنہیں لارڈ گنیش بھی کہا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ چاہے جانے والے دیوتا ہیں۔ ان کی ولادت کی افسانوی داستان یہ ہے کہ ان کی ماں نے انہیں اپنے بدن کا میل نکال کر پھر اس میل سے پتلا بنا کر اس میں دنیا بھر کی طاقت بھر دی۔ لارڈ گنپتی کا سر ہاتھی جیسا ہے۔ اس بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ لارڈ گنیش پہلے نہایت حسین تھے ان کی والدہ پاروتی نے انہیں اپنا محافظ مقرر کر رکھا تھا۔ ایک بار انہوں نے جب اپنے والد لارڈ شیوا کو محل کے اندر داخلے سے روک دیا تو لارڈ شیوا نے غصے کے عالم میں ان کا سر گردن سے الگ کر دیا۔ پاروتی کو جب تمام ان اسباب کا علم ہوا تو پاروتی نے واویلا مچا دیا۔ مجبوراً لارڈ شیوا نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ جو جاندار سب سے پہلے نظر آئے اس کا سر کاٹ کر لے آئیں۔ اس ہدایت پر ان کے ماتحتین ایک ہاتھی کا سر کاٹ کر لے آئے اور لارڈ شیوا نے لارڈ گنیش کے دھڑ پر یہی سر لگا کر انہیں زندہ کر دیا اور انہیں اپنی ساری شکتی بھی عطا کر دی۔ اس طرح لارڈ گنیش کئی شکتیوں کے حامل اور مشکلات اور

رکاوٹوں کو دور کرسکنے والے دیوتا سمجھے جاتے ہیں اور ہندو مت کی تمام تقاریب میں دیگر تمام دیوتاؤں سے پہلے ان ہی کی پوجا کی جاتی ہے۔ لارڈ گنیش کی پیدائش سے متعلق ایک دیومالائی داستان یہ بھی ہے کہ آسوراس کی بڑھتی ہوئی طاقت سے جب دیوؤں کا گروہ بہت پریشان ہو گیا تو انہوں نے لارڈ شیوا سے درخواست کی کہ وہ آسوراس گروہ کی بڑھتی ہوئی طاقت کو زائل کرنے کوئی بندوبست کریں اور کوئی ایسی طاقت پیدا کریں جو کہ آسوراس کی طاقت کو دبا کر رکھ سکے اور انہیں قابو میں لا سکے۔ دیویوں اور دیوتاؤں کی سربراہ اندرا نے بھی لارڈ شیوا سے ایسی ہی درخواست کی تھی کہ آسورا کی طاقت کا توڑ کرنے وہ کوئی بندوبست کریں لیکن جب لارڈ شیوا نے کچھ نہیں کیا تو اندرا نے ہی پاروتی کو ایک مہان شکتی کے حامل گنپتی کی تخلیق کرنے کی طاقت عطا کر دی۔ جس کے بعد گنپتی نے آسوراس کی طاقت توڑ کر رکھ دی۔ اس طرح ہندو مت کی دیومالائی داستان کے بموجب پوری کائنات میں ایک نظم و سکون قائم ہو سکا کیونکہ لارڈ شیوا سے طاقت حاصل کئے ہوئے آسوراس نے دیوؤں کا قتل عام کرتے پوری کائنات کے نظام کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔ ہندو مت میں اس طرح لارڈ گنیش یا لارڈ گنپتی دنیا میں امن و سکون اور خوشحالی کی بحالی کی علامت باور کئے جاتے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ سیاست حیدرآباد)

ہولی

از۔ منشی بنارسی داس سکینہ قمر پیلی بھیتی

(ست جگ یا کرت جگ سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار سال کا تریتا جگ بارہ لاکھ چھیانوے ہزار سال کا دواپر جگ آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال کا اور کلجگ چار لاکھ ۳۲ ہزار سال کا۔ اس طرح چار جگ ہوتے ہیں)

ست جگ کی بات ہے کہ ہرنیہ کیشو نامی ایک بڑا بہادر اور زبردست راجہ تھا۔

شری برھما جی نے اس کی تپسیا سے خوش ہو کر وردان مانگنے کو کہا راجہ نے پرارتھنا کی ہے کہ ناتھ! ایسا ور دیجیے کہ میں بارھوں مہینوں میں سے کسی میں نہ مروں، نہ دن میں مروں نہ رات میں مروں، نہ زمین پر مروں نہ آسمان پر مروں، نہ اندر مروں نہ باہر مروں اور نہ کسی ہتھیار سے مروں۔ شری برہما جی نے کہا "اچھا ایسا ہی ہوگا"۔

ہرنیہ کشپو کے پاس سونے کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ دولت کی کمی نہیں تھی اقبال عروج پر تھا۔ طاقت بے مثال تھی۔ تدبر یکتائے روزگار تھا۔ رعایا خوش حال تھی غرضکہ اسے کسی قسم کا جھنجھٹ تھا نہ جنجال۔

جب یہ خداداد نعمتیں انتہائی کمال کو پہنچ گئیں تو یہ راجہ ایسور سے

منحرف ہوگیا اور خود کو سروشکتیمان یعنی قادرِ مطلق بالفاظ دیگر ایشور کہنے لگا۔

اس نے سب کو مجبور کر دیا کہ اسے رام کہیں۔ اس کی طاقت اور رعب داب سے دبا یا اسے رام کہنے لگی۔ اسے رام ماننے سے جس نے روگردانی کی اس نے نہ صرف اسے بلکہ اس کے سارے خاندان کو نیست و نابود کرا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے تو لوگ جان کے خوف سے اور خوشامد میں اسے رام کہنے لگے اور پھر اس عمل کے عادی ہو کر رام (مالک حقیقی) کو بالکل ہی بھول گئے۔

لیکن رام سے انحراف کب تک؟ اس انحراف کی سزا لوگوں کو تو اس لئے نہیں ملی کہ وہ اسے رام کہنے پر مجبور کر دیئے جا کر عادی بنا دیئے گئے تھے۔ مگر انھیں عادی بنانے والا رام کے انصاف سے آخر کب تک بچا رہتا؟

ہرنیہ کشپ کے گھر میں انتہائی خوبصورت بیٹا پیدا ہوا۔ "پرھلاد" نام رکھا گیا یہ بچہ ہونہار نظر آتا تھا۔ بڑے لاڈ و پیار سے پالا پوسا گیا۔ گھر میں کسی چیز کی کمی نہ تھی ہر طرح کا سکھ تھا۔

جب یہ ذرا بڑا ہوا تو ایک دن کھیلتے کھیلتے محل کے پیچھے نکل گیا۔ وہاں دیکھا کہ ایک کمہارن بیٹھی آہستہ آہستہ رو رہی ہے۔ پرھلاد نے رونے کی وجہ پوچھی۔ وہ یکایک اس بچے کو دیکھ کر سہم گئی اور رونا بند کر دیا۔ پرھلاد نے بضد ہو کر پوچھا کہ تم اپنے رونے کی وجہ مجھے بتا دو۔ کمہارن نے بڑی عاجزی سے کہا کہ اے راجن! میں نے مٹی کے کچے برتن دھوپ میں سکھانے رکھے تھے۔ اتفاق سے ایک برتن کے اندر بلی نے بچے جنے۔ میں اس برتن میں سے ان بچوں کو نکال کر علیحدہ رکھنا چاہتی تھی مگر بھولے سے میں نے وہ تمام برتن آوے میں پکانے کو رکھ دیئے اور آگ جلا دی۔ اب وہ بچے

کیسے بچ سکتے ہیں رام! نہیں تو ہی بچا۔"

راجکمار (برہلاد) نے جواب دیا تم فکر کیوں کرتی ہو؟ رام تو میرے ہی پتا جی ہیں میں ان سے کہہ کر ان بچوں کو بچوا دوں گا۔ کمہارن معصوم راجکمار کی اس بھولی بات کو سنکر کچھ مسکرائی اور ڈرتے کانپتے بولی "جے راجکمار تم اپنے پتا سے نہیں کہنا ورنہ وہ نہ صرف مجھے ہی جان سے مروا دیں گے بلکہ میرے پورے خاندان کو موت کے گھاٹ اتروا دیں گے۔"

راجکمار نے پتا جی سے نہ کہنے کا وچن دے کر اسے تسلی دی اور حقیقت پوچھی۔ کمہارن نے کہا کہ تمہارے پتا جی کسی حالت میں رام نہیں ہو سکتے۔

"رام وہ ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کی ابتدا ہے نہ انتہا۔ اس کا جنم ہے نہ مرن۔ اس نے سب کو پیدا کیا مگر اسے کسی نے پیدا نہیں کیا۔ وہ سب کو مارے گا مگر اسے کوئی نہیں مارے گا اسی نے ساری دنیا کو بنایا۔ ہوا۔ پانی۔ غذا۔ چاند۔ سورج۔ ستارے۔ زمین۔ آسمان۔ پھل پھول وغیرہ سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں وہی سب کو ہوا۔ پانی۔ غذا۔ کپڑے۔ عزت۔ شہرت۔ ذلت۔ دھن۔ دولت۔ علم۔ تندرستی۔ آس اولاد۔ رنگ و روپ۔ دکھ۔ بیماری۔ جنم۔ موت اور رنج و خوشی وغیرہ دیتا ہے۔ مگر اسے کوئی کچھ دینے والا نہیں ہے۔ کوئی اس سے بڑا ہے نہ اس کی برابری کا وہ کب سے ہے پتہ نہیں۔ وہ کب تک رہے گا پتہ نہیں۔ اس کے ماں باپ ہیں نہ بیوی بچے نہ بھائی بھتیجے ہیں نہ رشتہ دار و صلح کار و مشورہ دہندہ کچھ نہیں تھا تو وہ تھا اور جب کچھ نہیں رہیگا۔ وہ تب بھی رہے گا۔ وہ خواہشات، بھوک، پیاس، رنج و خوشی۔ جنم مرن عزیز و اقارب وغیرہ سب سے بے نیاز ہے۔ وہ جیسا چاہے اور جب چاہے کر سکتا ہے۔ اسے کوئی

صبح ہوئی تو دیکھتے کیا ہیں کہ اس دھکتی ہوئی آگ کے ڈھیر میں سے
پرہلاد مسکراتے اور رام رام کہتے ہوئے باہر آ گئے ہیں اور لکڑیوں اور راہبیوں کے
ساتھ ہولی جل کر خاک ہو گئی ہے۔

اب تک جو لوگ ڈر کی وجہ سے رام کا نام لینے سے گریز کرتے تھے وہ
کھلم کھلا رام رام کہنے لگے اور جو رام کو نہیں مانتے تھے وہ بھی ماننے لگے۔ اِس تیوہار کا
نام "ہولی" پڑ گیا۔

اور ہولی کے دوسرے دن اس راکھ کو لوگ اِدھر اُدھر گلی کوچوں
میں اڑاتے پھرے۔ اِس دن کا نام دھولنڈی قرار پایا۔ اِس خوشی میں ایک
دوسرے پر رنگ پھینکنے لگے۔ رنگ کی پچکاریاں چھوڑنے لگے ایک دوسرے
کے چہروں پر ابیر اور گلال لگانے لگے۔ ڈھولکیں جھانجھیں بجنے لگیں پھاگ
گائے جانے لگے اور آپس میں بغلگیر ہونے لگے۔

راجہ ان کاموں کو برداشت نہیں کر سکا اس کا غصّہ انتہائی حد کو پہنچ گیا۔
راجہ نے محل کے ایک لوہے کے کھمبے کو اتنا گرم کرایا وہ آگ کی مانند دہکنے
لگا۔ راجہ نے پرہلاد کو اس کھمبے سے باندھنے کے لئے بلوایا۔ پرہلاد آتے ہی
دیکھتے کیا ہیں کہ اس دہکتے ہوئے کھمبے پر چیونٹیاں رینگ رہی ہیں۔ راجہ
نے کھڑک (تلوار) کھینچ کر پرہلاد سے کہا کہ اب میں اس کھمبے سے باندھ کر
اس کھڑک سے تیرا کام تمام کر دوں گا۔ اب بول تیرا رام کہاں ہے؟
پرہلاد نے جواب دیا کہ میرا رام سب میں ہے مجھ میں ہے، تجھ میں ہے
اس کھڑگ میں ہے اور اس کھمبے میں ہے۔

پرہلاد اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ کھمبا یکایک پھٹ پڑا اور اس میں سے
نرسنگھ بھگوان (بھگوان شیر کا روپ دھارن کئے ہوئے) باہر آئے۔

تیرھواں مہینہ (دو کانڈ کا مہینہ سال کمبیہ کا مہینہ تھا۔ سائن کال (دن ختم ہو کر رات شروع ہونے کے بیچ کا وقت) تھا۔ نرسنگھ بھگوان زمین سے اوپر گھٹنے اٹھا کر دھلیز میں معلق بیٹھ گئے راجہ کو پکڑ کر اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اپنے تیز ناخنوں سے اس کا پیٹ چیر ڈالا اور اس طرح اس کا کام تمام کر دیا۔

نرسنگھ بھگوان نے پرہلاد کو گود میں لے راج تلک دیکر "ور" دیا کہ تم امر ہو گئے یہ کہکر بھگوان الوپ ہو گئے۔

یہ ہے تیوہار ھولی کی وجہ تسمیہ اور اس کا مختصر حال۔

ھولی کے دوسرے دن (دھولنڈی) لوگ مختلف طور سے خوشیاں مناتے ہیں ٹولیاں بنا بنا کر پھاگ گاتے ایک دوسرے کے گھروں پر پہنچتے پکارتے شور و غل کرتے، گاتے بجاتے، ابیر و گلال اڑاتے مختلف قسم کی گالیاں گاتے ہوئے جاتے ہیں اور دوسروں کے گھروں پر جا کر ان کے ہاں پکوان کھاتے ہیں اور جب وہ لوگ ان کے گھروں پر آتے ہیں تو یہ انھیں پکوان کھلاتے ہیں گانے بجانے والوں کی ٹولیاں نکلتی ہیں اور ہر ایک کے گھر تھوڑی تھوڑی دیر بیٹھکر گاتی بجاتی ہیں اسے "چوپی" کہتے ہیں۔

لوگ ھولی کے اطراف گھومتے جاتے ہیں خاموشی سے یا گاتے ہوئے اس کا پرکرما کرتے ہیں اس کی راکھ کا تلک لگاتے ہیں۔

بہت سی ہندو سماجوں میں دھولنڈی کے دوسرے دن ایک دوسرے کے گھر جا کر ملاقات کرنے کا رواج ہے۔

جس طرح "دسہرہ" میسور کا "دیوالی" بمبئی کی "ناگ پنچمی" گوالیار کی اور جنم اشٹمی متھرا اور گوکل کی مشہور ہے اسی طرح "ھولی" برج کی مشہور ہے ہندوستان بھر میں گلی کوچوں اور چوراستے پر ھولی جلائی جاتی ہے۔

چمک، جذباتی اداکاری اور مزاحیہ لب و لہجہ اپنی جگہ بدستور قائم رہا۔ انیسویں صدی کے اوسط میں جاترا کی تہذیب نے اپنا مذہبی لہجہ کھونا شروع کیا اور تفریح کے نام پر خرافات پیش کیے جاتے لگے تھے۔ لیکن اسی عہد میں "بریاسندر" اور اسی قبیل کے دوسرے جاترا نے اسے زوال پذیر ہونے سے بچا لیا۔ اس طرح مائیکل مدھوسدن دت اور بنکم چندر چٹرجی کی تنقید کے باوجود یہ کہا جا سکتا ہے کہ جاترا نے اپنی شہرت کبھی نہیں کھوئی۔ موتی لال رائے اور مکند داس جاترا کی دنیا میں بڑے اہم نام تھے۔ ان کی کوششوں اور تحریروں نے جاترا کو ایک بار پھر مذہبی روایت اور پرانوں سے جوڑ دیا۔

بیسویں صدی میں بھی اس کی روایت بدستور قائم ہے۔ آج سے پچاس سال پہلے یہ مقامی تماشہ کی شکل میں تھا لیکن فی الوقت ایک زبردست صنعت ہے۔ جنگ عظیم سے پہلے فنی بھوشن، پانچوسیں، پربھات مکھرجی وغیرہ نے جاترا کی مقبولیت اور روایت کو اور بھی مستحکم کیا اور تکنیکی تبدیلیوں یعنی روشنی، آواز اور اسٹیج کی دوسری ضروریات سے روشناس کیا۔ ۱۹۶۱ء میں سوا بازار میں پہلا جاترا تہوار کیا گیا۔ جاترا کی مذہبی روح میں اب بھی اتنی قوت تھی کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو جمع کر سکے۔ ان کے ساتھ سماجی مسائل اور تاریخی پس منظر میں دورِ حاضر کی معنویت کو بھی جاترا میں پیش کیا گیا۔ مشہور ڈرامہ نگار اتپل دت نے بھی جاترا کی مقبولیت کے لیے نمایاں کام کیا۔ شیامل سین، اسیت بوس، سمر مکھرجی نے بھی جاترا کی شکل میں جدید تھیٹریکل تقاضوں کو ختم کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ جاترا کمپنیاں اپنے ریہرسل کے لیے کلامندر، اسٹار تھیٹر کے ایئر کنڈیشنڈ ہال کو چنتی ہیں۔ میرے خیال میں جاترا کا یہ شور ہمیشہ جاری رہے گا۔ اب ریڈیو پر بھی جاترا کو پیش کیا جانے لگا ہے۔

(بہ شکریہ "نئی آواز" دہلی)

مسکالماتی رنگ سے ہوئی اور شاید یہی وجہ رہی ہوگی کہ جرمن ماہر علم الہند سی پی ہالہ وتر نے ویدک دور میں جاترا کی موجودگی کا ذکر کیا ہے۔ آرٹ کے دوسرے مورخوں نے بھی اس بات کا بھی اشارہ کیا ہے کہ فصل کٹائی اور بوائی کے پرانے رسوم کے دوران جشن منائے جاتے تھے اور جاترا کے ابتدائی نقوش اسی دور میں بہرحال جاترا کی قدامت اپنی جگہ مسلم یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ بنگال میں جاترا کی آمد اور ابتدا ناچ گانوں اور کہانیوں کے اس دور سے عبارت ہے جب مذہبی تہوار دھوم دھام سے منائے جاتے تھے۔ اس زرین دور کی جھلکیاں چودھویں صدی عیسوی کے شہ پاروں "گیتا گوندم" اور شری کرشنا کیرتن میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ جاترا کی بناوٹ اور ساخت میں چونکہ مذہبی رنگ غالب تھا اس لیے رام اور کرشنا کی زندگی کو جاترا میں زیادہ برتا گیا اور ان سے ستیا اور رادھا کا تعلق جاترا کی تحریروں میں پوری آب و تاب سے شامل ہو گیا۔ اور دیومالائی اثرات نے اُسے قبول عام کی سند عطا کی۔ جاترا نے پچھلی صدی تک دیومالائی کہانیوں کو جگہ جگہ پیش کر کے ہندو دیوتاؤں کے خوف آگیں پیغام کو بھی عام کیا ہے۔ انیسویں صدی کے اواخر تک جاترا بنگال کے لوگوں کی جذباتی زندگی کا زبردست آئینہ دار بن گیا۔

لیکن انیسویں صدی میں جاترا کی روایت میں کافی تبدیلی پیدا ہوگئی لوگ علم کی روشنی میں آگے دیکھنے لگے تھے اور جاترا نے بدلتے ہوئے سماجی مناظر کو بھی پیش کرنا شروع کیا۔ تغیر پذیر سماجی قدروں نے زمیندار طبقہ کو تہہ و بالا کرنا شروع کر دیا تھا۔ جاترا کو چونکہ عوام کی حمایت حاصل تھی لہذا جاترا نے بھی بنیادی خیال کی تبدیلی میں یعنی مذہب سے سماجی مسائل کی طرف پیش قدمی کی۔ لیکن پیشکش کا لہجہ یعنی باآواز بلند مکالموں کی ادائیگی، ابتدائی منظر کاری، موسیقی

سفر سے جاترا کی پوری نوعیت سامنے آجاتی ہے وہ گروہ جو جاترا پیش کرتا دراصل گاؤں کی طرف ان کا سفر ہوتا۔ آج کلکتہ کے جیت پور سے جاترا کمپنیاں بنگال کے دیہاتی علاقوں کی طرف سفر کرتی ہیں۔

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں لوک منچ کی روایت بہت پرانی ہے اس میں شک نہیں کہ چھٹی صدی عیسوی میں سنسکرت ڈراما اپنی اہمیت منوا چکا تھا۔ کالیداس، بان بھٹ، سورکا وغیرہ کے ڈراموں میں مذہبی تعلیم اور عوامی وابستگی کے عناصر عام ہو چکے تھے۔ بنگال میں سنسکرت ڈراما نے ارتقاء کے لیے اسی جاترا سے خوراک حاصل کی تھی۔ بنگال میں جدید تھیٹر نے بھی جاترا سے استفادہ کیا ہے۔ لہذا جاترا کی روایت نہ صرف یہ کہ قدیم ہے بلکہ آج کے ڈراموں میں جاترا کی تکنیک پر تجربے بھی ہو رہے ہیں۔ جو مقبول بھی ہو رہی ہے۔ مذہبی رسومات سے زندگی حاصل کرتے ہوئے جاترا نے اب تک کا سفر طے کیا ہے اور بنیادی خیال میں بے پناہ تبدیلی کے باوجود آج بھی جاترا کے موضوع و مواد دیومالائی خزانوں سے ہی ماخذ کئے جاتے ہیں۔ جس طرح لوک تھیٹر نے ہندوستان میں ترقی کی اور اپنا ایک الگ معیار قائم کیا اسی طرح جاترا نے بھی اپنی ترقی اور ترویج کے سلسلے میں رام اور کرشن کی کہانیوں سے استفادہ کیا اور ایک الگ ڈگر اپنائی۔ اس کی وجہ شاید ہندوستانیوں کے گہرے مذہبی شعور میں پوشیدہ ہے۔ عوام کی زندگی پر چونکہ مذہب کا رنگ گہرا تھا اس لیے ترسیل کی آسانی اور تبلیغی مقاصد کے زیر اثر جاترا پر مذہب کا رجحان غالب رہا۔ عہد پارینہ میں گویا شاعر اکثر مذہبی تہوار اور اس سے منسلک میلوں میں جایا کرتے تھے لہذا جاترا کے لفظی معنیٰ اور اس کا سفر بھی اس طرح شروع ہوا۔ کچھ دانشوروں کا خیال ہے کہ جاترا کی ابتداء دراصل وید کے نغموں میں شامل

اور گھروں میں یہ گلیاں (گوبر کے چھوٹے چھوٹے پوسے سے بنا کر ان میں انگلی سے سوراخ کر کے سکھا لیتے ہیں "بڑ گلی" کہتے ہیں پھر انھیں بان میں پرو کر مختلف سائز کی چھوٹی بڑی لڑیاں بناتے ہیں بڑی لڑی کے اوپر چھوٹی لڑی اور پھر اس کے اوپر اس سے چھوٹی لڑی اور پھر اسی طرح سے رکھتے ہیں) جلاتے ہیں۔

ھولی ہر سال پھاگن کے مہینے میں پونم کو ہوا کرتی ہے۔ ہولی سے چالیس دن پہلے بسنت پنچمی ہوتی ہے۔ یہاں سے بہار کا موسم شروع ہوتا ہے اور ہر طبیعت میں جوش و ولولے پیدا ہو کر نئی امنگیں موجزن ہونے لگتی ہیں نئی فصلیں تیار ہوتی ہیں لوگ گیہوں کی بالیاں توڑ کر ھولی میں بھون کر کھاتے ہیں۔ ھولی پر پانی سے بھرا ہوا گھڑا رکھکر گرم کر کے اس سے نہاتے ہیں۔

دھولنڈی کے دن بہت سے لوگ بطور مذاق بجائے رنگ کے دوسروں پر کیچڑ و گھلا ہوا گوبر بھی ڈالتے ہیں اور ایک دوسرے کے منھ پر طرح طرح کے رنگ لگا و مل دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ بطور مذاق یا بطور دشمنی دوسرے لاپرواحضرات کا جو غیر محفوظ سامان مل جائے اسے جلتی ہوئی ھولی میں ڈال کر جلا دیتے ہیں۔

دھولنڈی کے دن ٹیسو کے پھول کے رنگ سے رنگ کھیلنا تندرستی کے لئے بڑی بہتر چیز ہے۔

کہیں کہیں ایک عورت کا پتلا بنا کر اس کو ھولی کہکر کھڑا کرتے ہیں اور اس کی گود میں پرہلاد کا پتلا بنا کر دیدیتے ہیں اور پھر اس کے اطراف لکڑیاں وغیرہ جمع کر کے آگ لگا دیتے ہیں۔

ایک زمانہ میں ڈونڈا نام کی ایک راکشنی تھی وہ بہت زبردست

عیاش تھی اس کی جنسی خواہشات کسی طرح پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتی تھیں
جب سنسار میں بہت زیادہ لوگوں کے ساتھ وبھچار کرنے لگی تو بھگوان نے
اسے جلا کر خاک کر دیا اس نے کہا کہ میری ترپتی (سیری) کیسے ہوگی۔ بھگوان نے
اُتر دیا کہ جا دھولنڈی کے دن باپ بیٹے چھوٹے بڑے بلا لحاظ رشتہ و عمر
بالکل نرلج (بے شرم) ہو کر ایک دوسرے کے سامنے گالیاں بکا کریں گے
اور کہا کہیں گے اس سے تیری جنسی خواہشات پایۂ تکمیل کو پہنچ کر
تجھے شانتی ملا کرے گی۔

ہماری مارواڑی سماج نے اس ہولی کے ساتھ ناتھو رام کو بھی منسلک
کر دیا ہے یعنی یہ کہ ان کا پتلا (جن کا بہت بڑا لنگ بناتے ہیں) بنا کر ہولی
کے پاس کھڑا کر کے ہولی کی پوجا کر کے ان کی بھی پوجا کرتے ہیں یہ عمل چلا تو ایک
عرصے سے آرہا ہے مگر ایسا کیوں کیا جاتا ہے تحقیق کرنے پر بھی نہیں
معلوم ہو سکا۔ البتہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ ناتھو رام راجستھان کے
ایک زبردست دولتمند اور پرلے درجے کے عیاش آدمی تھے۔

بعض حضرات سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ناتھو رام شری مہادیو جی کا
اوتار تھے اور یہی وجہ ہے کہ ہولی کے پاس ان کو مع لنگ کھڑا کیا جاتا ہے اور ہولی
کی پوجا میں "یونی لنگے بینہہ پنہہ" کہا جاتا ہے۔ ہولی کے موقع پر "ہون" اور "یگیہ" بھی
کئے جاتے ہیں۔ ہولی سے پندرہ دن پہلے مہا شیو راتری ہوتی ہے "ہولی" پونم کو ہوتی ہے۔
اور اس پونم سے پانچ دن پہلے جو ایکادشی ہوتی ہے اسے رنگ بھرنی ایکادشی
کہتے ہیں اور اسی ایکادشی سے رنگ کھیلنا شروع ہو جاتا ہے۔

دھولنڈی میں لوگ جو چھینٹے لگاتے ہیں اسے "یوم مارنا" کہتے ہیں تین دن
کے بعد یوم مارنے کا یہ عمل بالکل ختم ہو جاتا ہے اسی لئے یہ کہاوت مشہور
ہو گئی ہے کہ "ہولی کی یوم تین دن"۔ ۱ ؎ بشکریہ رسالہ "آندھرا پردیش" حیدرآباد

شری اے جنگیا
گولکنڈہ

اُگادی

ہندوستان ایک بہت بڑا ملک ہے، اس میں کئی مذہب اور رنگ ونسل کے لوگ بستے ہیں۔ اس میں دو بڑی قومیں آباد ہیں۔ ہندو اور مسلمان، ہندوستان کے رہنے والے ہر مذہب کے لوگ اپنے مذہبی عقیدوں اور اصولوں کے مطابق بھگوان یا خدا کی عبادت کرتے ہیں، ہر مذہب کے لوگ اپنے مذہبی عقیدوں اور اصولوں کے مطابق بھگوان یا خدا کی عبادت کرتے ہیں، ہر مذہب کے تہوار اور عید جدا جدا ہوتے ہیں۔ اہل ہنود کئی تہوار مناتے ہیں لیکن ان میں صرف (۵ یا ۶) کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ مثلاً دیپاولی دسہرہ، شیوراتری، تلسنکرات اور اگادی وغیرہ مسلم مذہب میں بھی کئی اہم عیدیں ہوتی ہیں مگر ان میں زیادہ اہمیت عید میلاد دونوں عیدیں اور یوم عاشورہ کو ہے۔ مذہب اسلام کا نیا سال محرم سے شروع ہوتا ہے۔ عیسائیوں کا جنوری سے اسی طرح اہل ہنود کا نیا سال "اگادی" سے شروع ہوتا ہے۔ اُگادی کے لفظی معنی نئے سال کے ہیں نئے سال کے پہلے دن کو اُگادی سے ہی نہیں بلکہ "چیترا شدھ پاڈیمی" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اسی دن اہل ہنود اگادی کا تہوار مناتے ہیں، ہر تہوار کے منانے کے لئے کچھ نہ کچھ وجوہات ہوتے ہیں۔ اگادی تہوار کے منانے کی وجوہات یہ بتائی جاتی ہیں کہ اس مقدس دن یعنی "اگادی" کو "وشنو بھگوان" نے ظالموں کا ناش کرنے اور مظلوموں کو بچانے کے لئے مچھلی کی

شکل اختیار کی تھی۔ اس مقدس دن کی اہمیت کو پیش نظر رکھ کر ہنود دھوم دھوم سے بھگوان کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ شری رامچندر جی نے اپنی تخت نشینی کے لئے اسی دن کا انتخاب کیا تھا۔ اہل ہنود کے جتنے بھی تہوار ہوتے ہیں، ان کا تعلق دو طریقوں سے ہوتا ہے۔ ایک مذہبی اور دوسرا موسمی۔ اگادی سے موسم بہار شروع ہوتا ہے۔ باغوں میں نئے نئے اور رنگ برنگ کے پھول کھلتے ہیں، جدھر دیکھو ادھر ہرے بھرے لہلہاتے اور مستی میں جھومتے ہوئے کھیت نظر آتے ہیں۔ غور سے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھگوان نے یہ تمام نعمتیں آج ہی کے لئے دی ہیں، ان دنوں باغوں میں کوئل کی مدھر کوک اور پرندوں کی چہچہاہٹ، خوشی میں اضافہ کرتی ہیں، ان دنوں موسم بھی معتدل رہتا ہے۔ یعنی سردیاں ختم ہو گئی ہیں اور گرمیوں کا موسم شروع ہو رہا ہے۔ یہ دن نئے سال کے ساتھ ساتھ نئی امنگیں بھی لاتا ہے۔ عوام گذرے سال کو خدا حافظ اور آنے والے سال کو خوش آمدید کہتے ہیں، لوگ پرانی باتوں کو بھول کر نئے ولولوں اور جوش کے ساتھ نئے سال میں نئی امنگیں لے کر قدم رکھتے ہیں۔ اگادی کے دن مکانوں کے دروازوں کو آم اور نیم کے ہرے ہرے پتوں سے سجاتے ہیں۔ اس دن ایک خاص قسم کا شربت بنایا جاتا ہے جس کو تلگو زبان میں "پچے ڈی" کہتے ہیں۔ نئی املی کا رس نچھا کر اس میں کیری کے ٹکڑے، نیم کا پھول، گڑ، کھوپرا اور بادام وغیرہ ملا کر ایک قسم کا شربت تیار کر لیا جاتا ہے۔ جو بہت ہی لذیذ ہوتا ہے۔

اگادی کے دن شام میں سب لوگ دیول یا لائبریری میں اکٹھا ہو جاتے ہیں وہاں (جوتشی) برہمن کو بلوایا جاتا ہے۔ برہمن "پنچانگ" (کیلنڈر) دیکھ کر مستقبل کے حالات بتلاتا ہے۔ کیلنڈر کی مدد سے اس سال کی فصل

بارش اور موسمی حالات بتلاتا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ نام کے لحاظ سے سال بھر میں ہونے والے نفع اور نقصان بھی بتلاتا ہے۔ پنچانگ کی مدد سے اس سال کس دن سورج گرہن اور چاند گرہن ہونے والا ہے بتلاتا ہے۔ اسی دن سے دیوی نوراتریاں شروع ہوتی ہیں۔ یہ دن ہر انسان کو پیغام دیتا ہے کہ وہ چار ماہ تک راستے چلنے والے پیاسے لوگوں کو پانی پلاکر ان کی پیاس بجھائیں اسی کے لئے ان دنوں یعنی موسم گرما میں ہر جگہ آبدار جلنے قائم کئے جاتے ہیں، یا اپنی طاقت کے مطابق غریبوں اور محتاجوں کو خیرات کرنے سے خیرات کرنے والوں کو نہ صرف ثواب ملتا ہے بلکہ ان کی خیرات سے دیوی دیوتا بھی خوش ہو جاتے ہیں۔

یہ دن کسانوں کے لئے جو سال بھر سخت دھوپ، بارش اور سردی میں کام کر کے اپنی محنت کا پھل پاتے ہیں حقیقت میں تہوار کا دن ہوتا ہے۔ اس دن ہر کسان خوشی کے مارے جھوم اٹھتا ہے۔ یہ ایک عقیدہ ہے کہ لوگ اس دن جتنا خوش رہیں گے۔ اسی لئے اس عید کو ہر شخص بڑی خوشی اور مسرت سے منانے کی کوشش کرتا ہے " نیا سال مبارک "

★

یوگادی کا سورج

ڈاکٹر پی وی رنگا راؤ
(سابق وزیر تعلیم آندھرا پردیش)

یہ اگادی کی صبح، اک یوگادی کا سورج نکلا
کھلے آسمان میں مسکراتے ستارے
دلوں کا ستار بجاتے رہے۔
اس سندر شام میں
اک چاند کا ٹکڑا نکلا
یہ اگادی کی صبح، اک یوگادی کا سورج نکلا
دل کو نہ توڑو ...... دلوں کو جوڑو
دیش کے پھولوں کے چمن میں کلیوں کو نہ توڑو
بھائی چارے کے شہد کے گھڑے میں
زہر نہ پھینکو
دلوں کے پریم مندروں میں
رام رحیم کو قائم کرو۔
مذہب کے نام پر خون نہ بہاؤ
خون پسینے سے مضبوط ہندوستان بناؤ
یہ اگادی کی صبح اک یوگادی کا سورج نکلا

تحریر: کالیداس کا شیکھر

بونال

ہندوستان ایک بڑا ملک ہے۔ یہاں ہندو مذہبی سماجی تہواروں کی اپنی اہمیت ہوتی ہے۔ ہندوستان میں جتنے بھی تہوار یا تقاریب منائے جاتے ہیں۔ ان کی اپنی تاریخ ہوتی ہے۔ ہندوستان میں تقریباً سبھی تہوار چاہے وہ بڑے یا چھوٹے ہوں موسموں کی بنیاد پر منائے جاتے ہیں۔ اسی طرح تلگو بولنے والے لوگوں میں بونال کا تہوار بہت ہی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار خاص کر آشاڑھ اور ساون کے مہینے میں منایا جاتا ہے۔ ساری دھرتی ہری بھری دکھائی دیتی ہے گویا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دھرتی نے ہری چنری پہن رکھی ہے۔ اسی زمانے میں آندھرا اور تلنگانہ کی سہاگن عورتیں لڑکیاں بونال کے اس تہوار کو بڑے ہی احترام کے ساتھ مناتی ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بونم یہ تلگو زبان کا واحد لفظ ہے۔ یہ تہوار اجتماعی طور پر عورتیں مناتی ہیں۔ اس لئے اسے بونال کہتے ہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ بونم کیا ہوتا ہے۔ بونم دراصل ایک خاص قسم کی کھچڑی ہوتی ہے۔ جو دال چاول اور ہلدی ملا کر پیتل کے برتن میں پکائی جاتی ہے۔ پکنے کے بعد برتن کو چولھے سے اتار کر صاف کر لیا جاتا ہے اور برتن کو چاروں طرف سے ہلدی کنکو اور نیم کے پتوں سے برتن کو سجایا جاتا ہے۔ اس پر ایک ڈھکن رکھا جاتا ہے، جس میں دیپک وغیرہ روشن کئے جاتے ہیں۔ خاص کر یہ تہوار انگریزی ماہ کے لحاظ سے جولائی میں ہی اتوار کے دن منایا جاتا ہے۔ اس دن

صبح سویرے عورتیں جلدی اُٹھ کر سر سے نہاتی ہیں اور اپنے گھر میں دیوی کی پوجا کرکے محلہ کے پوچماک دیوی گڑی کو جاتی ہیں۔ دیوی کو محلہ کی تمام عورتیں مل کر جاتی ہیں۔ اپنے اپنے سروں پر تھیل کا کلش (برتن) رکھ کر آہستہ آہستہ باجے گاجے کے ساتھ "اماں پوچما کا بارڈ ماہ (اے ماں ہماری رکھشا کرو ہمیں خوش رکھو) کا گیت گاتی ہوئی دیوی پہونچتی ہیں۔

پہلے زمانے میں بوناوں کے موقع پر جانوروں خاص کر بکری، بھینس، کدو، گا، مرغی وغیرہ کو بھینٹ کیا جاتا۔ مگر عصر حاضر میں جانوروں کی بھینٹ کا طریقہ رفتہ رفتہ ختم ہو رہا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اکثر جاترائیں یا اس تہوار کو کسی دوسرے طریقے سے منایا جاتا ہے۔ حیدرآباد میں بھی جیٹھ کے مہینے میں گوری ماں کی پوجا کی جاتی ہے۔ ایک دن قبل پکوان پکایا جاتا ہے اور دوسرے دن اس پکوان کو دیوی کے سامنے بھوگ لگایا جاتا ہے۔ اسے باسوڑہ کہتے ہیں۔ باسوڑہ کے معنی ٹھنڈا کے ہیں۔ دوسرے دن اسی باسوڑہ پکوان کو کھانا نیک مانا جاتا ہے۔ بوناوں کے دوسرے دن جلوس نکالا جاتا ہے۔ یہ طریقہ تقریباً ۱۹۴۵ء سے شروع ہوا۔ اس کے قبل بونال کی رات کو ہی بلی گمپا نکلتا تھا۔ اب بلی گمپا کی جگہ گول کدو وغیرہ بھینٹ چڑھائے جاتے ہیں۔ دوسرے دن کے جلوس نکالنے میں مرحوم پی وینکٹ سوامی مشہور آریہ سماجی لیڈر نے نمایاں رول ادا کیا ہے۔ پرانے رسم و رواجوں میں آجکل تبدیلی لائی گئی ہے۔ یہ جلوس شہر حیدرآباد کے تمام چھوٹے بڑے دیوی کے مندروں سے نکل کر حیدرآباد کے شاہ جہاں محمد قلی قطب شاہ کی تاریخی عمارت چارمینار پر اکٹھا ہوتے ہیں جس کا سواگت ریاستی گورنر یا چیف منسٹر یا کوئی قومی رہنما کرتے ہیں۔ جلوس میں کئی قسم کی جھانکیاں ہوتی ہیں۔

پوتراج کا اپنا مقام ہوتا ہے۔ شہر حیدرآباد کی تاریخی عمارت چار مینار پر جلوس کا سواگت ہونے کے بعد یہ جلوس مجلگندہ پل (نیا پل) پہ سر جن ختم ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ شہر حیدرآباد دکن کا جمنی تہذیب و تمدن کا گہوارہ ہے۔ اس تاریخی عمارت پر ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے جلوس و تقاریب کا بھی سواگت کیا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ بونالو کا تیوہار بدی پر نیکی کی فتح کا ہے۔ آج کل بونالوں کے تیوہار میں مسلم بھائی بھی حصہ لے رہے ہیں۔ اپنے اپنے دوکانوں کو سجاتے ہیں۔ مختلف محلہ جات میں بونال کمیٹیاں ہوتی ہیں، جن کے ذریعہ سماجی، مذہبی، تحریری و تقریری پروگراموں کا انعقاد عمل میں آتا ہے۔ بونالو تیوہار ہم کو خیرسگالی و بھائی چارگی کا پیام دیتا ہے۔

٭

شری مینی عین دت

بسنت پنچمی

ماگھ کی پانچویں کو بسنت پنچمی کہتے ہیں۔ اس تہوار کا پران و شاستر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ کسانوں کا تہوار ہے۔ یہ تہوار بالخصوص فنکاروں کا تہوار ہے۔ سنگیت اور فنکاروں کا یہی وجہ ہے کہ راگوں میں ایک راگ بسنت بھی ہے۔

از: شری این رام چندر راؤ (چمپا پیٹ)

سنکرات کے دوسرے دن اور اکثر ۱۴ یا ۱۵ جنوری کو موسم سرما میں کنمو کا تیوہار منایا جاتا ہے۔ یہ بالکلیہ کسانوں کا تیوہار ہے جس کی وجہ سے دیہاتوں میں اس کو پرجوش طریقہ سے منایا جاتا ہے۔ مویشی جیسے گائے، بیل، بھینس وغیرہ کو نہلا دھلا کر اس کے جسم پر نقش و نگار کر کے گلے میں گھنٹیاں اور پیروں میں گھنگرو باندھ کر ناچتے گاتے ہوئے بستی میں پھرایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ آبادی کے باہر جا کر بکری یا بھیڑ کا بلیدان کرتے ہیں اور کچھ لوگ دودھ کو ابال کر شکر کے ساتھ چاول بنا کر مخصوص میٹھا [illegible] PAN پونگلی بنایا جاتا ہے۔ اسکو پہلے دیوی دیوتاؤں کے پاس رکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد سب لوگ اس کو کھانا بہتر سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگ مرغ بازی بھی کرتے ہیں جو دولت مند طبقے میں آج بھی اس کا رواج زیادہ ہے۔ بچیاں خصوصاً چھوٹے چھوٹے گڑیوں کو ایک خاص طریقے سے اپنے گھروں میں سجاتے ہیں جو ایک دلفریب منظر پیش کرتا ہے۔

مغربی بنگال کی جاترا

از: شکیل احمد صاحب: بنیاپوکھر روڈ کلکتہ

ہندوستانی تہذیب کی قدامت پر کسی کو بھی شبہ نہیں اور نہ ہی بنگال میں جاترا کی تہذیب اور روایت پر کسی کو شک ہے۔ جاترا کی شناخت اور اس کی پیش کش کے مدِ نظر دیکھا جائے تو یقین ہونے لگتا ہے کہ اس روایت کی عمر اتنی ہے جتنا کہ بنگال میں شعوری بالیدگی کی سولہویں صدی کے عظیم مصلح اور مذہبی پیشوا شری چیتنیا نے جاترا کی تحریک میں محبت اور بھگتی کے خیال اور افکار کو پیش کرنے کے سب سے اہم اور صحت مند ذرائع دیکھے تھے۔ اس بنیاد پر ہم بلا شک وشبہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جاترا کی تہذیب زمانۂ قدیم سے ہمارے بنگال میں چلی آرہی ہے اور اب یہ صرف مسافروں کا گاتا ہوا رواں گروہ نہیں رہا۔ جو صرف شہروں اور گاؤں کی کچی سڑکوں کی پیمائش کرتا ہے بلکہ یہ اب ایک صنعت کی حیثیت اختیار کر چکا ہے جس سے ہزاروں زندگیاں وابستہ ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم جاترا کی قدامت اور اس کی روایت پر گفتگو کریں جاترا کی نوعیت اور معنویت کو طے کر لینا زیادہ مناسب نظر آتا ہے۔ جاترا کی جڑیں بنگال کی مٹی میں پیوست ہیں۔ زمانہ قدیم میں لوگ سفر کرتے تھے اور گاؤں گاؤں، نگر نگر گھوم کر اپنی ناٹک منڈلی کے ذریعہ لوگوں کی وابستگی کا سامان فراہم کرتے تھے۔ اس لیے جاترا کے لفظی معنی سفر کے ہیں یا پھر سفر کی ابتدا یا تیاری لفظ

لداخ کے تیوہار

از

عبدالغنی شیخ صاحب۔

دُنیا کے تمام ملکوں اور خطّوں میں اپنی اپنی تقریبات اور تیوہار ہوتے ہیں، یہ تیوہار مذہبی، سماجی موسمی اور علاقائی نوعیت کے ہوتے ہیں۔
لداخ خطّے میں بھی مذہبی، موسمی، سماجی، علاقائی اور تاریخی نوعیت کی تقریبیں اور تیوہار منائے جاتے ہیں۔
تیوہار ایک خطّے کے لوگوں کے مزاج، طبیعت اور فطرت کو اُجاگر کرتے ہیں۔ لداخ میں تیوہاروں کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں ناچ گانے اور راگ رنگ کی محفلیں جمتی ہیں، یہاں کے مذہبی تیوہاروں میں عام لوگوں کے لئے تفریح طبع کا سامان ہے۔ رقص و سرود لداخی زندگی کے اہم جز ہیں اور لوک ناچ کا جاننا اچھا وصف تصوّر کیا جاتا ہے۔ تاہم عمومی طور پر اس کلیے کا اطلاق لداخی بودھوں پر ہوتا ہے۔
غیر لداخی مشاہدوں نے لکھا ہے۔
"خوشی کا کوئی بھی موقعہ ایک لداخی کے لیے دعوت دینے اور ناچ گانے کا ایک بہانہ ہوتا ہے۔ گاؤں میں کسی کے گھر ایک بچہ پیدا ہو تو ناچ گانے ہوتے ہیں۔ شادی بیاہ ہو تو راگ رنگ کی محفل جمتی ہے"۔
گنیوں کے تیوہاروں کو لداخ کی مذہبی اور مجلسی زندگی میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ گنپیوں کے اکثر میلے موسم سرما میں ایک تسلسل کے ساتھ منائے جاتے ہیں۔

ماضی میں ان میلوں میں اپنی کشش تھی۔ ابھی ایک میلہ ختم ہوتا ہے۔ اور لداخی اپنے گھروں کو لوٹے ہوتے ہیں کہ دوسرا میلہ شروع ہوتا ہے۔ ایسے میں ایک شوقین تماشبین کا سارا سرما گزر جاتا۔ جو ایک بودھ کے لئے ہم ثواب ہم خرما والی بات آج کل گاڑیوں اور آمد و رفت کی مختلف سہولیات کی وجہ سے یہ دوری ختم ہوئی ہے۔ کل تک لوگ پیدل اور گھوڑوں پر سفر کرتے تھے۔

گنپیوں کے اکثر میلے موسم میں لگتے ہیں۔ تاہم سیاحت کو فروغ دینے کے پیش نظر ہیمیانگ، ٹھکسے، ٹق ٹق اور شاچو کل گنبوں نے موسم سرما کے بجائے گرما میں اپنے میلے منعقد کرنے کا قدم اٹھایا ہے۔

لداخ کے مختلف اطراف سے عورتیں رنگین لباس زیب تن کئے زیورات میں لدی پھندی میلے دیکھنے جاتی ہیں گنپیے کی چھتیں آنگن اور دریچے تماشائیوں سے بھر جاتے ہیں اور تل دھرنے کو جگہ نہیں ملتی۔ دھارمک نوعیت کے ان میلوں میں لامے مختلف شکلوں کی نقاب پہنے رنگین تصاویر اور گل بوٹے والے ریشمی لباس میں ڈھول، جھانجھ، تُرہی، شہنائی، سرنائی، نقارے وغیرہ کی موسیقی کی ملی جلی گونج میں رقص کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان رقص کے پس منظر میں کوئی مذہبی، تاریخی یا روایتی واقعہ ہوتا ہے۔ اور بدی پر سچائی کی فتح دکھائی جاتی ہے۔

بودھ فلسفے کے مطابق مرنے کے بعد دوسری دنیا میں اس قسم کے کھوٹے یا نقابیں پہنے والی مخلوقات سے انسان کا سامنا ہوگا۔

"تبتن بک آف ڈیڈ" میں اس کا دلکش اور مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان کے مظاہرے کے پس پشت یہ فلسفہ ہے کہ دوسری دنیا میں اُن سے مانوس ہو جائیں گے۔

بلاے میں بھی کچھ عرض کر دیا جائے۔ یہ شہر اس وقت ایک لاکھ کی آبادی
پر مشتمل ہے اور اتر پردیش کے ضلع مرادآباد کی ایک تحصیل ہے۔ اس کا شمار
ہندوستان کے قدیم ترین شہروں میں ہوتا ہے۔ اہل ہنود کی قدیم مذہبی کتابوں
کے مطابق سنبھل کے وجود کا پتہ ست یگ، دواپر یگ اور ترتیا یگوں میں بھی
ملتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ شہر پرتھوی راج چوہان کا پایۂ تخت تھا
اسلامی عہد حکومت میں سات سلاطین کا نزول اجلال یہاں ہو چکا ہے
تاریخ فرشتہ کے مطابق شہنشاہ اکبر اعظم کے عہد حکومت میں اس کے چالیس پرگنے
تھے جن کی آمدنی ۷۹۱۹۴۔۶۶۹ دام تھی۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں بھی
سنبھل کا ذکر کیا ہے، ابن بطوطہ رقمطراز ہے "سنبھل کے علاقے میں بدایوں ایک
شہر ہے اس کی شکستہ و ریختہ تاریخی عمارتیں آج بھی زبان حال سے
اس کے شاندار ماضی کا پتہ دے رہی ہیں۔ حضرت شاہ حاتم علیہ الرحمہ جن کو
ابوحنیفہ ہند کہا جاتا تھا اور جو ملا عبدالقادر بدایونی کے استاد تھے۔ اسی کی
خاک میں آسودہ ہیں۔ بیر، گرگ، آلو، سینگ کی مصنوعات اور فیروزپور کا
کیوڑا یہاں کی مشہور اشیاء ہیں۔

نیزہ کا میلہ شہر سے پانچ کیلومیٹر مشرق کی جانب موضع شہباز پور کے
سورہ نگلا میں سورت ندی کے کنارے ہر سال جیٹھ کے آخری منگل سے
کے منگل سو ہوتا ہے۔ اس سے ایک ہفتہ قبل اسی نام سے ایک میلہ پوروا پکوہ
تحصیل امروہہ اور ایک ہفتہ بعد آنولہ ضلع بریلی میں منعقد ہوتا ہے۔
احسن التواریخ سنبھل کے مصنف غلام احمد شوق فریدی لکھتے ہیں۔

"سنبھل میں نیزہ کا تہوار کچھ کم ایک ہزار سالہ کہا ہے۔

..... جس مقام کو اب گھما ور کہتے ہیں پہلے یہ میلہ نیزہ کا وہاں ہوتا تھا

"نیزہ"
قومی یکجہتی کا علمبردار میلہ

از:- سعادت علی صدیقی صاحب

ہندوستان کی تاریخ میں تہواروں اور میلوں کو ہمیشہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ یہاں زیادہ تر تہواروں اور میلوں کا پس منظر مذہبی ہے۔ اس مذہبی پس منظر کے علاوہ ان میلوں ٹھیلوں اور تہواروں کا ایک اور مقصد قلوب و اذہان کو فرحت و تازگی بخشنا بھی ہے۔ بیشتر تہوار اور میلے ایسے مواقع پر آکر پڑتے ہیں جب یا تو انسانی قلوب تکان سے بوجھل ہوتے ہیں اور اس تھکن اور کلفت کو دور کرنے کے لئے ہی وقت نکال کر ایسی تقریبات کا انعقاد کیا جاتا ہے یا پھر یہ ایسے موسم میں منعقد ہوتے ہیں جب کھیتوں میں فصلیں تیار ہو چکی ہوتی ہیں گویا یہ تقریبات شکر اور مسرت کے ملے جلے جذبات کی ترجمان ہوتی ہیں۔

ان تہواروں اور میلوں کے مواقع پر منعقد ہونے والی تقریبات کا ایک اور پہلو یکجہتی کو فروغ دینا بھی ہے یہ تقریبات مختلف عقائد اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان یکجہتی کو بڑھاوا دینے میں اہم رول ادا کرتی ہیں۔ ایسی ہی تقریبات میں سنبھل میں نہایت دھوم دھام سے منعقد ہونے والا میلہ "نیزہ" بھی ہے۔

"نیزہ" کے بارے میں گفتگو کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ سنبھل کے

ایک آواز پر ہزاروں کا مجمع ٹوٹ پڑتا ہے۔ اِس مقدس رتھ کو کھینچنے اور درشن کرنے کے لیئے میدان کے بیچ ایک بہت بڑا خیمہ لگایا جاتا ہے۔ جہاں " دیوتاس" کو پھر اُتار کر رکھا جاتا ہے۔ یہ کام ہیڈ پجاری کا ہوتا ہے۔ لوگ پھر بھگوان کا درشن کرتے ہیں۔ پرساد لیتے شام ہوتے ہی سارا میلا مختلف رنگوں کی روشنیوں سے جگمگانے لگتا ہے۔ جشن اپنے شباب پر آ جاتا ہے۔ ناچ گانا پینا کھانا کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح شروع ہوتا ہے کہ یہ پورے سات دن تک چلتا ہے۔ یہ سات دن ہر قسم کی خریداری کھیل تماشہ ہینڈی کرافٹ میں چاندی وغیرہ کے بنائے ہوئے بیشتر چیزیں سیاحوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ ملک کے دیگر حصوں سے آرٹسٹ کلاکار وغیرہ آکر پروگرام کرتے ہیں، خاص کر کانگرا اور لاہول سے آئے ہوئے آرٹسٹوں کا پروگرام سب سے مقبول ہوتا ہے۔ جو سب سے زیادہ مجمع اکٹھا کرتی ہے۔

میلے کے اختتام پر پھر ایک بار سارے بھگوان رگھوناتھ کے خیمہ کے پاس اکٹھا ہوتے ہیں دیوتا دربار میں پوجا کی شروعات ہوتی ہے اور آئندہ سال قصبہ کی خوشحالی اور ترقی حفاظت کی دعا کی جاتی ہے۔ اختتامی جشن دریائے بیس کے کنارے پر ہوتا ہے۔ جہاں پہلے اُگی ہوئی گھاس کو جلایا جاتا ہے اور پھر ایک بھینس بکری مرغا مچھلی اور کیکڑا کو بلی چڑھایا جاتا ہے۔ جو راون کی موت اور سچائی کی جیت کو SYMBLISES کرتا ہے۔ ڈھالپور میدان سے بھگوان رگھوناتھ کو پھر واپس سُلطانپور مندر میں لے جایا جاتا ہے۔ اور اس طرح یہ میلا ختم ہو جاتا ہے۔

(بشکریہ "یہ صبح" نئی دہلی)

تیوہاروں میں رقص کے دوران مختلف دیوی دیوتاؤں کی نمائش ہوتی ہے۔ تاکہ عقیدت مندان کا درشن کریں۔ بودھوں کا عقیدہ ہے کہ ان کی نمائش سے علاقہ قدرتی آفات اور بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔

ہمس اور ٹھوگ گنپوں میں بودھ رشی اور تانترک کے عالم پدما سمبھاوا کے جنم دن پر سالانہ تیوہار لگتا ہے۔ پدما سمبھاوا نے ساتویں صدی میں تبت کو بدھ مت سے روشناس کیا تھا۔ وہ لداخ بھی آئے تھے۔ پدما سمبھاوا کی زندگی کے آٹھ پہلوؤں کو اُجاگر کیا جاتا ہے۔ ان کے جلو میں دیویاں اور دیوتا رقصاں نظر آتے ہیں۔

تمام گنپوں کے میلوں میں تقریباً یکسانیت ہے میلے کے اختتام پر بلائیں پھینکی جاتی ہیں۔

مورخوں اور مشاہدین نے لداخی میلوں اور تیوہاروں میں بدھ مت سے پہلے کے اثرات کا مشاہدہ کیا ہے۔ جب لداخی جون مذہب کو مانتے تھے۔

مورخوں کا خیال ہے لیہہ میں منایا جانے والا تیوہار پورے لداخ کا سب سے پرانا میلہ ہے۔ اس میلے کی کشش اس کا اجتماع ہے دھاگوں سے بنایا ہوا ایک بڑا ماڈل لیہہ کے ایک میدان میں نصب کیا جاتا ہے۔ میلے کے دوسرے روز اس دھاگے کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے بودھ کوشش کرتے ہیں جب اس ماڈل کو گرا لیا جاتا ہے اس ٹکڑے کو اناج کے ذخیرے میں رکھنا نیک شگون سمجھا جاتا ہے۔

یہ میلہ بیک وقت لیکر اور دیسکیت گنپوں میں بھی منایا جاتا ہے۔

شے رو پہلا لداخ کا موسمی میلہ ہے۔ جو فصل کٹائی کے موقعے پر شے گاؤں میں منایا جاتا ہے یہ میلہ اس ضمن میں سارے لداخ کی نمائندگی کرتا ہے۔ میلے میں ایک مخصوص ناچ کا مظاہرہ ہوتا ہے جس میں بیج بوائی سے لے کر

فصل کٹائی کو ایکشن میں دکھایا جاتا ہے اور مخصوص گیت گائے جاتے ہیں۔

دنیا کے تمام خطوں کی طرح فصل کو لداخی زندگی اور گیتوں میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ فصل کے مختلف مرحلوں میں کسان مرد اور کسان عورت کے لبوں پر مخصوص گیت مچلتے ہیں۔ گندم کے سنہرے خوشوں کو سونا اور لہراتی ہوئی دراتی کی دھار کو پہاڑی آبشار سے تشبیہ دی گئی ہے سورج سے التجا کی جاتی ہے کہ خوب چمکے اور پہاڑوں کی برف کو پگھلا دے۔ باد صبا کے جھونکوں سے درخواست کرتے ہیں کہ اناج اُگانے اور بھوسے کو دانوں سے الگ کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔

ستوق گو دو جھیشو' کا میلہ سردی ختم ہونے کی علامت ہے جس طرح بیساکھی آغاز بہار کی علامت ہے۔

لیہہ میں 'ستور نوق' یا "پتلا گرانے" کا ایک میلہ منایا جاتا ہے۔ بودھ دھارمک کتابوں کی ورد کے بعد ایک پتلے کو جو بدی کی علامت ہوتا ہے۔ لیہہ کے مقامات میں لایا جاتا ہے جہاں گولیوں کی باڑ سے اس کو بھون لیا جاتا ہے۔ اس پتلے کو 'ابو گرم سنگھ' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ میلہ لداخ میں ڈوگرہ دورِ حکومت سے وابستہ ہے" ابوگرم سنگھ' مہاراجہ کے دشمن کا مظہر تھا۔ اب اس کو ایک نیا مفہوم اور ایک نئی علامت ملی ہے۔

تیر اندازی لیہہ اور کرگل دونوں ضلعوں میں ایک اہم سماجی اور ثقافتی تیوہار ہے۔ تیر اندازی کے میلے اکثر دیہات میں منعقد ہوتے ہیں۔ لیہہ کی تیر اندازی کی تقریب خاص شہرہ ہے۔ تیوہار کے دوران ناچ گانے، مزاحیہ تماشے اور دوسرے تفریحی پروگرام پیش کئے جاتے ہیں۔ ان میں کچھ کھیل چین، تبت، کشمیر اور ہماچل پردیش کی دین ہیں۔ ماضی میں لیہہ کی ارغون تیر اندازی مشہور تھی کبھی کبھی یہ مسلسل اٹھارہ دن اور راتیں چلتی تھی اور تیس تیس دمامے اور اتنی ہی

شہنائیاں بجتی تھیں۔

لداخ میں عیدین :۔ عیدالفطر اور عیدالضحیٰ کی تقریبات عقیدت سے منائی جاتی ہیں۔ عید کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہاں بودھ اور دوسرے فرقے کے لوگ بڑی تعداد میں مبارکباد دینے مسلم گھروں میں جاتے ہیں۔ بودھوں کے نیا سال کے تیوہار اور کرسمس پر مسلم اور دوسرے فرقے کے لوگ ایک دوسرے کو اسی طرح مبارکباد دیتے ہیں۔ کرگل اور لیہہ کے شیعہ مسلمان نوروز جوش و خروش سے مناتے ہیں۔ دیوالی اور دسہرہ بھی لیہہ میں باقاعدگی سے منائے جاتے ہیں۔ دسہرہ پر راون کا پتلا جلایا جاتا ہے۔

بودھوں کا نیا سال یعنی لوسر کا تیوہار اہم سماجی اور اہم مذہبی افادیت کا حامل ہے۔ یہ تیوہار پندرہ روز تک جاری رہتا ہے یہ بودھی دسویں ماہ میں منایا جاتا ہے۔ مقامی روایت کے مطابق پہلے لوسر بودھی پہلے ماہ کی پہلی تاریخ کو منایا جاتا تھا۔ لیکن ایک لداخی راجہ جمیانگ نمگیل کے زمانے میں بلتیوں کے ساتھ ایک فوجی مہم کی وجہ سے ڈیڑھ ماہ پہلے منایا گیا تب سے یہ رسم بن گئی۔

لوسر پہ لیہہ اور دیہات میں مکانات اور پہاڑوں پر دیپ مالا ہوتا ہے۔ رات کو مشعلوں کا جلوس نکالا جاتا ہے۔ گھوڑ دوڑ ہوتی ہے اور تفریحی پروگرام ہوتے ہیں۔

لداخ میں تمام مذاہب کے لوگ اپنے بانیوں کا دن عقیدت اور جوش و خروش سے مناتے ہیں۔ وہ ہنو اور گرکا نو میں جہاں خالص آریائی نسل کے لوگ آباد ہیں ان دیہات کے بانی میکلے اور گیال سینگے کا دن بڑے جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر لاگ رنگ کی محفلیں ہوتی ہیں اور شراب کا دور دورہ چلتا ہے

(بشکریہ آواز نئی دہلی)

نرکا چیر دشی

از شری این۔ رام چندر راؤ (چمپا پیٹ)

یہ دیوالی کے ایک دن پہلے اشوین ماس کے آخری دن اماوس کو یہ تیوہار منایا جاتا ہے۔ نرک نامی ایک بہت بڑا راکھشس تھا جس نے دُنیا میں لوگوں کو بہت زیادہ ستایا کرتا تھا۔ جس کے باعث اس کا ظلم بہت بڑھتا گیا۔ اس کو قدرت نے ایک ایسی طاقت دی تھی جسکو کہا جاتا ہے اس کے باعث وہ لوگوں پر ظلم کرتا تھا۔ مشہور ہے کہ اس کے ظلم کو ختم کرنے کے لئے اس کی ماں ہی اس کو ختم کرسکتی ہے۔ ایک روز کرشن جی نے میدان جنگ میں اس کا مقابلہ کیا۔ ایسے وقت کرشن جی کے ساتھ ان کی بیوی ستیہ بھاما بھی تھی۔ جب کرشن جی اُس سے لڑتے لڑتے بے بس ہوگئے تو ستیہ بھاما نے نرک پر حملہ کردیا۔ جس کے باعث وہ مرگیا۔ کہا جاتا ہے کہ دراصل یہ اُس کی پہلے جنم میں ماں تھی اور بالآخر اس کی موت ماں ہی کے ہاتھوں ہوئی۔ لہٰذا یہ عمل اشوین ماس کے آخری دن کے ایک دن پہلے اماوس کا واقعہ ہے۔ اس طرح اس کا نام نرکا چیر دشی پڑگیا۔ نرک کے مرجانے کی خوشی میں پٹاخے چھوڑے جاتے ہیں علی الصبح اس دن اُٹھکر گھر کے تمام مردوں کو یکجا بٹھا کر گھر کی عورتیں ان کے اطراف آرتی اُتارتے ہیں۔ نرکا چیر دشی کے دن بیٹی داماد کو ضرور بلوالیتے ہیں اور ان کی خوب تواضع ہوتی ہے۔

*

کاروی

یہ رسم ابتدائے بارش میں پونم کے روز ہوتی ہے۔ اِس روز
بھی عید منائی جاتی ہے۔ بیلوں کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ جب تک
بیل نہ کھا چکیں خود نہیں کھاتے بعض بتوں کی پرستش بھی کرتے
ہیں۔ بیلوں کی آرائش کے وقت یہ تصور کیا جاتا ہے کہ مویشی ہی پر
تمام خلق کی پرورش کا دارومدار ہے۔ اِس روز بھی بعض جگہ بھیل
یا کسی اور کا مان ہو تو وہ بکرے کو ایک ہی وار میں ہلاک کرتا ہے۔
(رنجکر یہ امر بجارت)

کورگی کی پوجا

آخری برسات میں ہندو لوگ ایک دن نئی کورگی ([illegible]) کو تیار اور آراستہ کرتے ہیں۔ اس روز بھی عید منائی جاتی ہے۔ کورگی کو نئی ساڑی چولی پہنائی جاتی ہے اور کئی طرح کے زیورات اس کو پہنائے جاتے ہیں۔ پوریاں اور ہر قسم کی ترکاریاں پکائی جاتی ہیں۔ تمام چیزیں پکا کر اس کے سامنے رکھ کر پوجا کی جاتی ہے۔ اس کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کورگی پر تمام مخلوق کی زیست کا دار و مدار ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو خدا کی مخلوق فاقوں مر جائے۔ یہ رسم رات کو ادا کی جاتی ہے۔ صبح کو اس کی سواری اٹھتی ہے اور تمام دیوتوں پر غلہ تخم ریزی کسی قدر رکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کو باجے کے ساتھ کھیت کو لے جاتے ہیں۔ اس دن کوئی شخص اگر کچھ مانگے تو ہرگز نہیں دیا جاتا۔ اس اصول کی بڑی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔ (ایشاریہ امر بھارت)

یلاماس یا بھالیہ اماوس

یہ عید ... موسم گرما میں منائی جاتی ہے۔ اماوس کے ایک دن پہلے ہر ایک قسم کی ترکاریاں اکٹھی کر کے رات بھر پکائی جاتی ہیں۔ صبح مکان کو لیپ پوت کے غسل وغیرہ کر کے لباس نئے پہنا جاتا ہے۔ صبح سویرے ایک آدمی تو خشکہ وغیرہ لے جا کر اپنے کھیت میں

چھڑکتا ہے اور دوسرا اُس کے پیچھے پانی چھڑکتا جاتا ہے۔ اور کچھ الفاظ زور سے کہتا جاتا ہے۔ بعد ازاں رات بھر کے پکے ہوئے کھانے ٹوکروں میں رکھکر باجے وغیرہ بجاتے ہوئے زراعت میں لے جاتے ہیں اور پانچ مٹی کے ڈھیلے یا پتھر رکھکر ان کو صندل یا چندر لگایا جاتا ہے۔ اور ان ڈھیلوں اور پتھروں کو سجدہ کیا جاتا ہے۔ کھانے اِن کے سامنے رکھے جاتے ہیں۔ یہ رسم بھی عام طور پر زراعت پیشہ کے ہاں ہوتی ہے۔ بالخصوص ایسے لوگ ضرور ادا کرتے ہیں جن کے ہاں سالِ گذشتہ زراعت کم ہوئی ہو۔

(بشکریہ امر جیوت)

ہنومان کی پوجا

اگر کوئی آدمی تقدیر سے بیمار ہو جائے تو کسی جنگم یا برہمن کی ہدایت سے روزانہ اس مریض کو دو وقتوں وقت (صبح اور شام) ہنومان کی دیول کا طواف کرایا جاتا ہے اور چراغ جلایا جاتا ہے (جس کو دکن کی زبان میں سیوا کہا جاتا ہے) صحت ہو جانے کے بعد یا کسی گم شدہ چیز کے مل جانے پر شکر یا کوئی دوسری چیز بعد پوجا کے تقسیم کی جاتی ہے۔

(بشکریہ امر جیوت)

دیوؤں کی پوجا

جب بچوں کو چیچک (سیتلا) نکلتی تھی تو ان کے ماں باپ لوٹوں میں پانی اور نیب کی ڈالیاں رکھکر دیوؤں کے بتوں پر لیجا کر پانی ڈالتے تھے۔ اور اس میں سے تھوڑا پانی بچا کر بچوں کو نہلاتے ہیں۔ صحت ہو جانے پر ان دیوؤں کی پوجا کی جاتی ہے۔ (بشکریہ امر جیوت)

ہر دُریا نرسیا کی پُوجا

(جس کو بڑے میاں بولتے ہیں) اکثر گھرانوں میں ایک بت کی
پرستش سالانہ ہوتی ہے۔ وہ اُس خاندان کے سب سے بڑے
(اولادِ اکبر) کے مکان میں کسی طاق کے اندر رکھا ہوا ہوتا ہے۔ جب کوئی
بیمار ہو جائے تو اس کی منت مانی جاتی ہے اور بعد صحت اس کی مقررہ
پوجا ہوتی ہے بعد صحت عورت و مرد بالکل برہنہ ہو کر سینہ سے نیچے
اور گھٹنوں سے اوپر کا جسم نیب کے پھلوں اور ڈالیوں سے ڈھک
لیتے ہیں۔ مٹکے اور ہنڈیاں (جو سپید اور زرد رنگ کی ہیں) رنگوا رہی (نہ معلوم
اُن میں کیا ہوتا ہے) سر پر لئے ہوئے اور ان پر چراغ جلتا ہوا باجے بجاتے
ہوئے دیول کو لیجاتے اور وہاں جاکر پوجا کرتے ہیں۔ (بشکریہ امر بھارت)

یلمّا کا گھڑا

بعض لوگ منت مانا کر اوندھے لیٹے پھر اُٹھتے اور پھر اوندھے
لیٹتے اور پھر اُٹھتے ہیں۔ اسی طرح سے دیوتوں کی دیول میں جا کر پوجا
کرتے ہیں۔ (بشکریہ امر بھارت)

مرگما کی پوجا

ہیضہ کے دنوں میں یہ پوجا ہوتی ہے۔ ساڑیاں اور چولیاں
چڑھا کر پوجا کی جاتی ہے۔ بعض جگہ بکرا اور بھینسے جاترہ کے روز

دیوں کے دیوتا ہلاک کئے جاتے ہیں۔ جو کبھی چڑیل یا ایسے ہی عجیب الخلقت کے ہاتھ سے ایک ہی یا کئی وار میں ہلاک ہوتے ہیں اس کو قربان سمجھا جاتا ہے۔ (بشکریہ روزنامہ امر بھارت جے پور)

کاہنت

بعض گاؤں میں قیاس کیا سمجھا جاتا ہے کہ بہت اقوام لوگوں میں ایسی عورتیں ہوتی ہیں جن کے جسم میں ہفتہ میں ایک بار یا کسی مقررہ روز یا اوماوس یا پونم کے روز شیطان حلول کر جاتا ہے ان کے پاس مرد عورتیں اپنے اپنے امراض اور علاج یا کسی گم شدہ چیز کی دریافت کے لئے آتے ہیں اور بعد صحت یا بازیافت اس کے بتائے ہوئے طریق پر اس کے مقرر کردہ بتوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ (بشکریہ امر بھارت)

گائے بھینس کی پوجا

گائے بھینس کے جننے کے بعد دودھ سے دیوؤں کی پوجا کی جاتی ہے۔ ان کا پہلی دفعہ کا دودھ اور بعض جگہ تین دن کا دودھ تمام ریوڑ اور چیلوں اور گاؤں کے دروازوں کے درمیانی پتھروں اور مندروں کی سیڑھیوں پر چھڑکا جاتا ہے۔ دیوروں میں بتوں کے سامنے یا معمولی پتھروں کے دیو پر جلایا جاتا ہے اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح سے ایک تو گائے بھینس محفوظ رہتی ہے۔ دوسرے گھی اور دودھ میں کمی نہیں ہوتی۔ کیوں کہ دیوؤں اور شیطانوں کا حصہ پہلے نکال دیا جاتا ہے۔ (بشکریہ امر بھارت لکھنا ہے)

شری مَین دت

لوہڑی

پنجاب اور ہریانہ کا مقبول ترین تہوار ہے۔ اسے ہولی کی طرح آگ جلا کر اور اس آگ میں مختلف اقسام کے اجناس چڑھا کر منایا جاتا ہے۔

شری مَین دت

جوالا مکھی میلہ

ہماچل پردیش کی کانگڑا کی ترائیوں میں بڑے اہتمام اور پُرجوش طریقے سے منایا جاتا ہے۔ آتش فشاں کی دیوی کو خوش کرنے کیلئے اس تہوار کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

شری مَین دت

چھٹ

یہ تہوار سوریہ دیوتا سے وابستہ ہے اور بہار کے صوبے میں اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ بہار میں اس کی مقبولیت درگاہ پوجا کی طرح ہے۔ لوگ چھ روزہ اپواس رکھتے ہیں اور سوریہ دیو کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ تہوار آدی واسیوں میں اتنا ہی مقبول ہے۔

شری عین دت

بی ہو

آسام اور منی پور میں یہ تہوار سال میں تین بار منایا جاتا ہے۔ یہ کاشتکاروں کا تہوار ہے۔ اس کا تعلق فصلوں سے ہے۔ اس تہوار میں بھینس لڑانا مقبول ترین کھیل ہے۔ اس تہوار کے تین نام یوں ہیں۔

(۱) بھوگ بی ہو: اپریل ماہ کے وسط میں آتا ہے۔
(۲) ماگھ بی ہو: جنوری کے وسط میں منایا جاتا ہے۔
(۳) کٹی بی ہو: کٹی بی ہو اکتوبر کے وسط میں آتا ہے۔

شری عین دت

کارنیوال

گوا میں کیتھولک کرسچن اس تہوار کو رنگا رنگ طریقے سے مناتے ہیں۔ یہ تین دنوں تک چلتا ہے اس تہوار میں موسیقی اور ناچ گانے کو انفرادیت حاصل ہے۔

شری عین دت

گڑی پاڑوا

یہ تہوار مہاراشٹر کا سب سے بڑا تہوار ہے۔ سال کا پہلا دن ہے۔ آج کے دن نیم، زیرہ، نمک، کالی مرچ اور بینگن کی چٹنی پکائی جاتی ہے۔

★

کلّو کا دسہرہ میلہ

از شری کشن کمار

ہندوستان کے مقبول پربوں اور تہواروں میں دسہرہ سب سے مشہور ہے جو تقریباً سارے ہندوستان میں بڑے چاہ اور الہاس کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ دسہرا پرب کا ماحول کوئی دس پندرہ دن قبل ہی دکھائی دینے لگتا ہے اور دھیرے دھیرے سارے ملک میں پر مسرت فضا جشن اور چہل پہل شروع ہو جاتی ہے۔

ہماچل پردیش کے شہر کلو وادی میں اس پرب کو بڑے ہی مخصوص اور انوکھے انداز میں منایا جاتا ہے۔ حالانکہ دس روز قبل ہی دسہرا کی تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن سب سے انوکھی بات جو دیکھنے میں آتی ہے۔ وہ کلو دسہرا میلا ہے جہاں وادی کے مختلف گاؤں اور قصبوں سے دیوی دیوتاؤں کی آمد ہوتی ہے بڑی باقاعدگی اور جوش و خروش کے ساتھ مختلف گاؤں کے لوگ اپنے مندروں سے گاجے باجے کے ساتھ کلو کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان میں کسی گاؤں کے پہاڑی راستے اتنے خطرناک اور تکلیف دہ ہوتے ہیں کہ ان راستوں کو چل کر کلو تک پہنچنا ہی ایک جوکھم کا کام ہے۔ باوجود تکلیف و خطرے کے گاؤں کی تقریباً ساری آبادی مجمع کی شکل میں اپنے اپنے دیوی دیوتاؤں کو لے کر اس میلے کے لیے نکل پڑتی ہے۔ اس رسم کو یہ "دیوتا س" کہتے ہیں۔

سب سے بڑا دیوتا کلو وادی میں بھگوان رام بھگوان رگھو ناتھ ہیں اور سارے دیوی دیوتاؤں کا اجتماع اس میلے میں ان دو بھگوانوں کو عزت بخشتا ہے۔ یہ ایک پرمپرا صدیوں سے یہاں چلی آ رہی ہے۔ بھگوان رگھوناتھ کا مندر کلو وادی کے سلطان پور میں ہے جو کہ کلو راجاؤں کی کبھی راجدھانی ہوا کرتی تھی سلطان پور کی پہاڑی پر سے سارا کلو وادی کا قصبہ دکھائی دیتا ہے۔

پرانے زمانے میں تقریباً ۳۰۰ سے زائد دیوتا اس مختلف گاؤں سے جمع ہوتے تھے۔ لیکن اب ایک تو مہنگائی اور بڑی خرچ دوسرا مذہبی رسومات میں کچھ کمی آنے سے اب قریب گاؤں کے لوگ ہی ہیں وہ پہلی جیسی بات نہیں رہی۔ آجکل میلا کمیٹی کی طرف سے مختلف گاؤں میں کچھ مالی امداد دی جاتی ہے تاکہ یہ رسم چلتی رہی اس مالی امداد سے کافی سہولت ملی جس سے آج تقریباً ۱۵۰ کے آس پاس "دیوتاس" کلو میلہ میں شامل ہوتے ہیں۔

کلو دسہرا کا لازمی کیریکٹر وہ پرانی رسومات ہیں جن میں کوئی بھی تبدیلی ابھی تک نہیں آئی ہے۔ گاؤں والے کوئی دو تین دن قبل ہی آنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر اس قصبے کے ٹھیک بیچ و بیچ بڑے سے میدان کے آس پاس کیمپ لگا کر رہنے لگتے ہیں اب اب تو ٹورسٹ کی آمد میلے میں جان سی پیدا کر دیتی ہے۔ غیر ملکی سیاحوں کے لیے معقول انتظام بھی کیا جاتا ہے اور گاؤں والوں میں دلچسپی بڑھائی جا رہی ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ آئیں۔

میلے کا ماسک پہنا کر لکڑی کے بنے ہر کسی رتھ میں بٹھا کر بھوم دریا کے بیس کے کنارے انہیں نہانے کی غرض سے لے جاتے ہیں سنتروں

اگر بتیوں کی خوشبو اور پھولوں کے درمیان۔ مقدس غسل کے بعد انہیں ریشم اور ساٹن کے کپڑوں اور پھولوں سے سجا کر یہ قافلہ رگھوناتھ مندر سلطانپور کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ یہ خوبصورت رتھ یاترا بھی مندر پہونچ کر دیوتاؤں کو راجہ رول محل میں راجہ رائے کے پاس لے جاتے ہیں محل میں تحفے دیئے جاتے ہیں اور پھر گاؤں والے راجہ کی صحت کامیابی اور حفاظت کی دعائیں کرتے ہیں۔ آجکل راجہ مہشور سنگھ ہیں) یہ پرمپرا صدیوں پرانی ہے اور آج بھی جذبات اور جوش وخروش کے ساتھ منائی جاتی ہے۔ پھر دیوتا اس دوپہر تک واپس کالو پہنچ جاتے ہیں جہاں دیوی ہیومیا" جو منالی کے ڈھونگری مندر سے آتی ہے اسے کلو کے شاہی خاندان کی بزرگ کی عظمت بخشی جاتی ہے۔ اس دیوی کے رتھ کو سیدھا شاہی خاندان کے خاص ڈرائنگ روم تک لے جایا جاتا ہے۔ جہاں راجہ رائے اس کا استقبال کرتے ہیں۔ پھر شاہی خاندان کے فیملی ممبر پرارتھنا کرتے اور دیوی سے آشیرواد مانگتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دیوی ہیومیا کی مہربانی سے ہی انہیں یہ سلطنت ملی دربار سے نکل کر پھر یہ دیوی ہیومیا کا رتھ بھگوان رگھوناتھ مندر کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت تک مختلف مجمع اکٹھا ہو جاتا ہے اور پھر راجہ رائے اسپیشل پرارتھنا کرتے ہیں اور بھگوان رگھوناتھ کو جلوس کی رہنمائی کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ منتروں اور نعروں کے درمیان یہ ہجوم پھر کلو کے بیچ میدان تک پہنچتا ہے جہاں بھگوان رگھوناتھ کو ایک بہت بڑے رتھ (جو کئی سال پہلے تیار کیا جاتا ہے خاص اسی جشن کیلئے) رکھ دیا جاتا ہے۔ پھر مختلف دیوی دیوتاؤں کو لائن میں سجا دیا جاتا ہے۔ شاہی خاندان کے لوگ اسی رتھ کے ارد گرد ایک دائرہ سا بنا لیتے ہیں پھر یہ رتھ ڈھال پور میدان کی طرف کھینچ کرنے جانے کی باری آتی ہے۔ راجہ رائے کی

لیکن جب وہاں کسی زمانہ میں لوٹ مار ہوئی تب سوت کے پار مگھا ورسے جنوب میں یہ میلہ بڑی آب و تاب اور اہل شہر و دیہات اور بیرونجات کے لوگوں کے ہجوم سے منگل کے دن ہوتا ہے۔ بازار خوب دھوم سے لگتا ہے۔ ہر قسم کی اشیاء فروخت ہوتی ہیں۔ یہ میلہ موضع شہباز پور کی اراضی میں ہوتا ہے۔ دوسرے دن بدھ کو باسی نیزہ حدود شہر میں محلہ چمن سرائے اور بریلی سرائے کے درمیان ہوتا ہے۔

سنبھل میں نیزے کے دن کے تعین اور اعلان کا طریقہ یہ ہے کہ ہولی کے دوسرے دن شہر کے محلہ رائے ستی میں اہل ہنود کا ایک میلہ "دھجا" نہایت دھوم دھام سے منایا جاتا ہے اس میلے کے بعد آنے والے منگل کو قوالی کے دوبرو ایک ڈھال (جھنڈا یا نشان) کھڑا کر دیا جاتا ہے اور آیندہ منگل سے میلہ نیزہ شروع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ میلہ اسلامی مہینوں کے بجائے ہندی مہینوں کے حساب سے منعقد ہوتا ہے۔

منزل دن ہونے والے نیزہ کو تازی نیزہ کہتے ہیں۔ اس کے دوسرے دن شہر کے قلب میں ہونے والا نیزہ باسی نیزہ کہلاتا ہے۔ شہر میں جتنی دھوم دھام اس دن ہوتی ہے۔ سال بھر کسی اور دن دیکھنے میں نہیں آتی اور جتنی مٹھائی اس دن فروخت ہوتی ہے کسی اور موقع پر نہیں بکتی۔

اگرچہ یہ میلہ ہزار سال سے منایا جاتا ہے لیکن موجودہ زمانے میں یہ مذہب و ملت کے قیود سے آزاد ہو کر ہندو مسلم ملاپ اور قومی یک جہتی کا بہترین نمونہ بن گیا ہے۔

نیزہ کا میلہ جو بیک وقت تہوار بھی ہے اور میلہ بھی خصوصی اہمیت کا حامل ہے، ہر چند کہ اس کی تاریخی اور مذہبی اہمیت نہایت غیر واضح ہے۔

قائم ہوا کہ آج بھی پانچ جتھے دار جو فیصلہ کر دیں وہ پوری سکھ قوم کو قبول کرنا پڑتا ہے۔

گرو گوبند سنگھ نے اپنے بعد گروؤں کا سلسلہ ختم کر دیا اور گدی گرنتھ کے حوالے کر دی۔ آج پوری سکھ قوم گرنتھ ہی کو اپنا گرو مانتی ہے۔

سکھوں کے اس آخری گرو کی تعریف نہ انسان کی زبان بیان کر سکتی ہے نہ اس کا قلم اگر دنیا کی ساری زمین کو کاغذ بنا دیا جائے اور تمام درختوں کو کاٹ کر ان سے قلمیں بنا لئے جائیں اور تمام سمندروں کے پانی کو سیاہی کے طور پر استعمال کیا جائے اور ہوا کو تیزی سے لکھنے کے کام پر مامور کر دیا جائے تب بھی گرو گوبند سنگھ کی تعریف نامکمل ہی رہے گی۔

کیا یہ دنیا کسی ایسے شخص کا جواب پیش کر سکتی ہے جس نے اپنا پورا خاندان حق اور سچائی کے لئے شہید کروا دیا ہو اور اس کے باوجود وہ لوگوں سے ہاتھ جوڑ کر یہ کہہ رہا ہو سے

میں ہوں باؤں پر رکھو داسا دیکھیں آئیوں جگت تماشا

گرو گوبند سنگھ نے اپنی زندگی میں کئی جنگیں لڑیں لیکن یہ تمام جنگیں حق و صداقت کے لئے تھیں۔ ان میں ان کے ذاتی مفاد یا اپنے جاہ وجلال کے قیام کا ذرا بھی دخل نہیں تھا۔ انہوں نے صرف ظلم کو للکارا کسی سلطنت یا بادشاہت کے خلاف انہوں نے اس وقت تک قدم نہیں اٹھایا جب تک اس نے ظلم کو اپنا آلۂ کار نہیں بنایا۔ اگر گرو جی چاہتے تو بہت آسانی سے اپنی سلطنت قائم کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے دنیاوی جاہ وجلال اور شان و شوکت کو کبھی ذرا سی اہمیت بھی نہیں دی وہ ہندو، سکھ، مسلمان سب کو ایک آنکھ سے دیکھتے تھے اور مختلف قوموں کے افراد کے درمیان ذرا بھی

گورو گوبند سنگھ جینتی

شری بیدی پرکاش سنگھ۔

سکھ مذہب کے عظیم ستون والی دو جہاں گرو گوبند سنگھ جو سکھوں کے دسویں گرو تھے۔ ۲۲ دسمبر ۱۶۲۶ء کو پٹنہ میں پیدا ہوئے تھے۔ گورو گوبند سنگھ بھی صرف ۹ برس ہی کے تھے کہ ان کے پتا گرو تیغ بہادر سنگھ شہید کر دیئے گئے۔ اپنے پتا کی شہادت کے بعد گرو گوبند سنگھ سکھ دھرم کی گدی پر بیٹھے۔ اس وقت ہندوستان میں مغل شہنشاہوں کا راج تھا۔ لیکن مغلوں کی طاقت اور اقتدار کے باوجود ملک میں وہ سکون نہیں تھا جو ایک مستحکم اور پائیدار حکومت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مغلوں کے برسر اقتدار ہونے کے باوجود ہندوستان میں چھوٹے بڑے ۶۶۸ راجے راج کرتے تھے۔ یہ زمانہ اورنگ زیب کی حکومت کا زمانہ تھا۔

گرو گوبند سنگھ اسی زمانے میں پروان چڑھے اور انھوں نے ناسازگار ماحول کے باوجود سکھ دھرم کو وہ جلا بخشی جس کی چمک آج چار دانگ عالم میں نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے۔ دراصل سکھوں کو سنگھ کا دائمی لقب گرو گوبند سنگھ نے ہی بخشا۔ انھوں نے اپنے پیروؤں کو یہ تعلیم دی کہ ایک سکھ ایک فرد واحد نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک پوری فوج ہوتا ہے۔

سکھ دھرم میں جمہوریت کا اصول بھی گرو گوبند سنگھ ہی کی دین ہے۔ انھوں نے کوئی بھی فیصلہ "پانچ پیارے" کرتے تھے۔ یہ اصول اتنی سختی سے

وہ پیدائش کی بنیاد پر انسانوں میں تفریق کی دیوار کھینچنے کو گناہِ عظیم قرار دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے۔ "ایک پتا ایکس کے ہم بارک" یعنی تمام حیوانات کا خالق ایک پتا پرمیشور ہے اس لئے کہ ہم انسانوں کا رویہ ایک دوسرے کے تئیں برادرانہ ہونا چاہیئے کیونکہ ہم سب اسی ایک رب کی اولاد ہیں۔ وہ اپنی اولاد کی آپسی محبت دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ بھائی چارہ ہی ایک ایسا جذبہ ہے جو رشک و حسد اور بغض و نفرت کو ختم کرکے محبت و یگانگت کی ڈور میں بندھتا ہے۔

گرونانک جی نے سچ کہا ہے:۔

اوّل اللہ نور اپایا کدرت کے سب بندے
ایک نور تے سب جگ اپجیا کون بھلے کو مندے

گرونانک جی نے اپنے عہد کے سماج میں عورتوں کی زبوں حالی سے دل گرفتہ ہوکر اس کے اصل رتبہ و مقام کو پہچاننے کی تلقین کی۔ سو کیوں مندا آکھیے "جت جمے راجان" یعنی جس عورت نے اپنی کوکھ سے راجے مہاراجے سورما، بھگت، پیر، ولی اور اوتار پیدا کئے اس کی بے عزتی اور تحقیر نہیں کرنا چاہیئے۔

بابا گرونانک نے دنیا کے سبھی پیغمبروں کی طرح سچائی پر مضبوطی سے جمے رہنے پر تعلیم دیتے ہوئے کہا۔

سچ۔ سمنا ہوئی۔ دارو پاپ کڈھے دھوئی یعنی سانچ کو آنچ نہیں یہ سب برے کاموں کا علاج ہے۔ گناہوں کی گرد صاف کرنے کے لئے سچائی کے صابن سے زیادہ کارگر کوئی اور چیز نہیں عدالت کے جھگڑوں، بین الاقوامی مسئلوں، جنگ کے شعلوں، بغض و کینہ کی لپٹوں کو سچ کے پانی سے دبایا جا سکتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ میلہ اسی مقام پر منعقد ہوتا ہے جہاں سید سالار مسعود غازیؒ نے جنگ کی تھی۔ یہ ڈھالیں اور جھنڈے کی یادگار کے طور پر میلے میں نصب کیے جاتے ہیں۔ تین دن پہلے فاتحہ خوانی وغیرہ کی رسومات شروع ہو جاتی ہیں جن کا اختتام میلے میں ہوتا ہے۔ اس مذہبی پس منظر کے ساتھ ساتھ اس میلے کی ثقافتی اور صنعتی اہمیت بھی کم نہیں ہے۔

ثقافت کے دائرے میں اس میلہ کی سب سے بڑی دین یک جہتی اور میل ملاپ ہے۔ ہندو اور مسلمان اسے بڑے شوق کے ساتھ مناتے ہیں۔ گھروں کی صفائی، لپائی، پتائی کی جاتی ہے۔ نیز سے دو دن پہلے یعنی اتوار کو شہر اور دیہات میں رات کو عام طور پر چاول پکتے ہیں اور دوشنبہ کو کڑھائی کا پکوان بنتا ہے۔ اتوار کو سکھنوں اور دوشنبہ کو کڑھائی کا دن کہا جاتا ہے۔ دیہات میں دونوں رسمیں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ اہل ہنود بھی ادا کرتے ہیں۔ اہل ہنود کی ایک قوم گرا ھیا جو میاں سرائے اور اس کے قرب و جوار میں آباد ہے اور جس کا پیشہ سنگھاڑوں کی کاشت، جال بنتا، مچھلی پکڑنا، پالکی برادری اور اُپلوں کا کاروبار کرنا ہے اس میلہ کو اپنے تہوار کی طرح مناتے ہیں۔ ان کی الگ ڈھال ہوتی ہے جس کو وہ مسلمانوں سے بھی زیادہ عقیدت کے ساتھ میلے میں لے جاتے ہیں۔ میلے کے قریبی مواضعات میں اہل ہنود کے گھروں میں بھی زبردست مہمان داری ہوتی ہے اور ان کے عزیز رشتہ دار دور دراز علاقوں سے میلہ دیکھنے آتے ہیں۔ سبھی فرقوں کی دکانیں لگتی ہیں۔ دھوبی تمام شب اپنا مخصوص گیت "برہا" مقابلہ کی شکل میں گاتے ہیں۔ یہ گیت دیہاتی اور گنواری بولی میں ہوتا ہے۔ گیت میں اردو کے الفاظ برائے نام استعمال کیے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۹۰۱ء کے جیوتی کی

شادی کی نسبتیں بھی یہیں طے ہوتی ہیں۔ جگہ جگہ "ڈھولا" گایا جاتا ہے۔
شیخ ڈفالی اس تہوار کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اس میلے سے
ان کا قومی رشتہ بھی وابستہ ہے۔ نیزہ سے پہلی رات میں عقیدت مندوں کے
گھروں پر اور میلے میں اپنے اپنے نشانات (جھنڈے) کے نیچے چنگ پھر پوربی زبان
میں راگ گاتے ہیں۔ اس راگ کو "سوئلا" کہا جاتا ہے۔ خانہ بدوش قبیلے
جیسے جھگے، کنجر، بندروالے قلندر وغیرہ چاہے کسی شہر میں مقیم ہوں
میلے کے موقع پر سنبھل آکر اکٹھا ہو جاتے ہیں۔ کھیل تماشے، سرکس، کٹھ پتلیاں
اور بازی گری سے میلے کی رونق دوبالا ہو جاتی ہے۔ رات کو میلے کے پاس ہی
ایک باغ میں دیسی سنگیت کی محفل جمتی ہے۔ جس میں سنگیت کی صرف
ایک صنف "چوبولہ" ہی گائی جاتی ہے۔ دوسرے دن یہ محفل سنبھل کی قریبی
بستی نوریوں سرائے میں بیٹھک کے نام سے منعقد ہوتی ہے۔ جس میں ہندو
اور مسلمان گویئے اور سامعین حصہ لیتے ہیں۔ بدھ کو دوپہر سے قبل کہیں کہیں
بیل تانگوں (جسے بعض جگہ بیل گاڑی کہتے ہیں) کی دوڑ کا مقابلہ ہوتا ہے۔
پہلے یہ مقابلہ محلہ سیف خاں سرائے میں ہوتا تھا۔ میلے کے دن سنبھل اور
قرب و جوار میں اعزا کے بچوں کو پیسے بانٹنے نئے کپڑے پہننے۔ گھروں کو
سجانے کا رواج عیدین سے بھی زیادہ ہے۔ خاص طور سے دیہات کے باشندے
اس دن میلا سا پرانا کپڑا پہننا پسند نہیں کرتے۔ ایک رسم تو ایسی ہے۔
جس کی مثال شاید ہی کہیں ملے اور وہ یہ کہ اس دن لڑکیوں کو جن کی
سال بھر کے اندر شادی ہوئی ہے پھر سے دلہن بنا کر اور زیورات سے
آراستہ کر کے اپنے گھروں میں بٹھا دیا جاتا ہے اور ہر دلہن کو دیکھنے کیلئے
عورتوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ ثقافتی اہمیت کی طرح اس میلے کی

صنعتی اہمیت بھی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ لال شکر اور ڈھونڑ کی صنعتیں اسی کی بدولت زندہ ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ سید سالار مسعود غازی کی نیاز چادروں پر لال شکر ڈال دی جاتی ہے اور دیہات کا ہر کاشتکار سردیوں میں تھوڑی بہت لال شکر اسی غرض سے بناتا ہے کہ نیزہ کے موقع پر نیاز اور بکری کے لیے اس کی ضرورت ہوگی۔ اسی طرح ڈھونڑ ایک دیسی کپڑا ہوتا ہے جو گاڑھے یا کھدر سے بھی ہلکا اور مچھردانی کی جالی کی طرح ہوتا ہے ہزارہ یا ڈھالیں اور جھنڈے جو کم سے کم ڈھائی گز اور زیادہ سے زیادہ بیس گز کے ہوتے ہیں اس کپڑے سے تیار کیے جاتے ہیں۔ منت مانے ہوئے بچوں کا لباس بھی اسی کپڑے کا ہوتا ہے۔ اس طرح ہزاروں گز کپڑا مصرف میں آجاتا ہے۔ مٹی کے برتنوں کی صنعت بھی اسی میلے کے ذریعے فروغ پاتی ہے۔ میلے میں برتنوں کا خاصا بڑا بازار لگتا ہے اور ہر قسم کے برتنوں کی کافی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ مہینوں پہلے سے مٹی کا کام کرنے والے اپنے کام میں مصروف ہوجاتے ہیں حقے کے نیچوں اور لاٹھی کی سامون کے بھی الگ الگ بازار ہوتے ہیں اسی طرح گھریلو اور زراعت میں استعمال ہونے والی ہاتھوں کی بنی ہوئی لوہے کی اشیا بچوں کے دیسی کھلونے اور دیگر اشیاء بھی خوب فروخت ہوتی ہیں۔ ایک چیز ایسی بھی ہے جس کا بظاہر اس میلے سے کوئی تعلق نہیں مگر اس کی فروخت سب سے زیادہ ہوتی ہے اور وہ ہیں پلنگ اور مسہری کے لیے لکڑی کے بنے ہوئے "پائے" ان کا بازار بھی الگ ہی ہوتا ہے۔ ٹرکوں مال آتا ہے اور ہاتھوں ہاتھ بک جاتا ہے۔ پایوں کی صنعت کو اس میلے سے بڑا فروغ حاصل ہوا ہے۔ اس طرح یہ میلہ قومی یکجہتی اور صنعت و حرفت کے فروغ کا اہم مرکز بن گیا ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ نیا دور)

ڈاکٹر بھاسکر راج
سکینہ

کمبھ کا میلہ

الہ آباد میں گنگا و جمنا و سرسوتی کے مقدس سنگم پر جو دُنیا بھر میں سب سے بڑا مذہبی اجتماع کیا جاتا ہے ہندو مرد و عورت بلا لحاظ عمر رتبہ و ذات پات اس بات کی کاوش میں رہتے ہیں کہ وہ سنگم میں غوطہ لگا کر اپنے پاکیزگی کا راستہ پا سکیں تین اہم شخصیتوں یعنے تاریخوں میں سنگم میں اشنان کرنا ایک مذہبی فرض سمجھا جاتا ہے۔ وہ تین تواریخ اس میلے کیلئے ۱۴ جنوری مکر سنکرات ۲۱ جنوری پوس پورنیما۔ ۶ فروری مونی اماوس۔ اہم ترین تاریخ ہے۔

کمبھ کا میلا کب رائج ہوا اس بارے میں کوئی بھی مورخ صحیح تاریخ نہیں دے سکا ہے۔ سب سے قدیم تر میلے کا ذکر ہیون تسانگ کے سفر نامہ دستیاب ہوا۔ ہیون تسانگ چین سے بھارت ۶۴۳ء میں آیا تھا۔ جبکہ راجہ ہرش وردھن کے ہمراہ ۶۴۴ء میں منعقدہ کمبھ میلا۔ پریاگ راج (موجودہ الہ آباد) میں شریک تھا۔ اس کی ڈائیری کے حوالے سے انگریز مورخ ونسنٹ اسمتھ نے حسب ذیل معلومات حاصل کئے کہ کمبھ میلے پریاگ راج میں تقریباً ۵ لاکھ افراد گنگا و جمنا کے سنگم پر جمع ہوتے یہ میلہ قریب ۷۵ دن تک منعقد کیا گیا تھا۔ جس میں سماج کے ہر درگ کے لوگ یعنے راجہ ہرش ان کے وزرا، اعلیٰ عہدہ دار۔ روحانی رہنما۔ تمام جاتی یعنے فرقوں کے لوگ مرد و عورت، فلسفی۔ اسکالرس، سادھو مہاتما سب نے شرکت کی۔ مذہبی رسومات راجہ نے ارا کین اور پھر اُس نے اپنے خزانے کے دروازے

کھول دیئے اور صرف حاجت مندوں میں اپنی دولت تقسیم کی۔ یہ یاد رہے راجہ ہرش بدھ مت کو قبول کر چکا تھا۔ لیکن بھارت کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ یہاں ہر مذہب کو پھلنے پھولنے کا موقع اس لئے مل سکا کہ سرزمین کا قدیم ترین دھرم ویدانت نے یہ اصول بہت مستقل بنیاد پر قائم کیا کہ تمام مذاہب ان دریاؤں کی طرح ہیں جو سمندر میں جا کر ملتے ہیں۔ اسی طرح تمام مذاہب آخر کار اس ایک پروردگار میں جا کر سما جاتے ہیں جو حرف اول اور حرف آخر خود ہی ہے۔

آدی شنکر آچاریہ نے نویں صدی عیسوی میں تمام بھارت کو روحانی اور سماجی اقدار کے لحاظ سے ایک اکائی میں جکڑ دیا۔ اپنی مقناطیسی شخصیت اور اثر کے باعث انہوں نے بھارت کے شمال میں لیبنے بدری نارائن کے قریب جوتیر مٹھ۔ مشرق میں جگناتھ پوری میں گوردھن مٹھ مغرب میں دوارکا پوری میں سردھ مٹھ اور جنوب میں شرینگری مٹھ قائم کرکے ہر مٹھ کی رہنمائی اور انتظامیہ کی دیکھ بھال کے لیے علیحدہ شنکر آچاریہ مقرر کیئے۔ ہر شنکر آچاریہ پہ یہ روحانی ذمہ داری عاید کی گئی وہ ہر کمبھ کے میلے میں حصہ لیں اور عوام کی سماجی۔ روحانی اور مذہبی معلومات اور رہنمائی کے لیئے اپنی پوری کاوش کیساتھ منہمک رہیں۔ عوام الناس کی اتنی بڑی تعداد کو ایک جگہ جمع کرنے کا مقصد اصل میں رگ وید کی تعلیمات سے منسلک ہی نہیں بلکہ مبنی ہے۔ رگ وید میں کہا گیا ہے کہ۔

"سب لوگ ایک ساتھ رہو۔ ایک جیسا سوچنے کی صلاحیت پیدا کرو اس لئے شنکر آچاریہ نے بھارت کے تمام عوام کو ایک جگہ

اکٹھا کر کے اُن میں قومی جذبہ کو اُبھارنے کی کاوش کی"

اہم بنیادی وجہہ یہ تھی کہ ابتدائی آریاؤں نے تمام مقدس مقام بڑی ندیوں کے کنارے یا پھر دو دریاؤں کے سنگم پر قائم کیے کیونکہ وہ قدرت اور پانی کے دیوانے اور متوالے تھے۔ بھارت کے تمام تیرتھ استھانوں یعنے مقدس مقامات زیارت میں پریاگ راج یعنے وہ مقام جہاں دریائے گنگا اور جمنا ملتے ہیں۔ نہایت قدیم اور بہت مقدس قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ دو دریاؤں کا تعلق HINDU MYTHOLOGY کے اعتبار سے گنگا کا تعلق بھگوان شیو اور جمنا کا بھگوان کرشن کی لیلاؤں سے وابستہ ہے۔ یہ بھی مانا جاتا ہے کہ پریاگ راج میں دو نہیں تین ندیوں کا سنگم ہے۔ تیسری ندی زیر زمیں سرسوتی ندی ہے جو نظر نہیں آتی موجودہ سائنسی سروے سے اب اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ پریاگ راج کے آس پاس زیر زمین بہت بڑا صاف پانی کا سر چشمہ موجود ہے۔ اس حقیقت سے قدیم لوگ کیسے واقف تھے اس بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔ اس لیے اس سنگم کو تروینی بھی کہتے ہیں۔

کمبھ کے معنویت پر ہم توجہ کریں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی مقصد جو بالکلیہ روحانی نجات پانے کا تھا اُس میں بہت کچھ تبدیلی آئی اس لئے کہ پریاگ راج کا ذکر رگ وید میں تو ہے لیکن بعد کے زمانے میں جس طرح پرانوں میں لکھا گیا ہے۔ وہ مختلف ہے۔ جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے۔ ابتدائی روحانی پہلو تھا۔ ایک ایسے مقام پر عام انسان اور سادھو مہاتما اور عالموں اور مفکروں کو جمع ہونا چاہیے۔ جہاں روحانیت کی تبلیغ سے ہر کس و ناکس مستفید ہو سکے۔ لیکن۔ پورانک دور میں اس میں کئی رشتوں

اور مقدس کہانی کو جوڑ دیا گیا۔ تاکہ عام انسان کو جو خالص روحانیت
کو نہیں سمجھ سکتا وہ بھی اس میلے میں شریک تھا۔ کہا جاتا ہے کہ دیوتا اور
راکشش سمندر کے تہ میں سے حاصل شدہ امرت حاصل کرنے کیلئے
لڑنا شروع کر دیا۔ دھن ونتری جو دیوتاؤں کے وید تھے ان کے ہاتھ میں یہ
امرت کا گھڑا یا کمبھ تھا وہ اس کمبھ کو راکششوں سے بچانے کیلئے اپنی دوڑ
دھوپ شروع کی تو اس امرت کی کچھ مقدار موجودہ مقامات۔ ناسک (مہاراشٹرا)
اُجین (مدھیہ پردیش)، پریاگ راج (الہ آباد) اتر پردیش اور ہردوار (اتر پردیش)
پر گر گئی اور اسی یاد میں کمبھ کا میلہ ہر ۴ سال میں مقرر ہوتا ہے لیکن کسی
ایک جگہ پر ہر بارہ سال بعد کمبھ میلا ہوتا ہے۔ سب سے اہم ترین مقام پریاگ
راج مانا گیا ہے۔

مقننہ یا قانون سازی کی ذمہ داری روحانی رہنماؤں کی تھی جو استقامیہ سے
بلند تھی اس طرح کمبھ میلے کا قانونی پہلو بھی ہے۔ زمانے قدیم کے رجواڑے
اور راجہ بھی اس کمبھ میلے میں شرکت کرتے تھے جہاں سادھو اور مذہبی رہنما
مختلف اندازِ فکر کے رہنمائی کے لیے۔ اس بڑے اجتماع میں سماجی اور
مذہبی ہر دو اعتبار سے پیدا شدہ مسائل کے حل کیلئے نئے قوانین بنانے
اور ان کا اعلان کرنے اعلان سے پہلے گزشتہ ۱۲ سال کے حالات کا جائزہ
لیا جاتا اور اس روشنی میں نئے راستے اور لائحہ عمل مقرر ہوتا اور ایسا
کرنے سے پہلے ہر امور پر بحث و مباحثہ ہوتا۔ بحث و مباحثے میں
صرف رشی منی یا سادھو اور عالم اور اسکالرس ہی حصہ لیتے تھے۔
یہ ایک لحاظ سے ایوان بالا تھا۔ وہ قانون داں ووٹ حاصل کرنے
کے لئے جلد بازی میں قوانین نہ ترتیب دیتے اور نہ فوراً انہیں کالعدم کرتے

سکھ عیسائی یہودی
تہوار

★

★

گرو نانک جینتی

از : ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب

گرو نانک دیو جی کی ولادت ایسے دور میں ہوئی جب ہندوستان ایک بھیانک سماجی سیاسی اور روحانی بحران سے گذر رہا تھا انہوں نے جدید روحانی خیالات کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے ذہنی بحران سے ہندوستانیوں کو نجات دلائی اور سرزمین ہند پر فرشتہ رحمت بن کر نمودار ہوگئے۔ انہوں نے حکمرانوں کی خودغرضانہ حکمرانی فرسودہ سماجی رسم و رواج مصنوعی طرز زندگی، ذات پات کے تفرقہ اور سماجی اونچ نیچ کی چکی میں پس رہے۔ غربت عوام کو نجات دلانے کے لئے خدا پرستی بے لوث خدمت خلق انسانیت مساوات اور کردار سازی کی ترغیب دی گرونانک دیو جی نے اپنے نئے روحانی خیالات اور وحدانیت کی تبلیغ سے دنیا کے نظریہ پر زبردست وار کیا۔ نامرادی و مایوسی کے اندھیروں کو ہندوستانیوں کے ذہن و دل سے دور کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ مذہبی خوشبوئیں لئے ہوئے جدید نظریہ حیات سے پاکھنڈ کی جڑیں ہلا کر رکھ دیں۔

کننگھم کا خیال ہے کہ انہوں نے خداشناسی خدا پرستی اور کردار سازی کی تعلیم دے کر فرسودہ رسم و رواج اور فرقہ واریت کی زنجیروں کو توڑنے والے عوام کا ایک گروہ تیار کیا۔ اسے حکمرانی کا صحیح راستہ دکھا کر خدا پرستی کے ساتھ

دنیاوی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کی تعلیم دی۔ مشقت سے کمائی کی گئی دولت کو بانٹ کر کھانے کا سبق دیا۔ گرہست جیون کو اولیت عطا کی۔ مجہولیت کی لعنت سے نجات دلائی اپنے عہد کے دوسرے ہندوستانی سنتوں کے برخلاف حصول خدا کے لیے دُنیا کو کارگاہ عمل قرار دیا۔ ترک دنیا اور پہاڑوں کی گپھاؤں میں سمادھی لگانے والوں کی خدمت کی دنیا میں رہ کر کیچڑ میں کنول کی طرح کھلے رہنے پر زور دیا۔

انہوں نے ایک بار اپنے عزیز شاگرد رباب نواز مردانہ سے کہا تھا کہ ضرورت سے زائد اشیا کی ذخیرہ اندوزی باعث تکلیف ہوتی ہے۔ تازی روٹی جسے میسّر ہو اسے باسی ٹکڑوں کے جمع کرنے سے صرف بیماری ہی ہاتھ آتی ہے۔ ان کے خیال کے مطابق ضرورت سے زیادہ چیزوں کی ذخیرہ اندوزی سے دوسروں میں حسد پیدا ہوتا ہے۔ یا پھر وہ چرالی جاتی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ صاحبان ثروت کا دل ہمیشہ غیر مطمئن اور آزردہ رہتا ہے۔ گرونانک عہد وسطیٰ کے ہندوستان کی ایک تاریخ ساز شخصیت تھے جس نے ہندوستان چند صدی قبل قائم ہونے والے مسلم دورِ حکومت کے بعد اپنے عہد میں بابر کے ذریعہ مغلیہ سلطنت کی بنا پڑتے ہوئے دیکھی اور اپنی روحانیت کی بنیاد عملی زندگی پر رکھی۔ انہوں نے دُنیا کے سامنے ایک زبردست مصلح اور انسانیت دوست ہونے کی مثال پیش کی یہی نہیں اس طرح انہوں نے ہندوستانی قومیت کی تعمیر کے لیے جدید راہیں بھی ہموار کیں۔ گرونانک کی تعلیمات تمام عالم انسانیت کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ وہ غلامی اور ذات پات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے لوگوں کو انسان نوازی اور بھائی چارہ کا پیغام دیتے ہیں۔

امتیاز نہیں برتتے تھے۔ گروجی اپنے اس قول کی صحیح تصویر تھے۔

مانس کی ایکے جات سمجھے ہی پہنچانبو

گرو گوبند سنگھ جی مسلمانوں سے کتنی محبت کرتے تھے اور مسلمان ان پر کس قدر جاں چھڑکتے تھے وہ اس حقیقت سے ظاہر ہے کہ ظلم کے خلاف اور حق و صداقت کے لیئے گروجی کے ساتھ نعرۂ حق بلند کر کے تلوار اُٹھانے والوں میں پیر بدھ شاہ حضرت رحمت اللہ ولی بھی شامل تھے۔ یہ مسلمان بزرگ اپنے چار بیٹوں اور ۷ سو مریدوں کے ساتھ گروجی کی طرف سے میدان جنگ میں کود پڑے اور آخر تک گروجی کا ساتھ دیا اور اگر یہ جنگ مذہبی بنیاد پر کسی ہندو یا مسلمان کے ساتھ ہوتی تو حضرت پیر بدھ شاہ کبھی گرو گوبند سنگھ کا ساتھ نہیں دیتے لیکن یہ جنگ ظلم اور استحصال کے خلاف تھی اور اس نیکی اور بدی کی جنگ میں ہر نیک آدمی گروجی کے ساتھ تھا۔

جس طرح اُجالے کے آگے اندھیرا ایک پل نہیں ٹھہر سکتا اسی طرح سچائی اور دھرم کے سامنے بدی اور ظلم بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ اس جنگ میں جیت گروجی کی ہوئی۔ گرو گوبند سنگھ جی توحید کے بہت بڑے علمبردار تھے۔ وہ ایک خدا کو مانتے تھے اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے کہ وہ ایک خدا کو مانیں

ایک دن لوگوں نے گروجی سے پوچھا کہ آپ کا گرو کون ہے تو آپ نے فرمایا ؎

آوانت ایکے اوتار + سوئی گرو سمجھیو ہمار۔ یعنی وہ ذات جو ازل سے ابد تک دنیا کا پالن ہار ہے، جو سب کا رازق اور سب کا خالق ہے اور جس سے ساری دُنیا میں نور ہے وہی میرا گرو ہے۔ میں اسی کو مانتا ہوں، گروجی نے اپنے توحید کے اس عقیدے کو اس دوہے میں بھی ادا کیا ہے ؎ نمسکار تس ہی کو ہماری + سکل پرجا جن آپ سنواری۔

کماری وی یم ولاسنی
(سکندرآباد)

کرسمس ایو EVE

شام کرسمس

۲۴ ڈسمبر کو غروب سورج کے ساتھ ہی عیسائی طبقہ میں جوش وجذبہ کا آغاز ہوتا ہے۔ چھوٹے بڑے مرد عورت سب کے سب کرسمس کی عید کی تیاریوں میں مشغول و منہمک ہوجاتے ہیں۔ خوش وضع لباسوں میں ملبوس ایک خصوصی گلدستہ تیار کیا جاتا ہے۔ جس کو ہلی بور HELLEBORE کہتے ہیں یہ درحقیقت موسم سرما میں کھلنے والے سفید رنگ کے پھول کی ایک خاص قسم ہوتی ہے جس کی خوشبو کی مہک فضا کو خوب معطر کر دیتی ہے۔ بیت اللحم میں حضرت عیسیٰ مسیح کی یاد میں اس سے کرسمس ٹری تیار کرتے ہیں، جس میں مرد عورت برابر کا حصہ ادا کرتے ہیں اور اس کی تیاری میں عیسائی لوگ شام کرسمس کے ساتھ ہی رات تمام شب بیداری کرتے ہیں۔ گرجاگھروں میں خصوصی دعائیں و اجتماعات ہوتے ہیں اور سب کے سب والہانہ طور پر ایک دوسرے سے محبت و ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور غریب غرباء کا خاص طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ انھیں انعام و اکرام تحفوں سے خوش کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ عورتوں اور نوجوان لڑکیاں خصوصی طور پر ضیافت کا انتظام کرتے ایکدوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔

شری عین دت

پورم

یہ تہوار بھی تاریخی فتح سے وابستہ ہے۔ پورم کا اہتمام دشمن پر جیت حاصل ہونے کی خوشی میں کیا جاتا ہے۔ پورم کے معنی قرعہ اندازی کے ہیں۔ حمّان نے یہودیوں کے قتل کا دن چھٹی ڈال کر طے کیا تھا۔ مگر یہ دن اس کی موت کا دن ثابت ہوا۔

★

شری عین دت

یہودیوں کی عبادت کا دن ہے۔ اس دن روزہ رکھا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہودیوں کو اس روز سخت ترین حادثات سے گزرنا پڑا تھا۔ یہ دن قومی روزہ کا دن بھی ہوتا ہے۔

شری عین دت

سکوتھ

ہبرو (عبرانی) میں سکوتھ بے چھت گھر کو کہتے ہیں اس کو جسم کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

ببلیکل زمانے میں (قبل مسیح) میں یہودیوں مصریوں کے ظلم و ستم سے بچنے کیلئے خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ کبھی پکا مکان یا مستقل رہائش کا انتظام نہیں کیا۔ مصریوں کی غلامی سے نجات پانے کے بعد انہیں سکون میسر آیا اور پکی چھتوں میں آباد ہونے لگے۔ غلامی کی سختیاں اور آزادی کی کھلی سانس میں تمیز باقی رہے اس لئے اللہ نے یہودیوں کو ہدایت دی کہ وہ سال میں ایک بار "سکا" (گھاس پھوس کا جھونپڑا) بنا کر رہیں۔ تاکہ وہ آزادی کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔ اس روز بنی اسرائیل عبادت گاہوں میں جاتے ہیں، خدا کا شکر ادا کرتے ہیں، یوم سکوتھ پر یروشلم میں جلوس نکالے جاتے ہیں۔

شری عین دت

ہانوکا

یہ تہوار آٹھ دنوں تک چلتا ہے۔ ان دنوں یہودی اپنے گھروں میں موم بتیاں جلاتے ہیں۔ اپنی کامیابی و کامرانی کا جشن مناتے ہیں۔ یہ تہوار ایک تاریخی فتح سے وابستہ ہے جو بنی اسرائیل کو ۱۶۵ ق۔م میں حاصل ہوئی تھی یہ فتح میکابیس کو آتوکس نامی ظالم بادشاہ پر حاصل ہوئی تھی۔ ان دنوں یہودیوں میکابیس کی فتح کی کہانی سنتے ہیں خدا کا شکر ادا کرتے ہیں، اس کا شکر بجا لاتے ہیں۔

★

یہودیوں کے تہوار

شری عین دت

روش ہشانہ

یہ یہودیوں کا نیا سال ہے۔ آج کے دن سے کیلنڈر کا آغاز ہوا ہے۔
اس تہوار کو منانے کی کئی وجوہات ہیں۔ ان میں دو ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔
(۱) بنی اسرائیل (یہودیوں) کے عقیدے کے مطابق آج کے دِن
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا حِساب کرتا ہے۔
(۲) کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی قربانی آج کے دن قبول ہوئی تھی
یہ انتہائی خوشی کا تہوار ہے کثرت سے عبادت گاہ جاتے ہیں اور توریت
پڑھتے ہیں۔

★

شری عین دت

یوم کپور

خوشی کا دن ہے، عقائد کے مُطابق رب العزت انصاف کرتا
ہے۔ گناہوں کی معافی دیتا ہے اس لئے اسے یوم تلافی بھی کہا جاتا ہے۔
یہودی اس روز پہلے گرم پھر ٹھنڈے پانی سے نہاتے ہیں۔ کہیں کہیں صرف
ٹھنڈے پانی سے نہانے کا رواج ہے۔ غسل کرنے کے بعد یہ لوگ سفید کپڑے
پہنتے ہیں۔ عبادت گاہ جاتے ہیں۔ توریت کی قرأت کی جاتی ہے۔ آج کے
دِن روزہ رکھا جاتا ہے۔

★

بشپ جان میجر

کرسمس

کرسمس ساری دُنیا میں ایک بین الاقوامی تہوار ہے۔ ۲۴ دسمبر اور ۲۵ دسمبر کی درمیانی شب سے کرسمس کے جشن کا آغاز ہو جاتا ہے۔ کرسمس دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا جشن ہے۔ بیت المقدس سے قریب بیت اللحم کے ایک پہاڑی غار میں ان کی ولادت ہوئی تھی۔ حضرت مریم ان کی والدہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی ولادت ایک ہزار نو سو بیانوے سال قبل ہوئی۔ بنی نوع انسان اخوت کی تعلیمات آج بھی اتنی ہی اہمیت رکھتی ہیں۔ کرسمس کا تہوار اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی مسرت کا بین الاقوامی تہوار ہے۔ کرسمس کے موقع پر ایک دوسرے سے یگانگت اور مواسبدت کے اظہار کے لیے کرسمس کارڈ ارسال کرنا ایک عام معمول بن گیا ہے۔ اس طرح لوگ ایک دوسرے کیلئے آئندہ سال صحت مندی اور خوشحالی کی تمناؤں کا مخلصانہ اظہار کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انسانی اخوت اور امن کا پیام آفاقی نوعیت کا ہے اور یہ رنگ نسل قوم اور علاقے کی حدود اور قیود سے بالا تر ہے۔ ان کا پیام ساری انسانیت کے لیے ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کے پیرو کو نے دنیا میں بڑی بڑی ظالم شہنشاہیتوں کا تختہ الٹ دیا تھا اور وہ دنیا کی مظلوم اور پسماندہ اقوام کی نجات کا ذریعہ بن گئے تھے۔

آبادی میں آج بھی عیسائی اکثریت میں ہیں۔ اگرچہ کہ وہ دنیا کے کئی ملکوں میں اقلیت بھی ہیں۔ برطانیہ امریکہ اور یوروپی ملکوں کے علاوہ ایشیا میں عیسائیوں کی اکثریت آباد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا سب سے پہلا جشن بیت المقدس (یروشلم) میں (قبل مسیح) چوتھی صدی کے دوسرے ربع میں ۲۵ دسمبر کو منایا گیا تھا۔ اس کے بعد ساری دُنیا میں ہر سال ۲۵ دسمبر کو ہی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا جشن منایا جاتا ہے۔ لیکن مصر کے عیسائی ۶ر جنوری یا ۱۰ر جنوری کو یہ یوم ولادت مناتے ہیں۔ ساری دنیا کے عیسائی ۲۵ر دسمبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا اور ۶ر جنوری کو ان کے بپتسمہ کا دن مناتے ہیں لیکن مصری چرچ کا موقف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۶ر جنوری کو پیدا ہوئے تھے اور ان کا بپتسمہ ۱۰ر جنوری کو ہوا تھا۔ لیکن مغربی اور مشرقی ملکوں کے دیگر تمام چرچس اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا یوم ولادت ۲۵ر دسمبر ہی ہے اور ساری دنیا میں عیسائی ہر سال ۲۵ر دسمبر کو ہی ہے اور ساری دنیا میں عیسائی ہر سال ۲۵ر دسمبر کو ہی کرسمس جشن مناتے ہیں۔

بیت المقدس (یروشلم) اسی لئے عیسائیوں کے لئے بھی مقدس شہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت جودیا کی پہاڑیوں کے ایک غار میں ہوئی تھی۔ جس پہاڑی غار میں ان کی ولادت ہوئی تھی اسے بیت اللحم کہا جاتا ہے یہ پورا علاقہ انتہائی مقدس سمجھا جاتا ہے۔ کرسمس کے موقع پر ساری دنیا کے عیسائی اور عیسائی پادری اس مقام کی زیارت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور یہاں ہونے والے دعائیہ اجتماع کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن عیسائیوں کا رومن کیتھولک فرقہ اکثریت میں ہے اور اس فرقہ کا صدر مستقر اٹلی کے دارالحکومت روم کے قریب ویٹیکن کا ایک علاقہ ہے۔ ویٹیکن میں پوپ کی حکمرانی ہے اور ساری دنیا کے رومن کیتھولک پوپ کے تابع فرمان ہیں۔ کرسمس کے موقع پر پوپ کے دعائیہ اجتماع سے خطاب کو ساری دنیا میں اہمیت دی جاتی ہے۔ کیونکہ اس خطاب سے وہ نہ صرف دنیا بھر کے عیسائیوں کو بلکہ ساری دنیا کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر مبنی ایک خصوصی پیام دیتے ہیں۔ کرسچینس کے دیگر اہم فرقے پروٹسٹانٹ اور میتھوڈسٹ ہیں لیکن یہ اور دیگر تمام کرسچینس فرقے ۲۵ر دسمبر کی درمیانی شب دعائیہ اجتماعات

کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی جس عہد میں ولادت ہوئی وہ عہد رومن شہنشاہوں کی حکمرانی کا تھا۔ ان کی سلطنت بازنطینی سلطنت کہلاتی تھی یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا نبی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ان کے خلاف سیاسی اور مذہبی دونوں نوعیت کی سازشیں کیں۔ تاریخی روایات کے بموجب حضرت عیسیٰ کے ایک پیرو جوڈاس نے حضرت عیسیٰ سے غداری کی اور رومی حکمرانوں کے گورنر کے دربار میں حضرت عیسیٰ پر مقدمہ چلایا گیا اور پھر انہیں سزا موت دی گئی۔ اس سزا کی تعمیل کے لیے روایات کے بموجب انہیں صلیب پر چڑھایا گیا لیکن عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کے مبینہ طور پر مصلوب ہونے کے بعد بھی حضرت عیسیٰ کی تعلیمات پر عمل ترک نہیں کیا اور اس خاطر وہ صدیوں تک مسلسل مظالم اور تشدد کا شکار رہے اور عیسائیت کی تبلیغ کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دیں بالاخر ایک مرحلہ ایسا آیا کہ انہیں مظالم کا شکار بنانے والے شاہی حکمرانوں اور ان کی سلطنتوں کا خاتمہ ہوتا گیا اور عیسائیت دنیا میں پھیلتی گئی اس وقت ساری دنیا کی آبادی میں عیسائی اکثریت میں ہیں اور ۲۴، ۲۵ ڈسمبر کی درمیانی شب ان کے لیے بڑی مسرت اور شادمانی کے لمحات ہیں۔ کرسمس ایک لحاظ سے دنیا بھر کے عیسائیوں کیلئے حضرت عیسیٰ سے اُن کی وابستگی کے عہد کی تجدید کا بھی تہوار ہے۔

شری عیسن دت

قدیم زمانہ یونان میں یہ تہوار ایسٹر کے نام سے منسوب تھا یہ تہوار ۲۲ مارچ سے ۲۵ اپریل تک چودھویں کی چاند رات کے بعد آنے والے پہلے اتوار کو منایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ جس دن عیسیٰ کو صلیب پر چڑھا دیا گیا تھا اس سے ٹھیک دو دن بعد یعنی اتوار کے روز حضرت عیسیٰ مسیح قبرستان سے زندہ ہو کر اپنے ماننے والوں کے سامنے آئے اور ان سے مخاطب ہوئے قیاس کیا جاتا ہے کہ مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کی خوشی میں سے تہوار منایا جاتا ہے۔ (بشکریہ قومی راج)

کماری ڈی ایم ولاسنی ۔ (سکندرآباد)

کرسمس کے دوسرے روز ۲۶ ڈسمبر کو باکسنگ ڈے مناتے ہیں. عیسائی مرد و خواتین علیحدہ علیحدہ گروہی شکل میں ایک دوسرے سے باکسنگ کرتے ہیں اور یہ عقیدہ ہے کہ باکسنگ کی وجہ سے آپسی خصومت اور دشمنی کا ازالہ ہوجاتا ہے۔ یہ منظر رقص و سرور کے ساتھ باکسنگ کرنے والے لوگوں کا دلفریب منظر پیش کرتا ہے.
اس روز نوکر چاکر پوسٹ مین اور دوسرے ضرورت مندوں و غریبوں کو تحفے دیتے ہیں اور عیسائی لوگ آپس میں بھی کرسمس تحفے دے کر ایک دوسرے کی ضیافت کرتے ہیں گرجا گھروں میں دعائیں و عبادات ہوتی ہیں. دوست احباب اور رشتہ داروں کی خوب تواضع ہوتی ہے۔ جو بھی مبارکباد پیش کرتا ہے اسکو تحفے دے کر اسکا دل موہ لیتے ہیں. اس طرح جوش و خروش، مبارکبادیوں کیساتھ باکسنگ ڈے کا تہوار اختتام کو پہنچتا ہے اور گڈ فرائی ڈے تک معمول ازادہر تحفے تحائف کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

★

گڈ فرائی ڈے

شریمتی وینی تھامس (سکندر آباد)

آج ہمارے ملک میں عیسائی برادری گڈ فرائی ڈے منا رہی ہے۔ دُنیا میں ہر جگہ تعزیت ہے۔ ہر لمحے گناہ انسان سے سرزد ہوتا رہتا ہے۔ ہر سکنڈ پر دُنیا میں کہیں نہ کہیں چوری، ڈکیتی، قتل، عصمت ریزی، اغواء، دھوکہ دہی کا واقعہ ہوتا رہتا ہے۔

عیسائیت کا گناہ کے بارے میں یہ تصور ہے کہ عیسیٰ نے مصلوب ہو کر تمام اگلے پچھلے انسانوں کے گناہوں کا کفارا ادا کر دیا ہے۔ روایات کے بموجب ماہ اپریل میں ایک جمعہ کے دن عیسیٰؑ نے رات کے آخری پہر میں حواریوں کے ساتھ کھانا تناول کیا اور پھر خاموشی کے ساتھ زیتون کے باغ سے باہر نکل گئے، لیکن ایک غیر وفادار حواری جس کا نام جوڈاس اسکاریٹ تھا۔ میں نے چاندی کی (۳۰) اشرفیوں کی خاطر غداری کی اور عیسیٰ کو گرفتار کروا دیا۔

تاریخی روایات کے بموجب عیسیٰؑ کی تبلیغ اور معجزات سے نہ صرف یروشلم میں ہیکل سلیمانی کے بڑے بڑے پجاری بلکہ رومی حکمران بھی خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ ہیکل سلیمانی کا بڑا پجاری سان ہیڈرین تھا۔ عیسیٰ کو گرفتاری کے بعد اس بڑے پجاری کے روبرو پیش کیا گیا۔ جہاں عیسیٰ کے دعوائے نبوت اور معجزات کے بارے میں سوال جواب کے بعد بڑے پجاری نے ان کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔ قتل کا حکم جاری کرنے کا جواز یہ بتایا کہ معجزے بتانے والے اس شخص کو اگر آزاد چھوڑ دیا گیا تو

رومی افواج یروشلم پر یلغار کر دیں گی۔ اور اس شہر میں بسنے والی نسل کو نیست و نابود کر دیں گی۔

یروشلم میں اس وقت یہودی آبادی تھے اور ہیکل سلیمانی ان کا بڑا اور اہم معبد تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کو وہ ان کے دین سے منحرف قرار دیتے تھے اور ہیکل سلیمانی کے یہودی پجاری ان کے درپے آزار رہا کرتے تھے۔ بالآخر ان کی روایات کے بموجب انہوں نے عیسیٰؑ کو صلیب پر چڑھا دیا۔ یہ دن جمعہ کا تھا۔ کرسچین اس دن کو اچھا متبرک اس لئے قرار دیتے ہیں کہ ان کے عقیدے کے بموجب حضرت عیسیٰؑ نے مصلوب ہو کر پوری انسانی مخلوق کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔ کرسچین کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ صلیب پر دو دن تک لٹکے رہنے کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے نئے زندگی حاصل کی۔

گڈ فرائی ڈے کے بعد ایسٹر کا تہوار منایا جاتا ہے۔ کرائیسٹ (عیسیٰؑ) کی نئی زندگی پانے کا جشن بھی ہے۔

پہلی اپریل کا تہوار

مجسّم ظرافت شری نریندر لوتھر صاحب

ہندوستان تہواروں کا ملک ہے۔ یہاں پر روز کہیں نہ کہیں کوئی تہوار ہوتا ہے آزادی کے بعد ہماری قومی حکومت کو جن بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑا ان میں تہواروں کا مسئلہ بھی تھا ہر تہوار کے منانے والے اس دن چھٹی چاہتے تھے۔ کل جمع کی گئی تو دیکھا گیا کہ اگر ہر تہوار پر چھٹی دی جائے تو ایک سال کی مدت کافی نہ ہوگی۔ کچھ دن اور اسپورٹ کر کے سال کو لمبا کرنے پڑے گا تاکہ سب تہواروں کی چھٹیاں دی جاسکیں۔ ایک تجویز یہ بھی رکھی گئی کہ بدیشی سال کے بجائے اپنا ایک دیسی سال شروع کیا جائے جس میں سب چھٹیاں سما جائیں۔ لیکن ناپنے پر وہ بھی چھوٹا نکلا۔ آخر بادل نخواستہ سرکار کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ صرف چند تہواروں کی چھٹیاں ہی دی جائیں۔

تہوار کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ہر فرقہ کا، ہر مذہب کا، ہر خطے کا، ہر موسم کا ہر زبان کا تہوار ہوتا ہے۔ اگر ہم اس بحث میں پڑ گئے کہ تہوار کیسے کیوں اور کب شروع ہوئے تو ہماری باقی ماندہ زندگی اسی میں گذر جائے گی۔ اور کام پھر بھی ختم نہ ہوگا۔ ہاں ایک بار ہم نے یہ معلوم کرنے کا بیڑا اٹھانے کا ارادہ کیا تھا۔ جب ہم نے تمام تہواروں کا سرسری طور پر جائزہ لیا تو ہمیں ایک تہوار ایسا نظر آیا جس کا تعلق نہ کسی خطے سے نہ کسی فرقے سے نہ کسی موسم سے نہ کسی زبان سے ہے۔

وہ بے چارہ اکیلا ایک طرف کھڑا تھا اُس کے منہ پر معصومیت کی چھاپ تھی۔

پہلی ہی نظر میں وہ ہمیں بڑا بھایا۔ لیکن ہم نے اپنے جذبے کو چھپاتے ہوئے قدرے سنجیدگی سے اُسے اپنی طرف بلایا اور پوچھا۔

کیوں میاں تم کون ہو؟

مجھے یکم اپریل کہتے ہیں۔

کہاں سے آئے ہو؟

یورپ سے آیا ہوں۔

یہ سُن کر ہم بہت مرعوب ہو گئے کیونکہ ہم ہندوستانی اہلِ یورپ سے بہت مرعوب ہو جاتے ہیں ہم اُٹھ کر اُسے اپنی کرسی پیش کرنے ہی والے تھے کہ کسی نے ہمارا کندھا ہلا کر کہا۔ یہ بھی کیا بات ہے۔ اگر یورپین ہے تو کیا ہوا اب تو تم یورپ کے غلام ہیں۔ آزاد ملک کے باشندے ہو۔ یہ غیبی آواز سُن کر ہمیں گویا خود اعتمادی کا انجکشن لگا۔ ہم نے پورا سانس لے کر اپنا سینہ تانا اور پھر گویا ہوئے۔

یورپین ہوئے تو کیا؛ یہاں کب آئے تھے؟

انگریزوں کے ساتھ ہی آیا تھا۔

یہ انگریزوں کا نام سُنا تو پھر ایک بار ہماری سانس پھول گئی۔ یہ ہمارے سابق آقاؤں کے ساتھ آیا تھا۔ اس کی عزت کرنی چاہیے۔ قدرو منزلت کرنی چاہیے لیکن اس کم بخت غیبی آواز نے پھر منع کیا گھبراؤ مت، سوال جاری رکھو اپنے کام سے گریز مت کرو۔

"ویری گڈ" ہمارے مُنہ سے بغیر ہماری اجازت کے نکل گیا۔ یہ ہم نے انگریزوں سے ہی سیکھا تھا جب کوئی اور بات نہ سوجھے یا سانس لینے کی ضرورت ہو تو "ویل" یا "ویری گڈ" یا "آئی سی" کہہ دو۔ اس سے سوچنے کی مہلت بھی

مل جاتی ہے۔ واقعی ان دو لفظوں کو کہتے کہتے ایک اور سوال ہمارے ذہن میں آ گیا۔

"تو پھر تم انگریزوں کے ساتھ ہی یہاں سے چلے کیوں نہیں گئے"

اب اس کی معصومیت انار کلی کی اس تاریخی معصومیت کے مماثل تھی جب اس نے اپنے حسن کا فائدہ اٹھا کر اپنے ہاتھ سے شہزادہ سلیم کا بچا ہوا کبوتر بھی اڑا دیا تھا۔

"آپ لوگوں نے جانے ہی نہیں دیا"

اوہ۔" ہمارے منہ سے بھی عین وہی لفظ نکلا جو شہزادہ سلیم کے ہونٹوں سے انار کلی کا جواب سن کر نکلا تھا۔

ہم نے اکثر یہ نوٹ کیا ہے کہ عام گفتگو میں ہم بارہا وہی الفاظ استعمال کرتے ہیں جو ہم سے پہلے دنیا کے مختلف بادشاہ استعمال کر چکے ہیں۔ نہ جانے یہ کیا شگون ہے لیکن ہم کم از کم یہ امید کرتے ہیں کہ کوئی برا شگون نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نے اپنے ہوش سنبھالے اور پھر سر ہلاتے ہوئے بزرگانہ لہجہ میں کہا" اچھا تو اب تم بھی ہندوستانی تہوار بن چکے ہو"۔

"جی — سو فیصدی"

اور پھر قدرے تامل کے ساتھ اس نے کہا۔

"جی میں اس لیے حاضر ہوا تھا کہ آپ کو ایسٹر اور بیساکھی نے یاد کیا ہے۔ وہ دوسرے ہال میں کھڑے ہیں۔ ایسٹر کا نام سنا تو پیسٹریوں اور کیک کے خیال سے ہمارے منہ میں پانی آ گیا۔ بیساکھی کے تصور سے الہڑ حسیناؤں کے ساتھ بھنگڑہ ناچ کے نظارے آنکھوں کے سامنے تازہ ہو گئے۔

اس خبر کے لیے ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا اور دوسرے ہال کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو وہ بالکل خالی تھا۔ اگلے ہال میں گئے تو وہ بھی خالی تھا۔

اگلے ہال میں گئے تو وہ بھی خالی تھا۔ صرف ایک شخص کھڑا تھا جو شکل سے
کافی بے وقوف لگتا تھا۔ وہ ہمیں دیکھ کر مسکرایا اور بولا آپ کو بھی اُس
مسخرے نے اُلو بنایا ہے؟

"کیا مطلب؟" ہم نے قدرے غصّے کے ساتھ پوچھا۔

"جی آپ بھی کیا ایسٹر اور بیساکھی کو ملنے آئے ہیں؟"

ہمیں اعتراف کرنا پڑا کہ ہم انھیں کے متلاشی ہیں۔

"آپ بھول گئے کہ ایسٹر کے آنے میں ابھی سات دن اور ہیں اور بیساکھی
کو پندرہ دن۔

"ارے ہاں"

ہم اپنا سا مُنہ لے کر پہلے ہال کی طرف واپس ہوئے۔ وہاں ہم اپنا غصّہ
اُتارنے ہی والے تھے کہ وہ بھولا چہرہ جس نے ہمیں ایسٹر اور بیساکھی کو ملنے
بھیجا تھا۔ تمسخر کے ماسک میں بدل گیا۔ اُس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"کہیئے جناب کیسی رہی۔ بن گئے نہ اپریل کا فول"؟

یہی پہلی اپریل کی خوبی ہے۔ معصوم مذاق کوئی بے ہودگی نہیں کوئی
دل دکھاوا نہیں۔ کوئی کیچڑ اُچھالنا کوئی گوبر پوتنا نہیں۔ جیسے جھوٹوں میں
سفید جھوٹ ویسے مذاقوں میں سفید مذاق۔ اپریل کا مذاق۔ اِس میں کسی
مذہب کا تعصب نہیں کسی علاقہ پرستگی کا عنصر نہیں کسی لسانی تفریق کی
جھلک نہیں۔ یہ ایک تہوار ہے جو واقعی بلا لحاظ مذہب و ملت ہندوستان کا
سو فیصدی ہندوستانی تہوار بن گیا ہے۔ اسے کشمیر سے کنیا کماری اور پوربندر
سے منی پور تک سب ہندوستانی مل جل کر خوشی مناتے ہیں۔ یہ
انسانیت کا تہوار ہے۔

آ ایسے ہلکے پھلکے مذاق سے انسان جھینپ ضرور جاتا ہے۔ لیکن غصہ نہیں کرتا۔
ہم جو اپنے آپ کو تیس مار خاں سمجھتے تھے اپنی بوکھلاہٹ کو دیکھ کر ہنس دیئے
ہم نے بڑھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔ اُس نے ہمیں گلے سے لگا کر وداع لی۔
"ابھی مجھے اور بہت سے لوگوں کو اُلو بنانا ہے"۔

ہم نے ایک بار اپنی طالب علمی کے زمانے میں سارے کالج اپریل فول بنایا تھا۔ ہم کالج کی کلچرل سوسائٹی کے سیکریٹری تھے۔ اُس کی طرف سے ہم نے اعلان کیا کہ ۲۵ مارچ کو ایسے سینیا کا سفیر ایک لیکچر کے لیے کالج آئے گا اس چھوٹے سے شہر کے کالج کے لیئے ایک سفیر کی آمد ایک بہت بڑی بات تھی۔ مقررہ تاریخ سے تین دن پہلے ایک اور اعلان کر دیا گیا کہ چند ناگزیر وجوہات کی بناء پر جلسہ ایک ہفتہ کے لیے ملتوی کر دیا گیا ہے۔ اب وہ پورے ایک ہفتہ بعد یکم اپریل کو منعقد ہوگا۔ ہم نے پرنسپل سے خواہش کی کہ وہ جلسہ کے صدر ہوں۔ اُس زمانے میں ابھی مہمان خصوصی نام کی کوئی جائیداد نہیں نکالی گئی تھی۔ شہر کے کئی معززین نے بھی جلسے میں آنے کی خواہش کا اظہار کیا اور ہم نے چند دعوت نامے بھی خاص طور پر چھپوا کر اُن کو بھجوا دیئے۔ اُس دن کے اخبار میں "آج کے پروگرام" کے کالم میں اس جلسے کے انعقاد کی خبر بھی دی گئی۔ شام کو ہم نے ایئر فورس کے دو افسروں کو موٹر سائیکل پر آنے کے لئے کہا ہوا تھا جب وہ پہنچے تو مائیک پر اعلان کیا گیا کہ سفیر کے ایسکورٹ آفیسر آگئے ہیں اور سفیر بھی بس آرہے ہیں۔ سفیر کے لئے ہم نے ایک امیر طالب علم سے موٹر بھی مانگ لی تھی جو اُس نے بخوشی اس شرط پر دی تھی کہ اُسے بطور خاص سفیر سے متعارف کروایا جائے گا۔ اُس نے اس موقع کے لئے ایک فوٹو گرافر کا انتظام بھی کر رکھا تھا سفیر کے رول کے لئے ہم نے ایک لمبا تڑنگا طالب علم چنا اور اُسے حبشی

بنانے کے لئے اس کے چہرے بازوؤں اور بالخصوص ہاتھوں پر سیاہی مل دی۔
اُسے ایک پُرانا چوغا بھی پہنا دیا اس بھیس بدلی کے بعد وہ پکا حبشی لگنے لگا۔
جب ہمارا سفیر آیا تو پرنسپل نے اُس کا استقبال کیا ہم نے جلسے میں اُس کا تعارف
کروایا اور اُس نے ایک مزاحیہ قسم کی تقریر کی جس کے دوران کئی بار تالیاں
بھی بجائی گئیں آخر میں اُس نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے
اُلّو بننا گوارا کیا۔ اب حقیقت آشکار ہوئی خوب تالیاں بجیں، معززین
بہت جھینپے۔ ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ ایک مرحلہ پر ہمارے پرنسپل کو پتہ لگ
گیا تھا کہ یہ اپریل فول کا تماشہ ہے۔ لیکن اُس نے نہ تو کسی اور کو بتایا اور نہ
ہمیں ہی معلوم ہونے دیا کہ اُس کو اس کا علم تھا۔ اُس نے ہماری حوصلہ افزائی
کے لئے آخر تک ہمارا ساتھ دیا یہ تب پتہ چلا جب اُس نے اپنی شکریہ کی
تقریر میں سفیر سے یہ توقع ظاہر کی کہ وہ آنے والے امتحان کی تیاری کرنا
نہیں بھولے گا۔ ہم نے سارے کالج کا مذاق اُڑایا اور پرنسپل نے ہمارا۔

ہمارے ایک آشنا ہیں جو یکم اپریل کو بے شمار لوگوں کو اُلّو بناتے ہیں
اور پھر اُس رات کو وہ ان سب لوگوں کو کھانے پر بلاتے ہیں ایک بار اُن کے
اُلّو بنائے ہوئے لوگوں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے انھیں مزا چکھانے کا
فیصلہ کیا جب ڈنر پارٹی اپنے جوبن پر تھی تو وہاں سول سپلائی محکمہ کے
انسپکٹر آن دھمکے کہنے لگے یہاں گیسٹ کنٹرول آرڈر کی خلاف ورزی ہو رہی
ہے۔ لہذا آپ کو گرفتار کیا جاتا ہے۔ اب وہ میزبان اِدھر اُدھر بھاگ رہے ہیں۔
کچھ مہمانوں کو باتھ روم میں کچھ کو کچن میں چھپنے کیلئے کہہ رہا ہے اور پھر بار بار
انسپکٹروں سے اپیل کر رہا ہے کہ بھائی آپ اچھی طرح گن کے تو دیکھئے چالیس سے
زیادہ آدمی نہیں، لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ آخر جب معاملہ طول پکڑنے لگا تو

ایک انسپکٹر نے تمام راز افشا کر دیا۔ اور تب ہمارے میزبان کی جان میں جان آئی۔ اب اس نے مذاق کرنا چھوڑ دیا ہے اور یکم اپریل کو صرف ایک دعوت دیتا ہے۔

یکم اپریل کو لوگوں کو دعوت نامے ملتے ہیں، خط اور تاریں وصول ہوتے ہیں کہ آپکا تبادلہ ہو گیا۔ ترقی ہو گئی۔ شادی کی بات پکی ہو گئی فون پر اطلاع ملتی ہے کہ بڑے صاحب نے آپکو چائے پر بلایا ہے۔ آپ کی دیرینہ خواہش کی تکمیل کی خبر دی جاتی ہے۔ ہم سب کے اندر ایک بچہ چھپا رہتا ہے برسوں سے گھٹا گھٹا سا، بجھا بجھا سا رہتا ہے۔ ایک وہ بچہ اپنے چلبلے پن سے اپنی معصوم شرارتوں کے ساتھ باہر نکلتا ہے اور ہماری زندگی کو بدل دیتا ہے۔

یکم اپریل چھیڑ چھاڑ کا دن ہے۔ دل لگی کا دن ہے۔ خوش مذاقی کا دن ہے زندہ دلی کا دن ہے۔ ایک دوسرے کے تئیں خیر سگالی کا دن ہے۔ سال کے باقی دن ہم محض جیتے ہیں۔ آج کے دن ہم زندہ رہتے ہیں۔ زندگی کی بقا کیلئے آج کے دن سات خون معاف ہوتے ہیں گھٹن کا خون۔ بوریت کا خون، دل کی آزادی کا خون۔ نفرت کا خون یہ دن کب اور کہاں سے آیا ہے معلوم نہیں لیکن آج یہی ہماری قومی روایت کا جزو بن گیا ہے۔ افسوس صرف یہی ہے کہ یہ دن سال میں ایک بار ہی آتا ہے اگر سال میں دو تین یکم اپریل ہوتے تو ہماری قوم اور بھی زندہ دل ہوتی اور ہماری زندگی خوشتر۔ اصل میں اپریل کا قول وہی مارچ کا قول ہوتا ہے۔ صرف اس میں ایک مہینہ روز جمع ہوا ہوتا ہے۔ مارک ٹوین نے کہا تھا کہ یکم اپریل کا دن اس بات کی یاددہانی کرتا ہے کہ ہم سال کے باقی 364 دن بھی اصل میں وہی ہوتے ہیں۔

★

شری عین دت

شابواوتھ

شابو اوتھ اسرائیلی کیلنڈر کے مطابق سیوان ماہ کی چھٹی ساتویں تاریخ کو آتا ہے۔ دونوں کے اس تہوار کو بڑی دھوم سے منایا جاتا ہے۔ اس تہوار کو منانے میں تاریخی اور زراعتی وجوہات شامل ہیں۔

شری عین دت

پے شاہ

یہ بنی اسرائیل کا قدیم ترین تہوار ہے پے شاہ کا مطلب چھلانگ مارنے کے ہیں۔ انگریزی میں اسے پاس اوور کہا جاتا ہے۔ اس تہوار کا اہتمام آٹھ دنوں تک ہوتا ہے۔ اس سے بھی تاریخی واقعہ جڑا ہوا ہے۔ پے شاہ غلامی سے نجات پانے کی خوشی میں منایا جاتا ہے۔ اس تہوار کو اسرائیل میں قومی تہوار کا مرتبہ حاصل ہے۔

ضروری ہے اس طرح انہوں نے سنیاسی کو دیکھ کر سنیاس لینے کا ارادہ کر لیا۔
راہل چونکہ بیاہ کے تیرہ سال بعد پیدا ہوا تھا۔ یوں بھی انہیں اس سے بے حد
پیار تھا اور کامل سکون کی تلاش بھی بے چین کئے ہوئے تھی چنانچہ انہوں نے
فیصلہ کیا اگر ابھی میں نے سنیاس نہ لیا تو پھر موہ مایا کا جال مجھے قید کر لے گا۔
ان کے پتا نے سنیاس لینے کی اجازت نہ دی مگر بیوی نے ہاں کی۔ ایک رات
چپکے سے بدھ نے راہل کو جی بھر کر دیکھا۔ لیکن اس کی ماں کو جگایا نہیں کہ
کہیں یہ رکاوٹ نہ بن جائے۔ اپنے گھوڑے کنتھک پر زین کسی اور چھنن
سائیس کو ساتھ لیکر ویشالی کی طرف چل نکلے۔ کچھ دور جا کر چھنن کو واپس کر دیا
سبھی جواہرات اتار دئے اور تن تنہا عبادت میں مصروف ہو گئے۔

ویشالی اس سمے جمہوریہ کی راجدھانی تھی۔ یہاں لوگ آپس میں
مل جل کر حکومت کرتے تھے۔ یہ علم کا مرکز بھی کہلاتا تھا۔ یہاں جین سے
سادھوؤں کا جتھا، علم کے طالب دور دور سے یہاں آ کر علم حاصل کرتے تھے
یہاں بڑے بڑے عالم و فاضل اکٹھا تھے بدھ (سدھارتھ) گیان کے
متلاشی تھے۔ یہاں انہوں نے ایک برہمن سے دھیان کے گر سیکھے مگر
انہیں تسلی نہ ہوئی اس طلب و جستجو میں کئی گروؤں کی شاگردی کی اور
دھیان گیان میں ڈوبے رہتے۔ بھوک لگتی تو مانگ کر کھانا کھاتے اور پھر سے
اپنے کام میں لگ جاتے۔ کچھ دنوں بعد وہ ایک پہاڑی پر جہاں تپسویوں کا
ڈیرا تھا سادھنا میں رہا کئے۔ لوگ بھوکے رہ کر دھیان گیان میں لگے رہنے سے
نجات سمجھتے تھے۔ آپ نے بھی اس چلن کو اپنایا سانس روکی۔ بدن کو سکھا کر
کانٹا کیا۔ حتیٰ کہ ایک دن نقاہت و ناتوانائی سے بے ہوش ہو کر گر پڑے
جب ہوش میں آئے تو سوچا کہ جسم کو اس قدر اذیتوں میں ڈالنا سودمند نہیں۔

گوتم بدھ ابھی سات دن کے تھے کہ ان کی ماں کا انتقال ہو گیا۔ ان کی پرورش ان کی خالہ سوتیلی ماں پرجا دیوی نے کی۔ بدھ بچپن ہی سے ذہین تھے یہ بچپن میں کسی لہو ولعب میں نہیں پڑے بلکہ ہمیشہ فکر میں ڈوبے رہتے تھے۔ دیودت جوان کا چچازاد بھائی تھا اس کو شکار کا بہت شوق تھا ایک بار اس نے ایک ہنس کو تیر سے مارا۔ سدھارتھ سے دیکھا نہ گیا۔ انہوں نے اس ہنس کی دوا دارو کی اور اسکو زخموں سے اچھا کیا۔ جب یہ پوری طرح اچھا ہوا تو انہوں نے اسے آزاد کر دیا یعنی اڑا دیا۔ بدھ کو انتہائی ناز و نعم کے ساتھ پالا پوسا گیا۔ ان کے آرام و آسائش کے لئے جاڑے، گرمی اور برسات کے الگ الگ محل بنوائے گئے تاکہ انہیں ہر موسم میں آرام و سکون ملے۔ مگر بدھ ہمیشہ بے چین سے رہتے تھے۔ جب یہ جوان ہو گئے تھے ان کے باپ نے شاکیہ قوم کی لڑکیوں کو جمع کیا اور انہیں اپنی بیوی چننے کا ادھیکار دیا۔ بدھ نے ایک لڑکی کو پسند کیا اور اس لڑکی سے ان کا بیاہ ہوا۔ اس لڑکی کے بطن سے راہول پیدا ہوا۔ راہول کی ماتا کا نام یشودھرا تھا۔ شاہانہ زندگی میں ہر قسم کا عیش موجود تھا۔ ان کے پتا ان کو کسی بھی غم کا اسیر دیکھنا نہیں چاہتے تھے اسی لئے انہیں محلوں کی زندگی سے باہر قدم نکالنے کی سختی سے روک کی تھی لیکن انہوں نے ایک دن ایک بوڑھے کو دیکھا اور سوچا یہ چار روزہ جوانی ختم ہوئی تو میں بھی اسی طرح بوڑھا ہو جاؤں گا انہیں اس کی بے حد فکر کھانے لگی۔ ایک سخت قسم کے بیمار کو دیکھا جوان گنت بیماریوں سے پریشان تھا آپ نے سوچا جسم تو بیماریوں کا مسکن ہے۔ یہ ہمیشہ تندرست نہیں رہ سکتا۔ جب انہوں نے انسان کا آخری سفر دیکھا یعنی ارتھی کا مشاہدہ کیا تو یہ دل میں ٹھان لیا کہ انسان کا وجود درد و غم سے بھرا پڑا ہے۔ اس کو نروان اور نجات

بُدھ جینتی

از: ڈاکٹر گربچن سنگھ خالصہ

ہندوستان کو مہاپرشوں کی دھرتی کہا جائے تو بے جا بات نہ ہوگی۔ مہاویر جیسا نفس امارہ کو قابو میں رکھنے سورما بھی اسی مٹی سے پیدا ہوا۔ جس نے اپنی تعلیمات سے ہنسا کی مخالفت کی اور اہنسا سے بنی نوع انسان کا دل قابو میں کرنے کے گر بتانے اور دھیان مہاویر کے بعد جس ہستی نے ہندوستان کے علاوہ ساری دنیا کو سچ کی تصویر دکھلائی وہ گوتم بدھ ہی ہیں۔ مسیح سے کوئی پانچسو برس قبل کپل وستو میں جو اپنے وقت کے مشہور و معروف شہر جو نیپال کی ترائی میں واقع تھا۔ یہیں گوتم خاندان کو عروج حاصل ہوا تھا اس خاندان کے لوگ برہمیت ہوتے تھے۔ کپل وستو اپنی اہمیت کے باوجود بڑی ریاست نہ تھی بلکہ یہ کوشل ریاست کے ماتحت تھی یہاں کے سردار کا نام شدودھن تھا۔ یہی شدودھن گوتم بدھ کے باپ تھے۔ بدھ کی ماں کا نام مہامایا دیوی تھا۔

گوتم بدھ جب پیدا ہوئے اسی مقام پر بدھ کے ... پیرو سمراٹ اشوک نے اپنے لاٹ بنوائی تھی۔ جس پر بدھ کی تعلیمات کندہ تھیں۔ لڑکے کی پیدائش نے ماں باپ کو خورسند کیا اور اس کا نام سدھارتھ رکھا گیا۔ ایک مہان رشی اسِت نے نومولود کو دیکھ کر پہلے تو ہنسا اور پھر رونے لگا۔ ہنسنے کی وجہ بتائی کہ یہ ایک مہاتما ہے جو دھرتی پر پیدا ہوا۔ رونے کا سبب بتایا کہ اس لڑکے کے مہاتما بننے سے پہلے میں دنیا کو خیرباد کہہ دوں گا۔ ایک روایت کے مطابق

یومِ ولادت

و

جینتی تقاریب

یوم ولادت

حضرت سیدنا علیؓ

از: ناصر زیدی صاحب

دُنیا کے عظیم مفکر، شجاع اور باب العلم مولائے کائنات، امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی ولادت کا دن ہے۔ جن کی ذات والاصفات سے دُنیا کا ہر مورخ بخوبی واقف ہے اور اس دُنیا میں تشریف لانے سے قبل بھی مختلف مذاہب کے پیشواؤں نے آپ کے عالم نور میں وجود کی خبر دیتے ہوئے آپ سے تمسک و تعلق کا اظہار کیا اور مختلف پیشین گوئیاں بیان کیا ہے۔ علیؓ نے جو علمی خزانے بخش کیے ہیں اُن سے دُنیا کی ہر قوم فائدے حاصل کر رہی ہے۔ علیؓ نے جو طرزِ زندگی اپنایا آج چودہ سو سال کے بعد ہمیں اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو رہا ہے۔ علیؑ نے عبادت و ریاضت کے علاوہ سیاست کا جو نمونہ عمل پیش کیا آج اسے سراہا جا رہا ہے اور دُنیا حیرت میں ہے کہ کسی بھی مکتب میں نہ پڑھ کر صرف آغوشِ رسالتؐ میں تربیت کا یہ فیض کہ ایک مدت تک دُنیا والے علیؑ کی بلند ترین سیاسی قوتِ فکر کی گہرائی و گیرائی کو نہ سمجھ سکے۔

یہ بلند صفات عظیم ذات ۵۹۹ء میں ۱۳ رجب کو جمعہ کے دن خانہ کعبہ کے اندر عالمِ وجود میں آئی ؎

علیؓ کو حق نے اُتارا تو عین کعبہ میں
کھلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا

یہ دُنیا کا پہلا واقعہ ہے کہ مذہبی مقدس عبادت گاہ میں ایک بچّہ کی ولادت ہوئی اور وہ عبادت گاہ بھی ایسی کہ اس وقت تک موحدین

اور مشرکین دونوں کے نزدیک واجب الاحترام تھی۔ پھر اس کے بعد بھی دُنیا میں اب تک کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی عبادت گاہ میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہو۔

دُنیا اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ پیغمبرؐ اسلام اور علی علیہ السلام دونوں ایک ہی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ دونوں جناب عبدالمطلب کے پوتے ہیں۔ آنحضرتؐ کے والد عبداللہ ابن عبدالمطلب اور حضرت علیؑ کے والد عمران ابن عبدالمطلب ہیں جو اپنی کنیت ابو طالب سے مشہور ہیں۔ عبدالمطلب جناب ہاشم کے فرزند تھے اور دوسرے فرزند اسد تھے۔ عبدالمطلب علیؑ کے دادا اور اسد نانا تھے۔ رسالتمآبؐ اور علیؑ دونوں اپنے چچا زاد بھائی ہوئے اسی طرح فاطمہ بنت اسد آنحضرتؐ کی رشتہ میں پھوپھی تھیں جن کا آپ بہت احترام فرماتے تھے۔ چنانچہ علیؑ کی ولادت کے بعد مُرسلِ اعظم خانۂ کعبہ میں خود بہ نفس نفیس داخل ہوئے فاطمہ بنت اسد کو تہنیت پیش کی بچے کو گود میں لیا علیؑ نام رکھا اور اپنی زبان مُبارک علیؑ کے دہن میں دی۔ بچہ نے آنکھیں کھولیں نورِ رسالتؐ کی زیارت کی اور زبان چوستے چوستے سو گیا اور اس طرح کئی دنوں تک علیؑ کی غذا آنحضرت کا لعاب دہن رہا۔

تیسرے دِن بیت الشرف سے فاطمہ بنت اسد باہر تشریف لائیں گود میں ابو طالب کا لال خانۂ ابو طالب کا رُخ کیا۔ مرسل اعظمؐ نے اپنے وصی کی آمد پہ خوش آمدید فرمایا اور دین ابراہیم کی تقویت کا ایک اور سہارا ملا۔

حضرت علیؑ کے بچپن کے بے شمار ایسے واقعات ہیں جو محیر العقول ہیں۔ چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ علیؑ جھولے میں تھے ماں نے بچے کو قنداق

میں لپیٹ رکھا تھا جیسا کہ آج بھی اہل عرب کا دستور ہے مگر علیؑ کے ہاتھوں کو کبھی بھی قنداق میں باندھ کر نہ رکھ سکیں اس لیے کہ جب بھی ایسا کیا تو علیؑ نے ایک انگڑائی لی اور قنداق کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ اتفاقاً ایک سانپ جھولے پر آ پڑا۔ فاطمہ بنت اسد کی نگاہیں اُس طرف گئیں تو دیکھا کہ علیؑ کے دونوں ہاتھ سانپ کے جبڑوں میں ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے سانپ کو علیؑ نے جبڑوں سے چیر کر رکھ دیا۔ بیساختہ ماں کی زبان سے "حیدر" کا لفظ نکلا اور اس طرح ماں کا رکھا ہوا نام "حیدر" آنے والے دور کی تاریخ کا ایک اہم باب بن گیا۔

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے فضائل کو اگر ہم صرف تاریخ عالم میں تلاش کریں گے تو ان کے حقیقی اور صحیح منصب کو سمجھنا مشکل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی انھیں نعوذ باللہ خدا سمجھ بیٹھا کسی نے انھیں سکندر اور دارا جیسا پُرشکوہ حاکم وقت سمجھا اور کسی نے انھیں کچھ نہیں سمجھا۔ اور ان تینوں میں کوئی بھی صحیح منزل تک نہیں پہنچ سکا۔

علیؑ کے مرتبہ سے شناسائی صرف حضور سرور کائناتؐ کے ذریعے ہو سکتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَنَا وَ علی مِن نور واحد میں اور علی ایک ہی نور سے ہیں۔ انا نور و علی نورہ میں بھی نور ہوں اور علی بھی نور ہیں۔

انا مدینۃ العلم و علی بابھا۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں

علی منی بمنزلۃ الراس من جسدی۔ علی میرے جسم کے سر کے مانند ہیں

علی مع الحق والحق مع علی علی حق کے ساتھ ہیں اور حق علی کے ساتھ۔

آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ النظر الی علی بن ابی طالب عبادۃ و ذکرہ عبادۃ علی ابن ابی طالب کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور ان کا ذکر بھی عبادت ہے۔

چنانچہ محب طبری نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن دیکھا کہ میرے والدِ بزرگوار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ علی کے چہرے کی طرف بار بار دیکھ رہے ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا بابا جان! میں آپ کو دیکھ رہی ہوں کہ علیؑ کے چہرے کو بہت زیادہ دیکھ رہے ہیں انھوں نے جواب دیا۔ ہاں بیٹی! میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ علی کے چہرے پر نگاہ کرنا عبادت ہے۔"

خدا کے ایسے برگزیدہ بندوں کے متعلق یہی تصور ذہن نشین ہے کہ اُنھیں دُنیا کی سیاست اور نظام مملکت سے کیا تعلق۔ لیکن مولائے کائنات نے ایسے خیالات سے دُنیا کے ذہنوں کو پاک کرنے کے لئے اپنی مختصر مدّت حکومت میں یہ ثابت کر دکھایا کہ سیاست حقیقی واقعی کیا ہے۔ جیسے خود اُن کے دور میں ہی نہیں بلکہ صدیوں تک لوگ نہ سمجھ سکے اور آج جبکہ دورِ جمہور کا آغاز ہو چکا ہے تو امیر المومنین کے وہ خطبات اور خطوط جو ایام خلافت راشدہ میں معرض وجود میں آئے ان کے معانی و مطالب آہستہ آہستہ اب سمجھ میں آ رہے ہیں۔

چنانچہ آپ نے جب مالک اشتر کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تو انھیں ایک خط کے ذریعہ عوام سے سلوک کے بارے میں اس طرح نصیحت فرمائی ہے:-

"اے مالک! رعایا کی جانب اپنے قلب میں رحم و محبت اور لطف و کرم کو جگہ دو۔ ان کی خطاؤں سے درگزر کرو اور غلطیوں کو معاف کر دو۔ اس لیے کہ اگر تم اُن سے لطف و محبت کا اظہار کرو گے تو خداوند کریم بھی تمہاری خطاؤں کو معاف کر دے گا۔"

مولائے کائنات کا یہ فرمان آج عقل کی کسوٹی پر رکھ کر دیکھا جائے تو اس کی باریکیوں اور دور رس اثرات کے نکات کی تہہ تک پہنچنا دشوار نہیں۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم خدا کے وجود کے بھی قائل ہوں۔

اور ہم اس آیت کے مصداق بن سکیں کہ ان صلاتی و نسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین ہ

آج کی مقدس تاریخ کے پیش نظر ہم مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر دنیا میں اخوت و محبت اور یکجہتی کا جذبہ پیدا کریں نیز دنیا کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت کو بھی سنواریں اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کو حقیقت ثابت کر دکھائیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

(بشکریہ آواز نئی دہلی)

حضرت میراں سیّد محمد جونپوری

عید میلاد مہدی موعود ؑ

از :- حضرت ابوالفتح سیّد جلال الدین صاحب (چنچلگوڑہ)

حضرت سیّد محمدؐ جونپوری امام مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت ۱۴ر جمادی الاول ۸۴۷ھ م ۱۰ر ستمبر ۱۴۴۳ء کو بمقام جونپور عمل میں آئی۔ مہدویہ کتب میں مرقوم ہے کہ آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا"۔

اللہ تعالیٰ نے بندہ کو ایسے وقت میں اس دُنیا میں بھیجا جب کہ دُنیا کے وہ تمام لوگ جو دین اسلام کے دعویدار ہیں رسم۔ عادت وبدعت میں مشغول ہو چکے تھے اور دین اسلام کی حقیقت اور اسکا اصل مقصود ان میں باقی نہ تھا مگر مجذوبوں میں"۔

۱۲ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ کی تکمیل کی جس پر آپ کو علماء کے ایک مجمع کثیر میں اسد العلماء کا خطاب پیش کیا گیا لیکن تحفتہ الکرام کے مصنف کا کہنا ہے کہ" تمام علوم میں ماہر ہو کر آپ نے سیّد العلماءؒ کا خطاب پایا سید العلماء اور اسد العلماء کے خطابات آپ کے جلالت العلمی کا اعتراف ہیں۔

جب آپ کی عمر ۱۹ سال کی ہوئی تو آپ کا عقد آپ کے چچا میاں سیّد جلال الدین کی دختر بی بی الہدادی سے ہوا جن کے بطن سے آپ کو دو صاحبزادے میاں سید محمود اور میاں سیّد اجمل اور دو صاحبزادیاں

بی بی خونزہ اور بی بی فاطمہ تولد ہوئے۔

تحصیل علم کے بعد ہی آپ نے وعظ و بیان کا سلسلہ شروع کیا۔ صاحب تذکرہ اور مشاہیر اسلام کے مولف لکھتے ہیں کہ آپ کے وعظ اور بیان قرآن کی مجالس میں لوگ بہ تعداد کثیر شریک ہوتے تھے اور اکثر علماء و مشائخین امراء اور عوام جوق در جوق آپ کے وعظ و بیان سے متاثر ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور دست مبارک پر بیعت کر کے عقیدت مندی و گرویدگی کا اظہار کیا۔ ایسی ہی ایک مجلس وعظ میں جب جونپور کے والی سلطان حسین شرقی نے شرکت کی تو آپ نے دوران وعظ اشاروں اور کنایوں میں یہ بات بتائی کہ مسلمان حکمران کیلئے کافر راجا کا مطیع و باجگذار ہونا جائیز نہیں۔ سلطان نے اشارہ پاکر عرض کیا کہ راجا مجھ سے زیادہ قوی ہے۔ اگر خراج نہ ادا کیا جائے تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں سلطنت ہی برباد نہ ہو جائے۔ امام علیہ السلام نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ وہ اللہ پہ بھروسہ رکھے۔ روایات بتاتی ہیں کہ حسب ھدایت امام علیہ السلام بادشاہ نے راجہ کو خراج ادا کرنا بند کر دیا جس پہ راجہ نے جونپور پہ چڑھائی کی اور بالآخر شکست سے دوچار ہوا۔ اس جنگ کی تفصیل بھی کتب جیسے مشاہیر اسلام اور رود کوثر میں موجود ہے۔ البتہ مہدوی مورخین نے لکھا ہے کہ جنگ کے اختتام پر جب راجہ کا امام کے ہاتھوں قتل ہوا تو امام نے جو تلوار سے راجہ پہ حملہ کیا تو اس کے نتیجہ میں راجہ کا دل جسم سے کٹ کر باہر نکل پڑا۔ چونکہ راجہ کے دل پہ اس بت کا نقش کندہ تھا جس کی راجہ پوجا کیا کرتا تھا۔ تو یہ دیکھکر امام پہ جذبہ حق طاری ہو گیا جسکا سلسلہ بارہ سال تک ہونا

ثابت ہے ارباب سیر نے یہ روایت بھی بالاتفاق درج کی ہے کہ اس کام مدت میں امام سے کوئی فرض نماز قضا نہیں ہوئی۔

جذبہ حق کی مدت کے اختتام پر آپ ۴۰ سال کی عمر میں ۸۸۷ھ میں بعزم ہجرت جونپور سے روانہ ہوئے اور داناپور۔ کالپی۔ چندیری۔ مانڈو۔ دولت آباد۔ احمد نگر بیدر چیتاپور، گلبرگہ بیجاپور ہوتے ہوئے بندرگاہ ڈابھول سے حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے، ارکان حج کی ادائی کے بعد کعبۃ اللہ میں مقام ابراہیم اور رکن کے درمیان کھڑے ہوکر بحکم خدائے تعالیٰ اپنے مہدی موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔ اس وقت امام علیہ السلام کی عمر ۵۴ سال تھی اور سن ۹۰۱ھ تھا۔ جن اصحابؓ نے آپ کے دعویٰ کی تصدیق کی ان میں شاہ نظام، قاضی علاء الدین بیدری اور شافعی کے امام کے نام مہدویہ موالیدین مذکور ہوئے ہیں۔ جب کہ غیر مہدوی مصنفین میں شیخ محمد اکرام مصنف رود کوثر اور خواجہ عباد اللہ اختر مولف مشاہیر اسلام نے سنہ ۹۰۱ھ میں امام علیہ السلام کے مکہ معظمہ میں دعویٰ مہدیت ہی کا تذکرہ کیا ہے حج سے فراغت ہوکر امام علیہ السلام واپس ہندوستان ہوئے اور براہ دیوبندر و کھنبایت ہوتے ہوئے اوائل سنہ ۹۰۳ھ میں احمد آباد میں نزول اجلال فرمایا۔ یہاں کوئی ڈیڑھ سال تک وعظ و بیان سے عوام و خواص مستفید ہوتے رہے جن امراء و علماء و مشاہیر نے یہاں آپ کے دست حق پر بیعت کی اُن میں ملک برہان الدین، امیر شہر وزیر سلطنت ملک گوہر مشہور پیر طریقت احمد شہ قدان اور مولانا میاں یوسف کے نام ملتے ہیں، روایات بتاتی ہیں کہ یہاں دوسری بار آپ نے اپنے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا۔

پھر وہاں سے نکل کر پٹن تشریف لے گئے جہاں ۱۸ مہینہ قیام رہا اور پھر نواحی علاقہ

بڑلی میں چار ماہ تک مقیم رہے اور اسی دوران آپ نے تیسری بار سنہ ۹۰۵ھ میں اپنے دعوی مہدیت کا یہ تکرار اعادہ فرمایا اور اسی دعوی مہدیت کو دعوی موکد کا نام دیا گیا ہے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ دعوی موکد کے بعد آپ نے علماء وزراء اور سلاطین وقت کو خطوط لکھے۔ جس میں آپ نے اپنے دعوی مہدیت کا اعادہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ بندہ ہوش و حواس کی حالت میں بحکم خدائے تعالی مہدی موعود ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اس دعوی کی تحقیق کریں اگر صحیح باشد تصدیق کرد او رغلطی باشد تو بندہ کی تفہیم کرو ورنہ قتل کردو"

تاریخ گواہ ہے کہ امامنا کے اس دعوی پر متعدد مباحث ہوئے۔ لیکن علماء آپ کی غلطی کی نشاندھی کرنے میں ناکام رہے اور نہ ہی آپ کو قتل کیا جاسکا۔ البتہ جب کچھ بن نہ پڑا تو آپ کو مجبور کیا جاتا رہا کہ اس مقام سے روانہ ہوجائیں۔

بڑلی سے نکل کر آپ براہ جیسلمیر سندھ پہنچے وہاں سے ٹھٹھہ سندھ۔ قندھار سے فراہ پہنچے جہاں ۱۹ ذی قعدہ سنہ ۹۱۰ھ میں بعمر ۶۳ سال مختصر علالت کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔

تاریخ عالم میں کسی خلیفتہ اللہ اور داعی الی اللہ کی کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جس نے اعلائے کلمتہ الحق کے سلسلہ میں ۱۰,۵۰۰ میل کا طویل ترین بری و بحری سفر اختیار کیا ہو۔

★

رفتہ رفتہ یہ سادھنا میں غلو چھوڑ دیا۔ یہیں پر آپ کو سجاتا نامی گوالن ہر روز کھانا کھلایا کرتی۔ آپ عبادت کرتے تو آپ کے ساتھ اس عمل سے بیزار ہو کر آپ کا ساتھ چھوڑ گئے۔ ان تپسویوں کی دانست میں بھوکا رہ کر پربھو کو خوش رکھا جا سکتا ہے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ آپ دن رات دھیان میں رہے۔ بس دھیان کے سوا، کچھ نہ کیا صبح کی اولیں ساعتوں میں آپ کو معرفت (نروان) حاصل ہو گئی اور اس طرح چھ برسوں کی مسلسل ریاضتوں کا آپ کو پھل مل گیا۔ اب سدھارتھ بدھ ہو گئے۔ یعنی انہیں گیان حاصل کرنے کے بعد سدھارتھ اسی مقام پر اپنے مذہب کے اصولوں پر سوچنا شروع کیا۔ اب آپ کے تنہائی کے دن ختم ہو گئے تھے۔ اب بدھ لوگوں سے ملتے۔ کچھ دنوں کے بعد اتکل کے تپسوی اور بھک نام کے دو سوداگر مال لادے جا رہے تھے۔ ان کی پانچ سو گاڑیاں تھیں بدھ نے ان کی پریشانی دور کی اور ان کی گاڑیاں انکو صحیح وسلامت لوٹا دیں۔ یہ دونوں سوداگر بدھ سے بہت خوش ہوئے۔ بدھ سب سے ملتے، انہیں کے سامنے اپنے اپدیش پیش کرتے، بدھ کے لئے یہ وقت بہت ہی کشمکش کا تھا۔ آپ نے جو معرفت حاصل کی تھی اس کے اس کے پرچار کی شروعات کیلئے آپ فکر مند رہے۔ آپ سوچتے تھے کیونکر میں لوگوں کے سامنے ان تعلیمات کو رکھوں گا اور لوگ کیسے انہیں مانیں گے۔ آخرکار وہ کاشی کے قریب رشی پتن سارناتھ پہنچے۔ یہیں بدھ کو اپنے بچھڑے روٹھے وہ پانچ تپسوی مل گئے جو آپ کی عبادت وسادھنا سے عاجز آ کر آپ سے الگ ہو گئے تھے آپ نے ان پانچوں کے سامنے اپدیش دیا۔ آپ نے ان سے کہا انسانی زندگی کے دو راستے ہیں، ایک تو

سرتا سر عیش و عشرت کا اور ایک سخت اور کٹھن تپسیا کا۔ مگر صحیح اور درست راستہ درمیانہ ہے یعنی انسان کسی ایک راہ کا نہ ہو کر رہ جائے بلکہ سکھ اور دکھ دونوں کو مساوی اپنائے۔

بدھ کی اس تعلیمات کے بنیادی آٹھ اصول ہیں۔ (۱) صحیح نظر رکھنا (۲) صحیح ارادہ کرنا (۳) ہمیشہ سچ بولنا (۴) اپنے اعمال اچھے رکھنا (۵) اکل حلال کھانا (۶) محنت میں دیانت سے کام لینا (۷) اپنی یادداشت میں وہم کو نہ لانا (۸) سمادھی لگانا۔ بدھ نے کہا اگر کوئی شخص ان آٹھ اصولوں کو عملی شکل دے نہ وہ بار بار جنم لیتا ہے اور نہ مرتا ہے۔ یعنی آواگون کا چکر ختم ہو جاتا ہے بلکہ نروان حاصل ہوتا ہے۔ آپ کی تعلیمات کو رفتہ رفتہ فروغ حاصل ہوا اور ایک اچھی خاصی جماعت تیار ہو گئی یہ پانچ تپسوی بدھ کے بھکشو کہلاتے تھے۔ بدھ رشی پتن سے روبیلا مقام پر پہنچے اس مقام پر ہزار سادھوان کی جماعت میں شامل ہوئے۔ آپ گھومتے گھومتے آخر کار کپل وستو آئے۔ شدودھن اور اپنی رانی کے سامنے اپدیش پیش کیا۔ بیوی نے جب راہل کے لئے آشیرواد مانگا تو آپ نے اس لڑکے کو بھکشو بنا لیا۔ شدودھن آپ کے اس عمل سے برا مان گئے اور اپنی دلی تکلیف کا اظہار کیا تو آپ نے کہا ماں باپ کو ناراض کرنے کسی کو بھی بھکشو نہیں بنایا جا سکتا۔ بدھ نے ۴۵ برس تک جگہ جگہ گھوم کر اپنی تعلیمات کا پرچار کیا۔ آپ سبھی بدھ کے آگے اپنا سر احترام سے جھکاتے اور ان کی تعلیمات کو اپناتے۔ بدھ نے تمام بنی نوع انسان کو اپنی اس معرفت کے ذریعہ صراط حق دکھلایا تھا۔ آپ اپنے عہد کے بے جا رسوم سے سخت نفرت کرتے تھے جو ایک عام آدمی کے لئے باعث تکلیف تھے اور ان کی تکمیل

از: محمد رضی الدین معظم

سنہ ہجری عطیہ اکرم

اُمت مسلمہ کیلئے اشرف سلیم مشرف تاباں اعجاز۔

معزز مکرم قارئین! سنہ و سال کے آغاز پر فرحت و مسرت خوشی مبارکبادی و اھلاً سھلاً کے احساسات و جذبات ایک عالمی و قومی روایت بن چکے ہیں۔ صدی کا آغاز تو ایک اہم باب اور اقوام کی زندگی میں اہم سنگ میل ہوتا ہے۔ ساری دنیا میں متعدد جنتریوں یا کیلنڈر کا رواج ہے ان تمام میں سنہ ہجری مسلمانان عالم کے لئے خصوصاً اور اقوام عالم کیلئے عموماً آفاقی و عالمی اہمیت کا حامل ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان خواہ وہ کسی بر اعظم کے کسی بھی ملک میں آباد ہوں کچھ ہی عرصہ پہلے" پندرھویں صدی ہجری" کا پرجوش والہانہ خیر مقدم سے مشرف تاباں رہے ہیں۔ عرب ممالک تو اس کی تقاریب کو عظیم منصوبہ بند طریقہ پر منا چکے ہیں سوویت یونین امریکہ اور خود ہمارے ملک میں بھی نہ صرف مسلمان بلکہ سماج اور حکومت نے بھی اس تقریب سے دلچسپی کا اظہار کیا۔

ہجری صدی تقاریب ایک سال و سنہ کا آغاز و اختتام ہی کا وقت اور زمان نہیں بلکہ اس کے پیچھے خود صداقت و پیغام نجمہ عروج انوار ربانی کی اشاعت کے لئے وہ مشن ہے جو نبی ممتاز معظم المرسلین اعظم الانبیاء ذکی النبین اشرق الاتقیاء رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع فرمایا۔ اسلامی دنیا کے وسیع و عریض رقبہ میں نہ اللہ انہ چودہ سو سال سے

سالِ نو تقاریب

معاشرت میں ضروری سمجھی جاتی تھی۔

اِن کا آخری وقت بھی شاگردوں کے لئے بڑے دکھ کا تھا سب بے چین تھے انہوں نے اپنے ایک چہیتے شاگرد آنند کو نصیحت کی کہ آنسو نہ بہاؤ، مایوس مت ہو جان لو کہ جو پیدا ہوا اسے مرنا ضروری ہے۔ تمہارے لئے میری تعلیمات اور اپدیش ہی رہنمائی کریں گے۔

گوتم بدھ کہتے ہیں:۔

(۱) اگر چاہتے ہو کہ سب تم سے محبّت کریں تو تم سب سے محبت کرو۔ تمہاری خواہش پوری ہو کر رہے گی۔ دوستو کیا تم نہیں جانتے کہ جو پھول بوتا ہے وہ پھول ہی کاٹتا ہے تو کیا کبھی ممکن ہے کہ تم محبت کرو اور تم سے کوئی دشمنی کرے۔

(۲) جس کو صداقت کا علم ہوتا ہے وہی گیان حاصل کرتا ہے اور گیان حاصل کرنا انسانی زندگی کا مقصد ہے جس کی بہت بڑی ضرورت ہے اور اسی کی طرف سے بے پرواہ ہونے سے اِنسان نکمی زندگی گذارنے لگتا ہے۔

(بشکریہ سیاست حیدرآباد)

مہاویر جینتی

مہاویر جینتی سارے ملک میں ہر سال روایتی جوش و خروش سے منائی جاتی ہے۔ عظیم ہستیوں کا جنم دن منانا ہمارے دیش کی روایت رہی ہے۔ ہم ان کے اوصاف کا تذکرہ کر کے اپنے سکون قلب کا سامان کرتے ہیں شری مہاویر کا جنم ۵۹۹ قبل مسیح میں بہار کے موضع کنڈ پور میں ہوا تھا وہ شاہی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ ان کی پیدائش کے وقت نہ صرف بھارت بلکہ دنیا کے ہر ملک میں بے راہ روی عام تھی اور لوگ گناہوں میں مبتلا تھے۔ دھرم کی آڑ میں زندہ انسانوں کی قربانی دی جاتی تھی۔ نرمیدھ اشومیدھ اور گاؤمیدھ یگنہ کی کوشش جاری تھی۔ بھارت لاعلمی کی تاریکی میں بھٹک رہا تھا۔ سماج میں ذات پات کی بنیاد پر ایک دوسرے سے فرق امتیاز برتا جاتا تھا۔ شودر اگر وید کے ساتھ گستاخی کرتے تو ان کی زبان کاٹ دی جاتی تھی۔ شنون کرتے تو کان میں گرم شیشہ اور لاکھ بھر دی جاتی تھی۔ ان حالات میں مہاویر نے سبھی جاتیوں کے لئے دھرم اور نیکی کا راستہ کھول دیا۔ مہاویر کا پیدائشی نام "وردمان" تھا۔ بچپن میں انہوں نے کھیلتے ہوئے ایک خطرناک سانپ کو ہاتھ سے اٹھا کر پھینک دیا تھا۔ اسی طرح بچپن میں ہی انہوں نے مست ہاتھی کو جو بے قابو ہو گیا تھا اور لوگوں کے لئے مصیبت بنا ہوا تھا سہج ہی میں بس میں کر لیا۔ اس وقت سے ان کا نام مہاویر پڑ گیا۔ انہوں نے شادی کے لئے والدین کی تجویز قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تیس سال کی عمر میں راج پاٹ تیاگ کر دیا اور بھومی دیکشا

دھارن کرلی۔ بارہ برس تک کٹھن تپسیا کی اس دوران انہیں کئی بار آزمائشوں اور تکالیف سے گزرنا پڑا اور وہ سچائی کے راستے پر چٹان کی طرح جمے رہے۔ اس کٹھن تپسیا کے بعد انہیں گیان پرکاش حاصل ہوا جسے جین دھرم میں کیول گیان کہتے ہیں۔ گیان جیوتی حاصل کرنے کے بعد انہوں نے مسلسل تیس سال تک پرچار اور اپدیش کا سلسلہ جاری رکھا۔ ظلم کے خلاف آواز بلند کی سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں کو دور کیا۔ مذہب کے نام پر کی جانے والی زیادتیوں یا بالفاظ دیگر دھارمک تاناشاہی کو ختم کیا آج کے دور میں مہاتما گاندھی نے جو کام سیاسی میدان میں کیا اس سے زیادہ کام اپنے عہد میں مہاویر نے مذہبی اور سماجی میدان میں کیا۔ انہوں نے اپنے نصائح میں اہنسا اور نیکی کے اصولوں کو اپنانے پر زور دیا ہے اب میں ان اپدیشوں کے بارے میں کچھ عرض کروں گا۔ جن پر عمل کرکے ہم آج بھی زندگیوں کو سنوار سکتے ہیں۔ مہاویر نے خود اپنے عمل کے ذریعہ اہنسا کا پرچار کیا اور ہر انسان کے لئے صلہ رحمی کے جذبات کو لازمی قرار دیا۔ انہوں نے یہ سندیش دیا کہ ظلم و تشدد سے کبھی روحانی ترقی نہیں مل سکتی۔ تشدد سے زندگی آلودہ اور دکھیاں ہو جاتی ہے۔ اہنسا پر عمل کرنے سے انسان کو قلبی سکون ملتا ہے۔ ایثار و قربانی کے ذریعہ اہنسا کا راستہ اختیار کرنے کی اہمیت ہے۔ ہر ایک انسان میں روح ہوتی ہے۔ اور آتما گیان اس روح کا تقاضا ہے۔ ہماری آتما ہمیں بے حد پیاری ہے۔ کوئی شخص مرنا پسند نہیں کرتا۔ ہر مخلوق ہماری طرح زندہ رہنا چاہتی ہے اسی لئے مہاویر نے جیو اور جینے دو کا نعرہ بلند کیا تھا۔ ان کا قول تھا کہ دوسروں کے جینے میں مدد کرو اور کبھی جیون کی سنکلپ ہتیا نہ کرو۔ آدمی کی پسندیدہ غذا نشیحت ہے۔ مانس و گوشت نہیں جسے آج کا عقلمند انسان بھی ماننے لگا ہے۔

بادشاہ اکبر نے بھی کہا تھا کہ آدمی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ
وہ جانوروں کو ہلاک کرے یا ان کی ہتھیا کرے اسی لیے
اکبر نے بذاتِ خود گوشت کھانا چھوڑ دیا تھا۔

اہنسا کے ساتھ مہاویر نے ایثار کی بھی تعلیم دی تھی اور کہا تھا کہ ہر شخص کو صرف اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے درکار دولت رکھنی چاہیئے۔ اگر انسانوں کو ساری دنیا کی دولت بھی مل جائے تب بھی وہ اسکو خوش کرنے کے لئے کافی نہیں۔ ضرورت سے زیادہ دولت برائیاں اور جھگڑے پیدا کرتی ہے۔ ایثار نہ ہو تو آدمی دولت جمع کرنے کے چکر میں پڑ جاتا ہے۔ مسائل پیٹ بھرنے کے سبب نہیں بلکہ پیٹی بھرنے کے سبب پیدا ہوتے ہیں۔ مہاتما گاندھی جیسی عظیم شخصیتوں نے بھی سیدھی سادی اور سچی زندگی گذارنے کو ترجیح دی تھی۔ آج کا مساوات کا نعرہ اسی نظریہ پر مبنی ہے اور عدم مساوات کو دور کرنے کے لئے اسی اصول ایثار کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ مہاویر نے ذات پات کی تفریق کے خلاف بھی زبردست آواز اٹھائی انہوں نے ذات پات کے بھید بھاؤ کو جین اصولوں کے مغائر قرار دیا۔ مہاویر نے چونکہ جین اصولوں پر بذاتِ خود عمل کرکے دکھایا اس لئے ان اصولوں کا لوگوں پر بڑا اچھا اثر ہوا۔ آج کے دور میں مہاویر کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ اصول صرف جین مت کے ماننے والوں کے لئے ہی نہیں بلکہ بنی نوع انسان کے لئے نیکی کا باعث ہیں۔

(بشکریہ ملاپ حیدرآباد)

★

گاندھی جینتی

از :- عبدالعزیز عرفان متعلم

لبریزِ جوشِ حُبِّ وطن سب کے جام ہوں
سرشارِ ذوق و شوق دلِ خاص و عام ہوں
حالی

تاریخ شاہد ہے کہ مختلف ادوار میں ایسے رہنما پیدا ہوئے جنھوں نے ملک کی محبت میں تن، من، دھن قربان کیا۔ ایسی ہی ملک کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ یہی شاعر کی بھی خواہش ہے۔ بقول حالیؔ "گاندھی جی کا دل اس ذوق و شوق سے سرشار تھا۔ ملک کی آزادی کی تاریخ جب بھی اور جس عنوان سے بھی لکھی جائے گی، گاندھی جی کا نام سرِ فہرست ہوگا۔

یہی وہ ناتوان اور کھادی والے باپو ہیں جو اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ سے امر ہو گئے، جن کی یاد ہم ۲ / اکتوبر کو بطور "یوم پیدائش" مناتے ہیں۔
گاندھی جی ۲ / اکتوبر ۱۸۶۹ء کو پوربندر میں پیدا ہوئے تھے لیکن وطن کی محبت میں اپنے گھر بار کو چھوڑ دیا تھا اور فقیرانہ زندگی کو گلے لگا لیا تھا کیونکہ وہ ایک سچے محبِ وطن تھے۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ کن حالات اور واقعات نے گاندھی جی کو متاثر کیا اور ملک کی محبت کس طرح اُن کے رگ و پے میں سما گئی۔

تاریخ کے صفحات کی ورق گردانی کرنے پر ہمیں ان واقعات کا علم ہو جاتا ہے جب گاندھی جی سنہ ۱۸۹۳ء میں ایک ہندوستانی فرم کے شرکی

حیثیت سے جنوبی آفریقہ گئے۔ آپ نے وہاں دیکھا کہ ان کے ہم وطن
ہندوستانیوں کے ساتھ بہت بُرا سلوک ہوتا ہے۔ انھیں [illegible] جاتا ہے۔
آپ ایک بار ڈربن سے پریٹوریا ٹرین سے جا رہے تھے۔ ان کے پاس اول درجے کا ٹکٹ
تھا۔ لیکن یورپین لوگوں نے انھیں زد و کوب کر کے گاڑی کے باہر دھکیل دیا۔
اسی واقعے سے گاندھی جی کی زندگی میں ایک نیا موڑ آتا ہے۔ انھوں نے طے کیا
کہ [illegible] کے لئے ایک فیصلہ کن جنگ کرنی ہے۔ جنوبی آفریقہ کے ہندوستانیوں کو
متحد کرنے کے لیے [illegible] گئے نٹال کانگریس بنا کر اپنے کام [illegible]۔
۳۱ جولائی ۱۹[illegible]ء میں پریٹوریا مسجد کے صحن میں یورپین سلوک کے خلاف
آواز اٹھائی۔ حکومت نے ستایا۔ گاندھی جی پیچھے نہیں ہٹے۔ انھوں نے
اپنی عمر کا عزیز ترین حصہ آفریقہ میں ہی گذارا۔ یہیں آپ نے کئی یورپین
مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ مغربی تعلیم سے متاثر ہو کر ہندوستانیوں کے
ذہنوں میں قومی بیداری کی روح پھونک دی۔ اس لئے مغربی مفکر [illegible]
رونالڈ اسے مغربی تعلیم کے اثر کے بارے میں رقمطراز ہے۔

"THE NEW WINE OF WESTERN LEARNING
WENT IN TO THE HANDS OF THE YOUNG INDIAN,
THEY DRANK DEEP FORM THE SOURCE OF
LIBERTY AND NATIONALISM THEIR POCME
AND BOOKS WERE FULL OF LOVE HUMANITY,
JUSTICE AND FREEDOM.

آفریقہ کے بعد ہندوستان کا دورہ کیا۔ ان کی مشکلات اور مظالم
اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ باپو نے یہ سب محسوس کیا۔ ایک واقعے نے اور

دھکا لگایا۔ باپو نے اپنے بھائی کے مقدمہ کے سلسلہ میں راجکوٹ میں ہی وائسرائے کے نمائندے سے ملنے والے تھے۔ اگرچہ وہ ایجنٹ انگلینڈ میں مل چکا تھا۔ لیکن گاندھی جی کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آیا اور آفس سے باہر نکال دیا۔ اس واقعہ نے بھی ان کے دل و دماغ میں یہ بات واضح کر دی کہ انگریز ہندوستان میں کتنی بے جا سختی کرتے ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے۔

"اس دھکے نے میری زندگی کا راستہ بدل دیا"

باپو نے خود کفیل بننے کے لئے چرخا سیکھا اور ہاتھ سے بنی کھادی عمر بھر پہنتے رہے اسکا مقصد دیشی سامان کا استعمال اور ودیشی سامان کی مخالفت کرنا تھا۔ ان تحریک آزادی میں اہنسا اور ستیہ گرہ کا عمل جاری کیا۔

۱۹۱۷ء میں چمپارن ستیہ گرہ اور ۱۹۱۸ء میں بردولی میں ستیہ گرہ کی۔
۱۹۲۰ء سے گاندھی جی کانگریس کے رہنما بن گئے ۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۷ء تک کا زمانہ گاندھی یگ کہا جاتا ہے۔ اس زمانے میں وہ اپنے اصولوں پر گامزن نظر آتے ہیں۔

بچپن سے گاندھی جی آزادی اور انصاف کے خواہاں تھے۔ ان میں امن، محبت اور قربانی کا جذبہ بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ وہ کسی سے نفرت کرنا نہیں جانتے تھے۔ ٹرانسوال اور جوہانسبرگ میں آپ پر کئی حملے ہوئے لیکن دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔ واقعی گاندھی جی محبت۔ ہمدردی اور اخلاق کا مجسمہ تھے۔

انھیں خدا پر پورا اعتماد تھا۔ سچائی میں ہی وہ خدا کی تلاش کرتے تھے۔ وہ محبت۔ امن اور سچائی کے ساتھ چل کر اپنے مقاصد میں

کامیاب ہونا چاہتے تھے۔ وہ انسانی ہمدردی اور محبت و ایثار کے پتلے تھے اس لئے گاندھی جی نے "تلاشِ حق" میں تفصیل کے ساتھ ان باتوں کو پیش کیا ہے۔

اگرچہ گاندھی سچے اصول پرست انسان تھے۔ فقیرانہ زندگی بسر کرنے کے ساتھ مرتے دم تک اس کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ان میں نفس پر قابو پانے کی زبردست طاقت تھی۔ وہ روحانی قوت کے مالک تھے۔ اس لئے وہ اس طاقت کو اہمیت دیتے تھے۔ اسی بات کو نپولین بونا پارٹ نے بھی تسلیم کیا ہے وہ کہتا ہے۔

" THERO ARE ONLY TWO POWERS IN THE THE WORLD, THEY ARE THE POWER OF THE SWORD AND THE POWER OF SPIRIT "

گاندھی جی نے دنیا کو یہ بات ثابت کر بتایا کہ تلوار سے بھی بڑی طاقت روحانی ہے وہ ہمیشہ سچائی پر اعتماد رکھتے تھے۔ ان کی زندگی میں خدا پر یقین و اعتماد اور تزکیۂ نفس کی جھلکیاں دکھائی دیتی " ہیں مثلاً ۱۹۳۳ء میں ہریجنوں کا مسئلہ زیرِ غور تھا۔

۷ مئی ۱۹۳۳ء کو ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ آدھی رات کو ایک دم ان کی آنکھ کھل گئی اور ان کو ایسا محسوس ہوا کہ ان کے اندر کوئی آواز اٹھ رہی ہے۔ کہتی ہے کہ ۲۱ دن کا برت رکھیں اور کل سے ہی رکھیں اس کے بعد گاندھی جی چپ چاپ ہو گئے اور اگلی صبح انھوں نے برت کا اعلان کر دیا۔

وہ برت رکھتے تو کفارے کے طور پر یا اپنے عقیدوں کو جانچنے

کیلئے اور ان لوگوں کے لیے بھی جو سچائی کو قبول نہیں کرتے ہیں۔

"اس سے جسم کو اذیت دینا چاہتا ہوں لیکن فاقہ کر کے مرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ چاہتا ہوں کہ خدا مجھے اس آزمائش کے بعد بھی زندہ رکھے"۔ دیکھیے ان کے خیالات کتنے اونچے اور سچے تھے۔ ان کے برت کا سب کرشمہ آپ کی روحانی قوت کی بدولت تھا۔

ان سب چیزوں کا استعمال گاندھی جی نے حصول آزادی کیلئے کیا۔ ملک کو آزاد کرا کے ایک سچے محب وطن بن گئے اگرچہ ملک کی آزادی کے بعد وہ تعمیری کام کرتے رہے۔ لیکن ملک کے لوگوں نے انھیں چین سے جینے نہ دیا آزادی کے بعد ملک کے دو حصے ہو گئے تقسیم کے بعد فرقہ وارانہ نفرت نے پریشان کر دیا۔ آپ نے ملک کا پیدل دورہ کیا۔ لیکن پھر بھی فرقہ پرست عناصر نے ان کا خاتمہ کر دیا۔

جمعہ کا مبارک دن تھا ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کی شام ۵ بجکر دس منٹ ہو چکے تھے۔ اپنی پوتیوں۔ منو رما اور روما کے سہارے آگے بڑھ رہے تھے کہ ایک تعلیم یافتہ شخص گوڈسے نامی خاکی یونیفارم پہنے بھیڑ کو چیرتے آیا سلام کیا اور پستول نکال کر آپ پر تین گولیاں چلائیں ۱۰ منٹ کے اندر ہندوستان کا درخشندہ ستارہ ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ لیکن اس کی یاد ان دلوں میں باقی ہے۔ تاریخ اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ واقعی آج ہمیں اپنی زندگی کو سرسبز و شاداب رکھنے کے لئے ایسے ہی رہنما کی اشد ضرورت ہے کیونکہ شخصیتیں سماج کے آدرشوں کو اس کی نظر کے سامنے وضاحت کے ساتھ رکھنے۔ سماج کی دنیاوی اور روحانی ترقی پہ مہر لگانے اور اسے سماجی تہذیب کا جزو بنانے کیلئے ضروری ہیں گاندھی جی کی موت بقول علامہ محوی

ترا ایے وقت مرنا لہو مجھ کو رُلاتا ہے   جو یاد آتی ہے تیری سانپ دل پہ لوٹ جاتا ہے۔

شری تیج نارائن جیسوال

مہارشی والمیکی جینتی

ہندو عقائد کے مطابق رام کا دور تیرتا یگ کہلاتا ہے۔ صدیاں بیت گئیں مگر رام کا کردار مرد کامل کی حیثیت سے سارے عالم میں مقبول ہے شاعر مستقبل شناس ہوتا ہے۔ اسی لیئے یہ کہاوت ہے کہ والمیکی رشی نے رامائن رام کے جنم سے پہلے ہی مرتب کر لی تھی یہ بات اگر سعید یقین ہے تو بھی سب سے پہلے رام کی سوانح حیات کو مرتب کرنے کا سہرا والمیکی کے سر ہے والمیکی کے سر ہے۔ والمیکی کی رامائن سنسکرت میں ہے۔ سنسکرت ایک کلاسکی زبان ہے۔ اس لیئے سنسکرت میں لکھی گئی والمیکی کی رامائن بھلتی سے اور فن شاعری کا نمونہ ہے بہت سے مفکروں نے والمیکی کی رامائن کو ہی اپنے خیالات کے اظہار کا مرکز بنایا ہے۔ جن میں دورِ حاضر کے چکرورتی راج گوپال چاری کا نام سرفہرست ہے خود والمیکی نے اپنی رامائن میں یہ خیال پیش کیا ہے کہ رام کی کتھا دلکش اور پاک ہے اس کا خوب گان کرو۔ اس لئے والمیکی کے بعد کتنے ہی شاعروں نے اپنے اپنے ڈھنگ سے رامائن کو لعد میں ناٹک کے روپ میں بھی پیش کیا جانے لگا۔ رامائن اور رامائن کے ڈرامک رام لیلا کا یہ سلسلہ سنسکرت کے علاوہ ہندوستان کی کئی زبانوں میں مرتب کیا گیا۔

رام کا اعلیٰ کردار ہی ان کی کتھا کو عالم میں مقبول ہونے کا باعث ہے۔ روس جہاں مذہب کے لیئے بہت کم اہمیت رکھتا ہے۔ حال کے

برسوں میں رامائن بہت مقبول ہوئی ہے اور اس کے کئی ترجمے بھی
بنائے گئے رامائن کے ناٹک اور ڈرامے بیلے سینکڑوں مقامات پر
منعقد دبار پیش ہوئے ہیں۔

ہندوستان میں بھی شہنشاہ اکبر نے فارسی میں رامائن مرتب
کروائی تھی اور اس کا چرچا عالموں میں ہوتا رہتا تھا۔ اردو شاعری میں
رام اور رامائن پر توکئی مقالے لکھنے کی گنجائش ہے۔ اردو نظم و نثر دونوں
رامائن یا رام کی زندگی کے کئی اہم پہلوؤں کو پیش کیا گیا۔ اردو داں عوام رام کی
کتھائیں سن کر جھوم اٹھتے تھے۔ رامائن کے کئی ترجمے بھی اردو ادب کی زینت
ہیں اور شاید ہندی میں بھی اتنا پراثر بیان موجود ہے۔ پنڈت برج نارائن
چکبست کی رامائن منظوم اور علامہ اقبال کی نظم رام دل پر ایک
نقش قائم کرتی ہے۔"

رام لیلا ہندوستان کے دو شہروں میں بہت مشہور ہے ایک تو بنارس
کے رام نگر کی اور دوسری دہلی کی یہ دونوں رام لیلائیں تقریباً تین سو سال سے
مقبول ہے اس سے ہٹ کر ہزاروں مقامات پر دسہرہ کے دوران رام لیلائیں پیش
کی جاتی ہیں مگر رامائن اور خاص طور پر والمیکی رامائن اور تلسی رامائن کا اہم مقام ہے
ہندوستان کی جنوبی زبانوں تامل، تلگو، کنڑی، ملیالم میں بھی
رامائن ہیں اور سری لنکا کی سنہالی زبان میں بھی رامائن قدیم اور جدید
شاعروں نے لکھی ہے اور مختلف زاویوں سے رام کے کردار کا جائزہ لیا ہے
کسی نے کہا ہے کہ رام اور رام کتھا پر جتنا بھی لکھا اور کہا جائے کم ہے۔ آخر میں
اس مضمون کے آخر میں اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ رام کی رامائن سارے عالم انسانیت میں
بھائی چارگی، نیکی، شجاعت، ہمت اور محبت کی ایسی مشعل ہے جس سے ذہنوں کی ساری تاریکیاں دور ہو گئیں۔

آزاد ہندوستان کے عظیم دستور ساز

ڈاکٹر امبیڈکر جینتی

از:- محمد رضی الدین معظم

آزاد ہندوستان کے دستور سازوں میں سے ایک بابا صاحب امبیڈکر جو سماج کے کروڑوں پسماندہ طبقات کے مسیحا سمجھے جاتے ہیں جن کی صلاحیت و ذہانت، قومی خدمات کا اعتراف نہ صرف ہندوستان کی بلکہ دیگر ممالک کی عظیم شخصیات کرتی ہیں ۱۴ اپریل ۱۸۹۱ء کو مدھیہ پردیش کے قصبہ مہو کے ایک غریب اور اچھوت خاندان میں پیدا ہوئے تھے وہ بچپن سے ہی اپنی طاقت اپنے بل بوتے پر اپنی دنیا آباد کرنے کے قائل تھے۔ اپنی جد و جہد لگن سے ناسازگار حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے انہوں نے ہندوستانی عوام کے دلوں میں اپنے لئے جگہ پیدا کرلی۔

ڈاکٹر امبیڈکر نے بچپن سے ہی سماجی عدم مساوات چھوت چھات سے مقابلہ کرنا سیکھا انہوں نے اچھوتوں کے اتحاد کے اور ان کے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے زبردست جد و جہد کی اور اس کے لئے انہوں نے یہ احساس پیدا کیا کہ ہر قسم کی جد و جہد کی کامیابی تعلیم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان گنت تعلیمی ادارے پسماندہ اور اچھوت طبقات کے لئے قائم کئے۔ ان میں ملند کالج اورنگ آباد اور سدھارتا کالج آف کامرس بمبئی شامل ہیں۔ انہوں نے پیپلز ایجوکیشن سوسائٹی 1945ء میں قائم کی۔ دلتوں کے حقوق کے لئے جد و جہد کرتے ہوئے انہوں نے 1924ء میں بہشکریتا ہتکارینا سبھا قائم کی اور 1942ء میں شیڈولڈ کاسٹس

فیڈریشن کی داغ بیل ڈالی۔ انہوں نے اپنے جذبات، خیالات احساسات اور نقطہ نظر کی ترجمانی کے لیئے کئی اخبارات بھی شروع کئے ان میں پندرہ روزہ "موک نایک" قابل ذکر ہے جو ۱۹۲۰ء میں شروع کیا گیا پندرہ روزہ بہسکرتا بھارت جو ۱۹۲۷ء میں شروع کیا گیا اور "جنتا ویکلی" ۱۹۳۸ء میں شروع کیا گیا اس طرح بابا صاحب امبیڈکر نے میدان صحافت میں بھی اپنی عظمت وصلاحیتوں کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ امبیڈکر صاحب نے لندن میں منعقدہ گول میز کانفرنس میں دلتوں کی نمائندگی اور کابینی کمیٹی میں بھی اپنی حیثیت کو برقرار رکھا انہوں نے دلتوں کے مسائل اور مقدمات کی کامیابی کے ساتھ نمائندگی کی۔

وائسرائے کی ایگزیکٹیو کونسل (لیبر) کے ایک رکن کی حیثیت سے انہوں نے محنت کشوں کی اقل ترین اجرت، تنازعہ کی یکسوئی کے لئے سہ فریقی بات چیت شروع کی گئی۔ ڈاکٹر امبیڈکر جو پنڈت جواہر لعل نہرو کی کابینہ میں وزیر قانون رہے، انہوں نے ہندو کوڈ بل پارلیمنٹ میں پیش کیا۔ ان کی کاوشوں کی سراہنا کی گئی اور انہیں "ماڈرن منو" قرار دیا گیا۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے ہندو خواتین کے حقوق کا اس بل کے ذریعہ تحفظ کیا۔

بابا صاحب کو آنے والی نسلیں نہ صرف دستور ساز کی حیثیت سے بلکہ کئی ایک وجوہات کی بناء پر یاد رکھے گی۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے مختلف ممالک کے دستوروں کا مطالبہ کرتے کے بعد آزاد ہندوستان کا سب سے بہترین دستور مرتب کیا۔ جس میں ہندوستانی شہریوں کے بنیادی حقوق اور ہمارے وفاق کا ڈھانچہ شامل ہے۔ ڈاکٹر امبیڈکر ۶ دسمبر ۱۹۵۶ کو گزر گئے ۱۴ اپریل ۱۹۹۰ء کو بعد از مرگ انہیں بھارت رتن ایوارڈ سے نوازا گیا۔

★

سنہ ہجری رائج ہے جہاں ہجری سال کا حساب قمری اصول کے مطابق ہے اور چاند دیکھنے پر ہر ماہ کا پہلا دن پہلی تاریخ کو ظاہر کرتا ہے۔ دن ماہ سال اور تاریخ مقرر کرنے کا علم انسانی عقل کی ایک کارآمد ایجاد ہے۔ ایک ممتاز معظم عرب مورخ کا قول ہے۔

"تاریخ یقین کا مینار ہے اور شک و شبہ کو ختم کر دینے والی تلوار تاریخ سے حقوق میں امتیاز ہوتا ہے اور معاہدے طے کئے جاتے ہیں ہر شئے کی غایت تاریخ سے مقرر ہوتی ہے۔ ہر وقت کا پیمانہ تاریخ کے عمل سے طے ہوتا ہے۔ دنیا کے کارناموں کا تعین، قوموں کے کاموں کا حساب، زمانوں کی حد بندی سنہ و سال تاریخ سے ہوتی ہے۔

یقین سے یہ نہیں کہا جاتا کہ ابتداء میں دنیا نے کس طرح اس مفید اصول کو نافذ کیا۔ قیاس ہے کہ سنہ آدم نے رواج پایا ہو۔ قابیل شیثؑ اور حضرت ادریسؑ کی نسل میلادِ آدمؑ سے حساب کرتی تھی، طوفانِ نوحؑ تک یہ صورت رہی اس کے بعد تاریخ کا آغاز طوفانِ نوحؑ سے شروع ہوا کیونکہ اکثر کتابیں یہ ثبوت پیش کرتی ہیں کہ اگلی قومیں طوفان نوحؑ سے تاریخ کا حساب کرتی تھیں۔ زہری و شعبی کی تاریخ روایت کے مطابق بنی اسمٰعیل حجاز کے قدیم باشندوں نے حضرت ابراہیمؑ سے اپنا تاریخی ربط قائم کیا۔ بابل کے جابر شہنشاہ نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالدیا تھا اور آگ قدرت خداوندی سے باغ و بہار بن گئی حق و باطل کی ایک تاریخی جنگ یادگار چیز بن گئی۔ اسمٰعیلی عربوں نے اس واقعہ سے اپنا حساب شروع کیا۔ بیت اللہ شریف کی تاسیسی تاریخ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کی مدد سے انسانیت عامہ کے پہلے ایوان طہورۂ تقدیس آفریں حرم کعبہؓ کی تعمیر کو مکمل کر دیا تو "سنہ بناء بیت" جاری ہوا۔ قبیلہ معد کے انتشار تک یہ صورت رہی کعب بن لوئی کی موت تک "سنہ معد" جاری رہا۔ سنہ معد کے بعد سنہ کعب کا استعمال شروع ہوا۔ ایک زمانہ یہ بھی آیا کہ یمن پر حبش کا استبداد قائم ہوا حبش کا وائسرائے یمن کی آزاد حکومتوں کے فرائض کو پورا کرتا تھا دنیا کی ہر جبار و قہار حکومت محکوم قوم کے مذہب اخلاق اور اجتماعی مرکزیت کو ٹھیس پہنچانے کی کوشش کرتی رہی ہے۔ حبشی وائسرائے نے بھی یہ فیصلہ کیا کہ بیت اللہ شریف کی مرکزیت کو ختم کر دیا جائے اس نے حبش میں ایک مرکزی عبادت گاہ قائم کی اور اہل یمن کو ہدایت دی کہ انھیں اب بیت اللہ شریف کا رُخ کرنے کی ضرورت نہیں اور خود ایک ہاتھی پر سوار ہو کر بیت اللہ شریف کو ڈھانے کے لئے روانہ ہوا۔ خدائی طاقت کی اس پر ایسی مار پڑی کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گیا یہ واقعہ "واقعۂ فیل" کے نام سے تاریخ اسلام میں ممتاز و معظم ہے اور اسی سے عام الفیل یعنی سنہ فیل کا رواج ہوتا ہے۔ اسلام سے پہلے یہی سنہ جاری تھا۔ حضور نبیٔ معظم و مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مشرف تاباں اعجاز سا، عام الفیل میں ہوئی جس کو ۲۸ء جلوس نوشیروان کے مماثل سمجھا جاتا ہے۔

سنہ ہجری کا آغاز: دنیائے اسلام اور عالم وقائع میں تاریخی بنیاد قائم رکھنے کے لئے طہورۂ تقدیس آفریں شریعت نے بارہ مہینے مقرر کر دیئے۔ دنیا و مافیہا کے تمام واقعات

زکوٰۃ فرض ہے اُن پر قربانی واجب ہے اور صاحبِ ثروت و فضیلت
مال و متاع سے ممتاز ہوں تو اُن پر حج فرض ہے اور اگر کسی وجہ سے
قصداً لاپرواہی کریں تو بہت جلد افلاس و غربت کا شکار بن سکتے ہیں
اس ماہ کی نویں کو فریضۂ حج اور دسویں کو عید الضحیٰ یا قربانی دینی پڑتی
ہے۔ پہلی سے ۹ تک روزے رکھنا شرفِ تابانِ اعجاز ہے خصوصاً نویں کا
روزہ تو کسی بھی باہمت مرد و خواتین کو نہیں چھوڑنا چاہیے کہ وہ مسنون ہے
اور اجرِ عظیم ہے البتہ دسویں گیارھویں بارھویں تیرھویں تاریخوں میں
روزہ رکھنا حرام ہے۔ نویں کی صبح سے تیرھویں کی عصر تک مردوں کو
باآوازِ بلند اور عورتیں آہستہ تکبیرِ تشریق ہر فرض نماز کے ساتھ ہی ایک بار
کہنا واجب ہے اور تین بار کہنا سنت ہے۔ تکبیرِ تشریق یہ ہے۔ اللّٰہ اکبر
اللّٰہ اکبر لآ الٰہ الا اللّٰہ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد ۵

ذیحجۃ الحرام کی آخری شب دو رکعت پہلی رکعت میں سورۂ اخلاص
تین بار اور دوسری میں سورۂ ناس تین بار تو ۳۶۵ قرآن معظم کی
تلاوت کا ثواب ملتا ہے اور دلی مرادوں سے مشرف تابانِ اعجاز ہو سکتے
۱۸ ذیحجہ حضرت عثمان غنیؓ شہادت پائے۔ ۲ ذیحجہ حضرت علیؓ
کرم اللہ وجہہ خلافت مبارکہ سے اشرف سلیم مشرف تابانِ اعجاز ہوئے
یکم ذیحجہ سنہ ۸ھ عظمت ولادت فرزند رسولِ معظم حضرت ابراہیم ہوئی
۲ ذیحجہ تاریخ نزول اور حضرت جبرئیل ۱۴ ذیحجہ معجزہ شق القمر سے
رسولِ معظم مشرفہ تابانِ اعجاز ہوئے۔ ۲۲ ذیحجہ سنہ ۶۰ھ شہادت
فرزندان مسلم در کوفہ عمل میں آئی۔

معزز مکرم قارئین! اس طرح اسلامی کیلنڈر سنہ ہجری کے

مبارک نتیجہ تھا اس لیئے صحابہ کرام اجمعین آخری رائے پر حضرت منظور تجویز
پر متفق ہوئے اور اس طرح ہجرت کے پہلے سال کو "سنہ ہجری" قرار
دے کر تمام سرکاری تحریروں کو اس سے مزین کیا جانے لگا حضور
رسول معظم و مکرم ۱۹ جولائی ۶۲۲ عیسوی کو مکہ معظمہ سے ہجرت فرماتے ہیں
اور ۲ جولائی ۶۲۲ عیسوی مدینہ منورہ پہنچتے ہیں۔ اس طرح بحکم
امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلامی کیلنڈر کا
عالم وجود میں آکر ۱۹ جولائی ۶۲۲ء پہلی تاریخ قرار پائی۔ اس دن جمعہ تھا۔

سنہ ہجری میں مہینوں کا تعین

مروجہ قمری سال بارہ مہینوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ایک قمری سال میں
۳۵۴ دن ۸ گھنٹے، ۴۸ منٹ ۳۶ سکنڈ ہوتے ہیں جبکہ ایک شمسی سال
۳۶۵ دن اور چند گھنٹوں کا ہوتا ہے۔ لہذا ایک قمری سال ایک شمسی سال سے
تقریباً ۱۱ دن چھوٹا ہوتا ہے اور یہ فرق ۳۳ قمری سالوں کے بعد مکمل ایک
سال ہو جاتا ہے۔ اس طرح ۳۳ قمری سال ۳۲ شمسی سال کے برابر ہوتے ہیں۔
اس حساب سے اگر کسی سال میں رمضان المبارک کا مہینہ سخت گرمیوں
میں آئے تو ٹھیک ساڑھے سولہ سال بعد سخت سردیوں میں آئیگا کیوں
کیوں دو قمری مہینوں کا حاصل ۵۹ دن ہوتا ہے۔ جبکہ ایک مہینہ ۲۹ دن
۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ ۳ سکنڈ کے برابر سمجھا جاتا ہے اس لیئے عموماً ایک
مہینہ ۳۰ دن کا اور دوسرا مہینہ ۲۹ دن کا ہوا کرتا ہے۔ عام طور پر پہلا، تیسرا
پانچواں، ساتواں، نواں اور گیارھواں مہینہ ۳۰ دن کا اور دوسرا، چوتھا
چھٹا، آٹھواں، دسواں اور بارھواں مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی کبھار
دو مہینے مسلسل ۲۹ اور ۳۰ دن کے بھی ہوا کرتے ہیں۔ اس طرح

۳۵۴ دن تو پورے ہوجاتے ہیں لیکن ۸ گھنٹے ۴۸ منٹ ۳۶ سکنڈ یعنی ۱۱/۳۰ دن باقی رہ جاتے ہیں۔ کچھ تو اس فرق کو ہر تیس سال بعد دور کردیا جاتا ہے۔ یعنی ہر تیسویں قمری سال میں ۱۱ دن بڑھا لیئے جاتے ہیں۔ ایک اور طریقہ یہ ہے کہ دوسرے، پانچویں، ساتویں، دسویں، تیرھویں، سولھویں، اٹھارھویں، اکیسویں، چھبیسویں اور انتیسویں سال میں آخری مہینے ذیحجۃ الحرام میں ایک دن بڑھایا جاتا ہے جو کہ عام سالوں میں ۲۹ دن کا ہوا کرتا ہے اور جب بھی سال کبیسہ ہو ۳۰ دن کا ہوجاتا ہے۔

طہورہ تقدیس آفریں مذہب اسلام کا یہ مشرف تابان اعجاز ہے کہ ہر مہینہ چاند دیکھنے پر شروع ہوکر چاند دیکھنے پر ختم ہوتا ہے۔ جسکو رویت ہلال کہتے ہیں سارے عالم میں عموماً اور عالم اسلام میں خصوصاً رویت ہلال کمیٹی مقرر رہتی ہے جس کا فیصلہ اُس مقام کے مسلمانوں پر نافذ العمل رہتا ہے۔ اسلامی سال میں بارہ مہینے مقرر ہیں اس لیئے کہ حضور رسول معظمؐ نے ایک بار عیدالاضحیٰ کے خطبہ کے موقع پر فرمایا تھا کہ ایک سال صرف بارہ مہینے کا ہوتا ہے جیسا کہ کائنات کی تخلیق کے وقت تھا (مشکوٰۃ شریف) اسلامی سال کے بارہ مہینوں کے نام اس طرح ہیں: محرم الحرام، صفر المظفر، ربیع الاول، ربیع الآخر۔ جمادی الاولیٰ جمادی الاخریٰ۔ رجب المرجب۔ شعبان المعظم، رمضان المبارک شوال المکرم، ذوالقعدہ الحرام، ذوالحجۃ الحرام۔ اِن تمام مہینوں کے نام کسی دیوی دیوتا یا فرضی خداؤں کے نام پر نہیں رکھے گئے بلکہ کچھ لغوی اعتبار سے ہیں تو کچھ واقعات و مشاہدات پر مبنی ہیں یہاں یہ امر حیرت انگیز ہے کہ ۱۴ سو سال سے قبل یہ نام رکھے گئے حالانکہ اس زمانے

اسی دائرہ میں محدود ہیں۔ کوئی تاریخی واقعہ اس دائرہ سے خارج نہیں اگر شریعت کی طرف سے یہ حد مقرر نہ ہوتی اور ان کی تحدید قمری حساب پر نہ کیجاتی تو اسلام کے وسیع و عریض دائرہ میں محدود میں داخل ہونے والوں کے لئے ماہ صیام و مناسک حج جیسے فرائض کی ادائیگی میں دقتیں پیش آتیں یہی ایک عدۃ الشہور سالانہ معاملات کی نگہداشت کا زبردست آلہ ہے جس کے ذریعہ ہم بہت سے امور اسلاف کا از روے تاریخ معائنہ کرسکتے ہیں۔

خلیفۃ رسول اللہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عصر ورشد وہدایت میں "سنہ ہجری" کا آغاز ہوتا ہے ایک مرتبہ عراقی گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری کو امیر المومنین کا ایک فرمان پہنچا۔ اس پر کوئی تاریخ درج نہ تھی حضرت اشعری نے حضرت امیر المومنین کو اس امر عظیم کی جانب توجہ دلائی۔ ایسے وقت میں چھ سو سال سے حضرت عیسیٰ کا سنہ ولادت کا رواج تھا۔ حضرت امیر المومنین نے مجلس شوریٰ (مشاورتی کونسل) میں اس مسئلہ کو پیش فرمایا تین قسم کی رائے قائم ہوئی۔ ایک رائے یہ تھی کہ حادثۂ فیل سے سنہ وسال شروع کیا جائے۔ دوسری رائے یہ تھی کہ زمانہ رسالت یعنی سنہ میلاد نبوی صلعم سے شروع کریں اور تیسری رائے یہ تھی کہ ہجرت مدینہ منورہ کے عظیم الشان اور عمیم الاثر واقعات سے سنہ وسال کا آغاز کیا جائے چونکہ ہجرت کا واقعہ مدینہ منورہ کے نتیجہ خیز سفر نے ظہور کے تقدیس آفریں مذہب اسلام کو شرف تاباں اعجاز سے عروج انوار کیا تھا اور فتح مکہ معظمہ بھی اسی ہجرت تمناء حقانی کا

ہجرت کے تقریباً ۱۷ سال بعد سنہ ہجری کی ابتدا ہوتی ہے۔ رسولِ معظمؐ کے سفرِ ہجرت کی تاریخ ہی کو پہلی تاریخ قرار دیا گیا۔ اس دن جمعہ تھا۔ سنہ عیسوی کے لحاظ سے ۶۲۲ء ۱۹ یا ۲۵ جولائی تھی۔ یہ مہینہ منسوب الی اللہ بھی ہے۔ محرم نام اس لئے بھی ہوا کہ شیطان کا دخول جنت مطلقاً حرام ہو گیا۔

باری تعالیٰ نے اس ماہ کی تیس دن کی عمر میں ہر سال ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں برکات لاتعدا ہی عطا کئے ہیں۔ اس کے ایک پہلو میں غم کی دنیا ہے تو دوسرے پہلو میں دنیا کا غم ہے عشرہ اولیٰ کے محبوب عفت نعمان دامن میں ایک بھولی شان والی صورت بصورت اجمالی باسم "عاشورہ" جلوہ نما و محجوب ہے تا جبیہ عقیل سعادت ہے کہ جس کے ان گنت برکات کے ذریعہ اقبالِ مسعود کریمہ محمود صدیقہ عطاء اللہ لیق عظیم ممتاز معظم شہنا نظیر ہستیاں بارگاہِ رب العزت میں فائق مکرم ہوئیں۔

یوم عاشورہ کو لہو ولعب فضولیات ٹی وی ویڈیو وغیرہ کے ذریعہ حرامکاری میں وقت گزارنا گناہ عظیم ہے۔ حضرت سید الشہداء اور ان کے رفقائے مکرم کی مصیبت و تکلیف کو یاد کریں اور ان کے صبر و استقلال پرہیزگاری و ایثار سے درس عبرت لیں اور جو کچھ بھی اللہ واسطے ہو سکے غریب مسکین بیوہ یتیم اور ضعیفوں کو جو کام کاج کے لائق نہ ہوں حتی المقدور مدد کر کے ان کے دلوں کو خوش کریں اپنے گھر پکوان میں اچھے سے اچھے زیادہ کر کے دوسروں کو کھلوائیں اس نیک حسن عمل سے اللہ تبارک تعالیٰ سال بھر اس گھر کو خیر و برکت سے معمور و منور کر دیتا ہے جو اشرف سلیم مشرف تاباں اعجاز ہے۔

صفر المظفر:- سنہ ہجری کا دوسرا مہینہ ہے صفر کے لغوی معنی

خالی یا زرد کے ہیں۔ ایام جاہلیت میں صفر کے دو مہینے تھے صفر الاولیٰ اور صفر الآخرہ۔ سنہ ہجری کا آغاز ہوا تو بحکم رسول معظم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سال میں صرف بارہ مہینے قرار پائے۔ صفر الاولیٰ کی جگہ محرم الحرام نے لی اور صفر الآخر صرف صفر قرار دیا گیا اور صفر اس لئے نام پڑا کہ عرب اس ماہ میں قتل و غارت گری کرتے اور ان کے مکان خالی رہتے تھے۔ علاوہ اسکے یہ مہینہ موسم خزاں میں آتا تھا اور درختوں کے پتے زرد پڑ جاتے تھے۔ صفر کے ایک اور معنی عربی زبان میں پیٹ کے اس کیڑے کو کہتے ہیں۔ جو بھوک لگنے پر آنتوں کو کاٹنے لگتے ہیں۔ ماہ صفر المظفر میں حضرت آدمؑ جنت سے نکالے گئے۔ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے مابین معاہدہ ہوتا ہے اس ماہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا وصال ہوا۔ صفر المظفر کی سب سے بڑی ثروت و فضیلت یہ ہے کہ اس کے آخری چہار شنبہ کو رسول معظمؐ نے غسل صحت فرمایا اور جنگل کو تشریف لے گئے پس جو کوئی اس روز بہ اتباع سنت نبویؐ غسل کرکے اچھے کپڑے پہنے خوشبو لگائے فعل حرام قمار وغیرہ سے محفوظ رہیگا تو بفضل ربی سال تمام خوشی و مسرت منظور مشرف تابار احباب پائیگا۔

روایت ہے کہ جو کوئی آخری چہار شنبہ کو سورۂ الم نشرح والتین اذا جاء اور سورۂ اخلاص اسی اسی بار پڑھیگا دلی مرادیں بر آئیں گی۔ بوقت طلوع آفتاب اس روز اس تعویذ کو لکھکر پانی میں گھولکر چاندی کا چھلا اس میں بندرہ منٹ رکھکر سیدھے ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنتے سے بواسیر کے مرض کو دافع ہے اور بوقت ولادت آسانی کے لئے حاملہ کے کمر میں باندھے سے بحسن و خوبی ولادت سے اشرف تسلیم مشرف تاباں رہیں گی انشاءاللہ۔

میں جبکہ اسلام کی روشنی کا نام ونشان بھی نہ تھا اور نہ خدائے واحد کا تصور تھا بلکہ سارے عرب پر سینکڑوں خداؤں کی پرستش رائج تھی ۴۱۲ء میں عربوں کے کیلنڈر میں اضافی مہینہ شروع ہو گیا تھا جو دسویں سنہ ہجری تک جاری رہا یہ اضافہ ہر تیسرے سال کیا جاتا تھا جس کے باعث لوگوں میں الجھنیں پیدا ہو کر نہ تو وہ قمری سال ہی رہتا نہ ہی شمسی سال سے مطابقت رکھتا جس سے اضافے کا مقصد فوت ہو کر رہ گیا تھا۔ اس تیرھویں مہینے کے اضافے کو حضور رسول مکرم نے ہجرت کے دسویں سال سختی سے منع فرما دیا اور بحکم کجۂ عروج ارشادِ محمدی سنہ ہجری بارہ مہینہ ہی کا تاقیامت جاری ہو گیا۔ الحمد للہ۔ اسلامی سال سنہ ہجری کے بارہ مہینے اس طرح قرار پائے۔ محرم۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الآخر۔ جمادی الاولیٰ۔ جمادی الاخریٰ۔ رجب۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔ ذلقعدہ۔ ذی حجہ ہے۔ عربوں میں اسباب واتفاقات سے جو واقعات پیش آئے تھے اسی کی روشنی میں تمام بارہ مہینوں کے نام لغوی اعتبار سے اور واقعات سے متعلق ہیں۔ ذیل میں ہر مہینہ کی وجہ تسمیہ اور واقعات وفضائل درج ہیں۔

محرم الحرام: محرم کے لغوی معنی حرمت والا احرام کیا گیا ممنوع وغیرہ ہیں۔ سنہ ہجری کا پہلا مہینہ ہے۔ ایام جاہلیت میں اس مہینہ کا نام موجود نہ تھا بلکہ اس کی جگہ صفر الاولیٰ کہا جاتا تھا۔ جب دنیا مشرف بہ اسلام سے ممتاز ہوئی تو اسکو محرم الحرام کے نام سے بدل دیا گیا اور اس کے بعد کا مہینہ جو صفر الآخرہ کہلاتا تھا۔ صرف صفر کہلانے لگا۔ کیونکہ جب اولیٰ ختم ہو گیا تو آخرہ کا کوئی مطلب نہیں۔ محرم کا نام اس لیئے محرم پڑا کہ اسمیں قتال کو حرام سمجھا گیا یہ مہینہ متبرک مہینوں میں سے ایک ہے۔ اس ماہ میں جنگ وغیرہ ممنوع تھی۔

تعویذ یہ ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ الٓمٓ ۔ الٓمٓصٓ ۔ الٓرٰ ۔ قٓ ۔ نٓ ۔ الٓمٓرٰ ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ ۔ حٰمٓ ۔ عٓسٓقٓ طٰہٰ صٓ یٰسٓ طٰسٓمٓ طٰسٓ ۔ اکثر لوگ خصوصاً عورتیں اس ماہ کو منحوس جانتی ہیں کوئی نیا کام نہیں کرتیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ نہ یہ مہینہ منحوس ہے اور نہ اس میں شادی بیاہ منع ہے نہ کسی کام کی ابتداء باعث نحس یا تکلیف دہ ہے۔ آخری چہار شنبہ کو زیادہ تر عبادت میں گزاریں۔ عاملین فرماتے ہیں کہ اس رات چار رکعت نفل اس طرح پڑھئے۔ پہلی رکعت میں سورہ کافرون پندرہ مرتبہ دوسری میں سورۂ اخلاص پندرہ بار تیسری میں سورۂ فلق پندرہ مرتبہ اور چوتھی میں سورہ ناس پندرہ بار پڑھکر سلام پھیرنے کے بعد درود شریف و کلمہ طیبہ ۷ مرتبہ پھر درود شریف صرف ۷ مرتبہ پڑھکر تمام ارواحِ عالم کو ثواب پہنچا کر دعا کیجئے انشاء اللہ دلی مراد سے مشرف تا بانِ اعجاز پائیں گے۔

ربیع الاول ۔ ربیع الآخر: سنہ ہجری کا بالترتیب تیسرا اور چوتھا مہینہ ہے۔ ربیع کے آخری معنی موسم بہار کی بارش ہے البیرونی کا قول ہے ربیع موسم خریف یا خزاں ہے۔ جبکہ ربیع کا مطلب موسم بہار بھی ہے۔ بعض اہل عرب ربیع کو ایسی فصل قرار دیتے ہیں جس میں غلہ اور میوے اتارے جاتے ہیں اور یہ خریف کا موسم ہے یعنی موسم خریف کو ربیع الاول کہتے ہیں۔ اس کے بعد جو فصل ہوتی ہے یعنی جاڑے کا موسم رہتا ہے جس میں پھل پھول اور کلیاں نکھرتی ہیں ربیع الآخر کہا گیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ عرب اس ماہ میں مال لوٹ کر لا کر تقسیم کر لیتے تھے جو چار حصوں میں تقسیم کر لیا جاتا تھا جسے عربی میں تربیع کہا جاتا ہے

جو ربیع کا مشتق ہے۔ ربیع الاول کو مخصوص اشرف سلیم مشرف تاباں اعجاز حاصل ہے کہ اسی ماہِ معظم و مکرم میں نبی ممتاز معظم المرسلین اعظم الخلقیا ذکی النبیین اشرق الاتقیاء رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیائے عالم میں رونق افروز ہو کر تمام عالم کو اپنے جمال باکمال سے روشن و منور حمید فرما دیا۔ تاریخ عظمت ولادت ۱۲ ربیع الاول شریف ہے سب کا اس پر اتفاق ہے۔ نوشیروان کے انتقال کے بعد حضور مکرم کی عمر شریف (۸) سال تھی نوشیروان کا ۵۷۹ء میں انتقال ہوا اس سے رسول معظم کا سنہ ولادت ۵۷۱ء ظاہر ہوتا ہے۔ اس ظہورِ تقدیس آفریں معظم و مکرم مہینہ میں کثرت درود شریف کا ذکر اشرف سلیم مشرف تاباں اعجاز ہے۔ حتی الامکان ٹی وی ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ فلمی عشقیہ گانے لہو و لعب حرامکاری سے بالکل محفوظ رہیں کرکٹ کھیلنا بھی تضیع اوقات ہے۔ کوئی امر بھی خلاف شرع نہ ہونے دیں اس ماہ میں روزانہ غسل کرنا بھی ثواب عظیم ہے کم از کم بارھویں شب اور ۱۲ ربیع الاول کو ذکر درود شریف تلاوت قرآن مکرم عبادات میں مصروف رہیں تو ان کی قبر پر تا قیامت رحمت باراں کا نزول رہتا ہے۔ ربیع الآخر کی گیارہ تاریخ بھی اپنے آپ کو شریعت کی خلاف ورزی سے پاک رکھیں اور گیارھویں کی شب اور ۱۱ ربیع الآخر کو تجمہ شریف (؟) معراج ثناء حقانی معراج لطفِ صمدانی مہ تاج فضل نورانی حضرت غوث الاعظم کے نام نامی اسم مبارکہ سے منسوب ہے حسب استطاعت بہتر طعام و شیرینی پر فاتحہ روحِ سرکار غوثیہ کے ذریعہ اہتمام کریں گھروں میں خوب برکت رہے گی۔

جمادی الاولیٰ۔ جمادی الاخریٰ: سنہ ہجری کے بالترتیب پانچویں

چھٹے مہینے ہیں۔ جمادی کا مطلب منجمد ہونا ہے۔ اُس زمانہ میں یہ سخت سردیوں میں آتا تھا۔ جس کے باعث پانی منجمد ہو جاتا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ دونوں مہینے [illegible] میں آتے جبکہ زمین بارش نہ ہونے سے خشک اور پیاسی ہو جاتی تھی، اور جمادی کے لغوی معنیٰ آنکھ کے آنسو بھی ہیں ایسے میں اگر زمین کو آنکھ تصور کریں تو مطلب واضح ہو جاتا ہے۔

۱۹ر جمادی الاولیٰ حضرت خدیجہؓ رسول معظمؐ کے عقد نکاح میں آئیں اسی تاریخ کو جد امجد حضرت عبدالمطلب ۱۱۰ برس کی عمر میں رحلت کر گئے اسی تاریخ کا واقعہ ہے کہ رسول مکرمؐ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ ملک شام کا پہلی بار سفر فرمایا تھا۔ یکم جمادی الاول کو بیس رکعت نماز بعد سورۂ فاتحہ سورۂ اخلاص کیساتھ پڑھکر ایک سو بار درود شریف پڑھیں اور دُعا مانگیں اشرف سلیم مشرف تاباں اعجاز سے ممتاز رہیں گے۔ دلی مرادیں بر آئیں گی۔

یکم جمادی الآخر کو نبی ممتاز معظم المرسلین کی والدۂ محترمہ حضرت بی بی آمنہ کا عقد مسعود حضرت عبداللہ سے ہوا تھا۔ ۲۰ر جمادی الآخر کو حضرت فاطمہؓ کی ولادت باسعادت عمل میں آئی ۲۲ر جمادی الاخریٰ حضرت ابوبکر صدیق رحلت فرما گئے۔ یکم جمادی الاخریٰ بعد نماز مغرب پندرہ مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک ایک بار فلق وناس پڑھکر حالت سجدہ میں تیس بار ایاک نعبد و ایاک نستعین کہے اور دعا مانگے انشاء اللہ دلی مرادیں بر آئیں گی۔ اللہ سب کو اس کی توفیق دے آمین۔

۱۶ر جمادی الاولیٰ حضرت برہنہ شاہ صاحبؒ اور ۱۷ر جمادی الاولیٰ حضرت زندہ شاہ مدارؒ اور ۱۳ر جمادی الاخریٰ حضرت حسین شاہ ولیؒ وصال فرمائے۔

رجب المرجب: سنہ ہجری کا ساتواں مہینہ ہے رجب کے معنی وسط کے ہیں اور لغوی معنی تعظیم کرنا ہے اہل عرب اس ماہ میں جنگ و جدال سے باز رہتے تھے۔ ایام جاہلیت میں اسکی بڑی تعظیم تھی رسول مکرمؐ نے ایک بار فرمایا کہ رجب ٹھنڈے پانی کے چشمے کے مانند ہے جو کہ آسمان سے بہہ رہا ہو۔ اس مہینہ کا نام شہر اللہ بھی ہے اسی طرح نبی مکرمؐ کا ارشاد ہیکہ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ اس ماہ معظم و مکرم کی عظمت تمام مہینوں پر مانند بزرگی قرآن کے ہے۔ بہشت میں ایک نہر رجب نامی ہے جسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ شیریں و ٹھنڈا روح افزا ہے۔ ستائیسویں شب شب مبارکہ معراج تمام عالم کے لئے اشرف سلیم مشرف تابان الحجاز و عطیۂ اکرم ہے جس کی عبادت و ریاضت و ذکر نبی مکرم نعمت عظمیٰ ہے منہ مانگی مراد پانے کی رات ہے بھٹکے ہوؤں کے لئے ناجیہ تحقیل عفت نعمان مسرت منظور اشرف سلیم شب ہے ۲۷ ویں رجب کا روزہ کا ثواب کی کوئی حد نہیں حضرت امام شافعیؒ ۴ر حضرت عثمان غنیؓ ۱۶ر حضرت امام جعفر صادقؓ ۱۷ر حضرت ام سلمہ ۱۹ ر رجب کو وصال فرمائے ۔ اس ماہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ولادت عمل میں آئی ۔ ۶ ر رجب حضرت غریب نواز وصال فرمائے ۔

شعبان المعظم: شعبان سنہ ہجری کا آٹھواں مہینہ ہے شعبان لفظ شعب سے مشتق ہے۔ لغوی معنی علیحدہ کرنا ہے۔ اہل عرب کو اس زمانے میں پانی کی تلاش کے لئے اپنے اپنے گھروں سے نکل جانا پڑتا تھا۔ جس کے باعث وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاتے تھے۔

لحاظ سے رمضان کے معنی جلانے کے بھی اُس زمانے میں اتنی سخت گرمی پڑتی تھی کہ پاؤں کے تلوے جلنے لگتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ روزہ کی وجہ سے روزہ داروں کے گناہ جلا دیئے جاتے ہیں ۲ھ میں روزے فرض ہوئے۔ رمضان میری اُمت کا مہینہ ہے ہر مسلمان عاقل بالغ مرد عورت پر روزے اس ماہ میں فرض ہیں اس سے انکار کفر ہے روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ دل آنکھ کان ہاتھ پیر ناک زبان غرض ہر عضو سب کا روزہ ہے نہ کہ ایسا ہو منہ بند رہا ہو اور اعضاء گناہوں میں مشغول ہوں ٹی وی دیکھنا فلمی عشقیہ گانے سُننا گالی گلوج فضول بکواس سب گناہ عظیم ہیں۔ روزہ دار کا سونا عبادت خاموشی ذکر الٰہی اور عبادت کا ثواب حد درجہ ہے جس کا حساب نہیں لہذا روزہ دار کو لہو لعب و گناہوں سے بچنا اور حلال کمائی کھانا نہایت ضروری ہے۔ رمضان المبارک میں صرف فرض کی ادائیگی یعنی نماز پنجگانہ روزہ رکھنا زکوٰۃ دینا ساتھ ہی تراویح پڑھنا ہر روزہ ایک ماہ کی عبادت و ریاضت کا ثواب گناہ سے بچنے کی صدق دل سے کوشش کرنا ہر روز جہاد کا ثواب ہے اسی میں ایک ایسی مسرت منظور اشرف سلیم مشرق تاباں اعجاز والی رات ہے جسے لیلۃ القدر کہتے ہیں جس کی صرف ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی راتوں کی عبادتوں سے بھی افضل علیہ اکرم ہے جس میں منہ مانگی مرادیں پوری کی جاتی ہیں کہ نزول قرآن کی ممتاز منظر رات ہے۔ اسی ماہ میں حضرت موسیٰ پر توریت نازل ہوئی نزول صحف شریف آدم علیہ السلام کا بھی مہینہ ہے ۳ رمضان المبارک حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا - ۱۰ رمضان المبارک حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا - ۱۶ رمضان حضرت عائشہ حمیرہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رحلت فرما گئے۔ ۲۰ رمضان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔

نبی ممتاز معظم المرسلین کا تسمیم ارشاد ہے۔ شعبان میرا مہینہ ہے اس ماہ معظم میں روزہ رکھنے کے بے پناہ فضائل ہیں خصوصاً پندرھویں کا روزہ مشرقت تاباں اعجاز وعطیہ اکرم ہے بلکہ پندرھویں شب شب برات خود عطیہ اکرم ہے۔ جسمیں حق سبحانہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماکر مخلوق عالم کو رزق روزی درازی عمر صحت و تندرستی ومغفرت ونجات کی نعمتوں سے ممتاز فرماتا ہے۔ گنا ہگار بندگان خدا کی توبہ قبول کیجاتی ہے۔ فی زمانہ ٹی۔وی، ویڈیو پر فلمی عشقیہ گانے پروگرام وحرامکاری کرنے والے، زانی، شرابی نجومی، ماں باپ وشوہر کے نافرمان، رشتہ قطع کرنیوالے جادوگر کرتوت کرنے کرانیوالے اس اقبال مسعود رات کی سرفرازیوں سے محروم رہتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جسکو اس رات خوب ہلایا جاتا ہے جس کے پتوں پر سارے عالم کے لوگوں کے نام لکھے ہوتے ہیں جب وہ پتے جھڑتے ہیں جھڑنے والے پتے پر لکھے ہوئے نام والے لوگ سال رواں میں انتقال کرجاتے ہیں ہر مسلمان مرد عورت کو چاہیئے کہ اس رات میں ماں باپ، دوست احباب، میاں بیوی ایکدوسرے سے اپنے حقوق کی لاپرواہی کے بارے میں معافی چاہیں اللہ انھیں معاف کردیگا۔ آتشبازی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے آمین۔

حضرت عمرؓ اور حضرت امام حسینؓ کی اسی ماہ میں ولادت باسعادت عمل میں آئی حضرت امام اعظمؓ اور حضرت بی بی کلثوم نے رحلت فرمائی۔

رمضان المبارک: سنہ ہجری کا نواں مہینہ ہے۔ رمضان لفظ رمض سے نکلا ہے۔ جس کے معنی موسم گرما کے ہیں یہ اس زمانے میں موسم گرما میں آیا کرتا تھا۔ اسلامی کیلنڈر کے

شوال المکرم: سنہ ہجری کا دسواں مہینہ ہے شوال المکرم کا چاند دیکھنے پر عید الفطر ہوتی ہے جسمیں صاحب نصاب پر صدقہ فطر واجب ہے شوال لفظ شائلہ سے نکلا ہے۔ شائلہ ایسی اونٹنی کو کہا جاتا ہے جسکو ۷، ۸ ماہ کا حمل ہو اور وہ اپنا دودھ کھو بیٹھے اسلیئے شوال کے معنی اُٹھنا ہیں ایام جاہلیت میں یہ ایسے موسم میں آتا تھا۔ جب کہ اونٹنیوں کا دودھ اُٹھ جایا کرتا تھا۔ جسکے باعث شوال نام پڑ گیا۔ عرب اسکو نحوست کی علامت کا مہینہ سمجھتے تھے خصوصًا شادی بیاہ سے دور رہتے تھے۔ حضور نبی ممتاز معظم المرسلین اعظم الانبیاء ذکی النبین اشرق الاتقیاء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ماہ مکرم میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ حمیرہ رضؓ سے عقد سعیدہ اعجاز فرماکر عربوں کے نحس خیالات کو جڑ پیڑ سے اکھاڑ دیا یہی وجہ ہے کہ آج سارے عالم میں ماہ شوال المکرم میں شادی و نکاح کرنا عطیۂ کرام و اشرف سلیم مشرف تاباں اعجاز بن گیا۔ جس مسلمان نے کامل رمضان شریف کے روزے رکھکر ۲ شوال سے مسلسل چھ روزے رکھے تو گویا وہ ایسا ہو جاتا ہے۔ جیسے سال بھر روزہ دار رہا۔ اس ماہ میں چار رکعت پڑھیں اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص ۲۱ بار تو منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں ۱۱ شوال ۳ھ غزوہ احد ہوئی تھی ۲۔ شوال کو حضرت بی بی رقیہ رضؓ رحلت فرما گئیں یکم شوال حضرت فخر الدین رازیؒ ۵ حضرت خواجہ عثمان ہارونی ۶ حضرت شیخ سعدیؒ ۷ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ ۸ حضرت اویس قرنیؓ ۱۴ حضرت شیخ الف مجدد ثانیؒ ۱۷ حضرت امیر خسروؒ وصال فرما گئے۔

ذیقعدۃ الحرام: سنہ ہجری کا گیارھواں مہینہ ہے ذی قعدہ یا

ذوالقعدہ لفظ قعود سے ہے جس کے معنی بیٹھے رہنے کے ہیں۔ اِس زمانے میں عرب جنگ سے باز رہ کر اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے تھے۔ یہ مہینہ حرمت والے متبرک چار مہینوں سے ایک ہے۔ عرب ان چار مہینوں محرم، رجب، ذلقعدہ اور ذی الحجہ میں جنگ و جدل سے دور رہا کرتے تھے اگر کہیں جنگ ہو تو بھی اسے ملتوی کر کے صلح کر لیتے تھے۔ پھر بھی جنگ خندق ۵ھ اسی ماہ میں ہوئی ہے۔ جس کا ذکر قرآن معظم میں ملتا ہے۔

یہ اللہ کا مہینہ ہے اس میں فرائض پنجگانہ کے علاوہ نوافل، خیر خیرات بالخصوص طالبانِ دین کی بھرپور خاطر تواضع کی جائے تو اللہ رب العزت کے فضل سے ہمیشہ عزت و احترام سے کثرتِ رزق اور آخرت میں بے پناہ اجرِ عظیم سے اشرف سلیم مشرف تاباں انجانہ پائیں گے۔ اِس ماہ میں ہر جمعہ چار رکعت نماز اس طرح پڑھیے کہ ہر رکعت میں سورہ اخلاص بیس بار پھر سر بہ سجود دُعا کیجئے دلی مرادوں کی اشرف سلیم قبولیت سے مشرف تاباں ہوں گے۔

یکم ذلقعدہ حضرت فاطمۃ الزہرا کا عقد مسعود عمل میں آیا۔ ۲۸ ذلقعدہ حضرت امیر حمزہ نے جنگ احد میں شہادت پائی ۱۶ ذلقعدہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ۱۴ ذلقعدہ حضرت شاہ خاموش ۱۷ ذلقعدہ مولانا محمد علی جناح ۷ ذلقعدہ حضرت اجالے شاہ ۸ ذلقعدہ حضرت اورنگ زیب عالمگیر وصال فرما گئے۔

ذی الحجۃ الحرام: سنہ ہجری کا آخری اور بارھواں مہینہ ہے اس ماہ میں حج ہوا کرتا تھا اور تا قیامت اسکا سلسلہ جاری ہو گیا ذوالحجہ کا مطلب مالک ہے اور یہ مہینہ حج کا مالک ہے یہ بھی چار متبرک مہینوں میں سے ایک ہے اور اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے جن لوگوں پر

بارہ مہینوں کی بہت اہمیت و واقعات سارے عالم کے لئے اشرف سلیم مشرف تاباں اعجاز عطیہ اکرم ہے۔ بلکہ نجمۂ عروج انوار ربانی اعراج ثناء حقانی معراج لطف صمدانی مہ تاج فضل نورانی منور حمید صدیقہ عطاء ارجمند فیوض و برکات و رحمتوں سے معمور شب و روز شریعت کا دامن مضبوطی کے ساتھ پکڑنے والوں کے لئے لمحہ بہ لمحہ منہ مانگی مرادیں پانے کے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔

یہاں اس بات کا بھی ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ماضی بعید میں بڑے بوڑھے خصوصاً خواتین محرم سنہ ہجری کو ماہِ الہٰی سے یاد کرتے تھے اور ان بارہ مہینوں کو اس طرح گنتے تھے محرم تیرہ تیزی (صفر) بارہ وفات (ربیع الاول) گیارھویں (ربیع الآخر) مدار (جمادی الاولیٰ) حسین شاہ ولی (جمادی الاخریٰ) رجب، شعبان، رمضان، شوال اور بکر عید (ذی الحجہ) آج بھی کچھ لوگ اس طرح باقی ہیں جنھیں ماہِ الہٰی یعنی سنہ ہجری کے مہینوں کے سوا دوسرے اور کیلنڈروں سے واقف ہیں۔

سنہ ہجری میں ہفتہ کا تعین: دنیا میں مروجہ کیلنڈروں کے ذریعہ ماہ و سال کے ساتھ ساتھ "ہفتہ کے سات دن" مقرر ہیں اسی طرح اسلامی کیلنڈر سنہ ہجری میں بھی ہفتہ کے سات دن مقرر ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ عہد عتیق کے قدمائے فارس اور مصر میں ہفتوں کا استعمال نہیں جانتے تھے۔ سب سے پہلے ہفتوں کا استعمال اہالی بر الشام نامی علاقے اور اطراف و اکناف والوں نے کیا تھا کیوں کہ حضرت موسیٰ علیہ سلام نے توریت کے ذریعہ خبر دی تھی کہ اللہ سبحانہٗ نے آسمانوں اور زمینوں کو

تیسرا قدم مہابلی کے سر پر رکھا اور مہابلی کو عالم برزخ (پاتال) میں بھیج دیا۔ اس رات مہابلی نے مہاوشنو سے درخواست کی کہ سال میں ایک مرتبہ اسے کیرالا آنے کی اجازت دی جائے، تاکہ وہ اپنی رعایا کی خیریت معلوم کرے مہاوشنو نے مہابلی کی درخواست منظور کرلی اور مہابلی کو سال میں ایک مرتبہ کیرالا آنے کی اجازت دیدی۔ کہا جاتا ہے کہ مہابلی "اونم" کے تہوار کے دن اپنی رعایا کو دیکھنے کے لئے کیرالا آتا ہے۔ اسی خوشی میں اونم کا تہوار بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

اونم کے تہوار کی اہمیت ملیالی اس تہوار کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ اس تہوار میں گھر کے ہر فرد کی شرکت ضروری خیال کی جاتی ہے۔ خاندان کا کوئی فرد اگر کیرالا کے باہر ہو تو اس کو اونم کے تہوار میں شریک ہونے کے لئے اپنے گھر آنا ضروری ہوتا ہے۔ اونم کے تہوار کی ایک اور اہمیت یہ بتائی جاتی ہے کہ نائر خاندان میں جب کسی کنواری لڑکی کی منگنی ہوجاتی ہے تو اس کے منگیتر کو اونم کے تہوار کے دن لڑکی کے گھر آکر ان کو اونم کا تحفہ دینا پڑتا ہے۔ اگر اونم کے تہوار کے دن منگیتر لڑکی کے گھر نہ آئے تو لڑکی کو اس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس منگیتر سے شادی نہ کرے

تہوار اونم کے تہوار کا آغاز اتھم سے ہوتا ہے اور "تیرو اونم" کو ختم ہوتا ہے۔ اتھم تہوار کے پہلے دن کو کہا جاتا ہے۔ (تیرو اونم آخری دن کو) اتھم سے تیرو اونم تک دس دن کا وقت ہوتا ہے۔ تہوار کی تیاریاں اتھم سے پانچ دن پہلے شروع ہوجاتی ہیں۔ پانچ دن پہلے گھر کے آنگن میں چکنی مٹی کا ایک مستطیل نما چھوٹا چبوترہ بنایا جاتا ہے جس کو گوبر سے لیپا جاتا ہے۔ یہ اونم کی پوجا کا چبوترہ کہلاتا ہے۔ جس کو ملیالم میں "پوتھارا" کہتے ہیں۔

کیرالا آتا ہے۔ اسی عقیدت کے تحت یہ تہوار یہاں بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے تاکہ مہابلی کو یہ بتائیں کہ اس کی رعایا امن اور چین کی زندگی بسر کر رہی ہے۔

اونم کی تاریخی اہمیت

کہا جاتا ہے کہ کسی زمانہ میں کیرالا پر رکشا راجہ (جو اب مہابلی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) کی حکومت تھی۔ یہ راجہ رعایا پرور سخی اور بہت نیک راجہ تھا۔ اس کے دورِ حکومت میں کیرالا کے لوگ امن اور چین کی زندگی گزارتے تھے۔ اس کے دورِ حکومت میں نہ کبھی چوری ہوئی اور نہ کبھی ڈاکہ پڑا۔ نہ چور تھے اور نہ چوری کا ڈر۔ رعایا بہت خوش حال زندگی گزارتی تھی۔ راجہ کی سخاوت اور انصاف پسندی کی وجہ سے رعایا جب اس کو دیوتا کے برابر سمجھنے لگی تو راجہ کی وہ نیک نامی "دیوا" (ایک خدا) کو اچھی نہیں لگی ایک انسان ایک دیوتا کے برابر سمجھا جا رہا ہے۔ دیوا نے راجہ کو غلط طریقوں سے تکلیف پہونچائی لیکن راجہ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا آخر "دیوا" نے اپنے سے بڑے خدا مہا وشنو کے پاس جاکر دعا کی کہ وہ مہابلی کو تخت سے اتارنے کے لئے کیرالا چلے آئے۔ ایک روز وہ ایک پست قد جوگی کے روپ میں مہابلی کے پاس پہونچے اور مہابلی سے درخواست کی کہ انہیں اس کی راجدھانی میں ٹھہرنے کے لیے تین قدم جگہ دی جائے۔ مہابلی نے درخواست کو قبول کر لیا اور اجازت پاتے ہی مہاوشنو ایک پستہ قد برہمن سے ایک قوی ہیکل دیو کی شکل میں بدل گئے اور جگہ ناپنے لگے اور پہلا قدم رکھتے ہی ساری زمین ان کے قدم کے نیچے آ گئی۔ دوسرا قدم رکھتے ہی سارا آسمان ان کے قدم کے نیچے آ گیا۔ تیسرا قدم رکھنے کے لئے نہ زمین بچی اور نہ آسمان۔ یہ دیکھ کر مہابلی نے اپنا سر جھکا دیا تاکہ تیسرا قدم مہابلی کے سر پر رکھیں مہاوشنو نے

از - میر احمد علی صاحب
ایم - اے
(کیرالا)

تامل سالِ نو (اونم)

کیرالا میں اگسٹ اور ستمبر کا مہینہ جسے ملیالم میں "چنگم" کہا جاتا ہے ایک مقدس مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ اس مہینے کے آخر میں یہاں اناج کی فصل کاٹی جاتی ہے۔ بارش کچھ دھیمی ہوجاتی ہے اور موسم بہار کا آغاز ہوتا ہے۔ اس مہینے کی خاص اہمیت اونم سے ہے" اونم یہاں کا سب سے بڑا تہوار کہلاتا ہے۔ یہ تہوار ملیالیوں کا تہوار کہا جاتا ہے۔ اور بڑی دھوم سے منایا جاتا ہے۔ جس کو اب کیرالا کے قومی تہوار سمجھا جاتا ہے۔ اس تہوار میں دیگر رسومات کے علاوہ کیرالا کی سرزمین پر پیدا ہونے والے تمام میووں کے لئے شکر گذاری کی بھی ایک رسم انجام دی جاتی ہے۔ کسان جو اس تہوار کے آغاز سے پہلے غلہ اکٹھا کر لیتا ہے تہوار کے لئے اپنی سرزمین پر پیدا کئے ہوئے اناج میوے اور ترکاری کا ایک بڑا تحفہ جس کو ملیالم میں (ONAKKAZCHA) کہتے ہیں۔ اپنے زمیندار کو پیش کرتے ہیں۔ زمیندار اس تحفہ کے بدلے کسان کو دھوتی اور دوسرے کپڑے وغیرہ اونم کے انعام کے طور پر دیتا ہے۔ اس دن زمیندار کی طرف سے کسان کو اونم کی ایک شاندار دعوت بھی دی جاتی ہے یہ رسم یہاں زمانے قدیم سے چلی آرہی ہے اور آج بھی قائم ہے جس سے کسان اور زمیندار کے درمیان اپنے نشانات کا پتہ چلتا ہے۔ اونم کے تہوار کا مذہبی عقیدہ یہ ہے کہ اونم کے تہوار کے دن ملیالم کا جلاوطن کیا ہوا راجہ مہابلی اپنی رعایا کی خیریت جاننے کے لیے

۶ روز میں پیدا کیا اور ساتویں دن آرام پایا یعنی ان کی تخلیق سے فراغت پائی اور پھر اسکا استعمال تمام عالم میں رائج ہو گیا اور عربوں نے بھی ہفتہ کے سات دن مقرر کرتے ہوئے جن میں ایک دن آرام کا رکھا گیا۔ جس کی پیروی سارے عالم کے لیے قیامت تک بھی رہیگی کرتے رہیں گے یعنی ہفتہ میں ایک دن آرام کا رہیگا۔ سنہ ہجری میں ہفتہ کے سات دن اس طرح ہیں۔ یوم الاحد (یکشنبہ - اتوار) یوم الاثنین (دوشنبہ - پیر) یوم الثلاثہ (سہ شنبہ - منگل) یوم الاربعہ (چہارشنبہ بدھ) یوم الخمیس (پنجشنبہ - جمعرات) یوم الجمعہ (جمعہ) یوم السبت (شنبہ - ہفتہ)۔

رونمائی رویت ہلال: طہورۂ تقدیس آفریں مذہب دین اسلام میں ہر مہینہ چاند دیکھنے پر شروع ہو کر نئے چاند کے طلوع پر ختم ہو جاتا ہے۔ جسے رویت ہلال سے موسوم کیا جاتا ہے۔ سارے عالم میں عموماً اور عالم اسلام میں خصوصاً رویت ہلال کمیٹی مقرر ہوتی ہے جس کا فیصلہ تمام مسلمانوں کو ماننا شرعاً لازمی و درست ہوتا ہے۔ نئے چاند (ہلال) کے دیکھنے کیلئے بھی مقدس دین مذہب اسلام نے دیکھنے والوں کو اشرف سلیم مشرف تاباں اعجاز سے نوازا ہے۔ ہر ماہ ہلال کے بارے میں مختصر فضائل پیش ہیں:-

چاند رات یا دوسری رات کو خود بہ نفس نفیس چاند دیکھئے اور اپنے بچوں کو ضرور دکھلایئے۔ اجر عظیم ہے اور گھر میں خیر و برکت پائیں گے۔ ہاں! تیسری تاریخ کا چاند دیکھنے کو عموماً منحوس سمجھا گیا ہے۔ احتیاط کریں۔

محرم الحرام: محرم کا چاند دیکھ کر سورۂ فاتحہ پڑھئے اور سونا دیکھئے۔ انشاء اللہ مہینہ خیر و برکت سے مالا مال رہے گا اور چالیس حج کے ثواب سے مشرف تاباں اعجاز پائیں گے

صفر المظفر: صفر کا چاند دیکھکر سورۂ نصر (پ ۳۰) پڑھئے اور آئینہ دیکھئے انشاء اللہ چالیس رکعتوں کی نماز کا ثواب پائیں گے۔

ربیع الاول: ربیع الاول شریف کا چاند دیکھ کر سورۂ کوثر (پ ۳۰) پڑھئے اور بہتا پانی دیکھئے انشاء اللہ تمام گناہوں سے اللہ رب العزت پاک کردیں گے۔

ربیع الآخر: ربیع الآخر شریف کا چاند دیکھکر سورۂ زلزال (پ ۳۰) پڑھئے اور بکری کو دیکھئے انشاء اللہ ہزار غلام آزاد کرنے کے ثواب سے مشرف تاباں رہیں گے۔

جمادی الاولیٰ: جمادی الاولیٰ کا چاند دیکھکر سورۂ اخلاص (پ ۳۰) پڑھئے اور چاندی کو دیکھئے انشاء اللہ ثروت فضیلت سے ممتاز ہوں گے۔

جمادی الاخریٰ: جمادی الاخریٰ کا چاند دیکھکر سورۂ علق (پ ۳۰) پڑھئے نیک صالح ضعیف مرد کو دیکھئے انشاء اللہ خیر و برکت اور طویل حیات جاوید سے اشرف سلیم اعجاز پائیں گے۔

رجب المرجب: رجب کا چاند دیکھکر سورہ والعدیات (پ ۳۰) پڑھئے اور مصحف شریف (قرآن معظم) دیکھئے انشاء اللہ دونوں جہاں میں اشرف سلیم مشرف تاباں اعجاز کے باعث شجیعہ کریم اعزاز پائیں گے۔

شعبان المعظم: شعبان کا چاند دیکھکر سورہ القارعہ (پ ۳۰) پڑھئے اور ہری گھاس دیکھئے خیر و برکت و فلاح سعادت سے صدیقہ ارجمند منور حمید اعزاز سے مشرف تاباں رہیں گے۔

رمضان المبارک: رمضان المبارک کا چاند دیکھکر سورۂ ناس (پ ۳۰) پڑھئے اور تلوار دیکھئے انشاء اللہ شہداء عالم کا ثواب پائیں گے اور منہ مانگی مرادیں حاصل ہوں گے۔

شوال المکرم: شوال کا چاند دیکھکر سورۃ العصر (پ۳۰) پڑھئے اور سبز کپڑا دیکھئے۔ انشاء اللہ بے پناہ اجر عظیم اور خیر و برکت حاصل ہوگی۔

ذیقعدۃ الحرام: ذیقعدہ کا چاند دیکھکر سورۃ الکافرون (پ۳۰) پڑھئے اور بڑا کا دیکھئے انشاء اللہ قرآن معظم کو بائیس بار ختم کرنے کا ثواب ملیگا اور روزگار میں ترقی ہوگی۔

ذوالحجۃ الحرام: ذالحجہ کا چاند دیکھکر سورۃ قدر (پ۳۰) پڑھئے اور خوبصورت لڑکی کا چہرہ دیکھئے انشاء اللہ زندگی کے مصائب سے

دوری اور خوشحالی وکامرانی حاصل ہوگی اور ناکتخدا (غیر شادی شدہ) نکاح سے مشرّف تاباں رہیں گے۔

اس ضمن یہ امر لائق تحسین و تسکین ہے کہ ۱۹۲۳ء میں سرزمین حیدرآباد سے ایک رسالہ "ہم جولی" کے نام سے نکلتا تھا جسکی رسالہ ہمجولی میں ایک نظم جناب محترم معظم و مکرم مولوی ابوالطیب صاحب امروہوی کی تحریر کردہ نظم بعنوان ہے "مبارک ماہِ نو کو دیکھ کر کیا دیکھنا" شائع ہوئی تھی۔ یہی شمارہ حضرت آصف سابع کے ہاتھوں میں پہنچ گیا اور انھوں نے اس نظم کو شرف ملاحظہ بخشا اور ازراہِ معارف پروری اسی کے حاشیہ پر ایک دیگر نظم اپنے دست مبارک سے تحریر فرمادی جسکو مدیر معظم و مکرم ہمجولی نے بصد عز و افتخارِ عارف تصحیح کردہ نظم کو شائع کر دیا جو اپنی گرانمایہ شاہکار خصوصیات کے سبب اشرف تسلیم مشرف تاباں انجھا تہ ہے۔ پہلے ملاحظہ فرمایئے جناب معظم و مکرم مولوی ابوالطیب صاحب امروہی کی نظم ہے مبارک ماہِ نو کو دیکھکر کیا دیکھنا؟

معظم و مکرم مولوی ابو الطیب صاحب امروہوی کی نظم ہے

ہے مبارک ماہِ نو کو دیکھ کر کیا دیکھنا

کوئی مستفسر نصیر الدین طوسی سے ہوا — ہے مبارک ماہِ نو دیکھ کر کیا دیکھنا
یوں ہوا گوہر فشاں وہ [illegible] کمال — سات بار الحمد پڑھ کر دم نظر آئے ہلال
ہو اگر ماہِ محرم کر نظر سوئے پسر — دیکھ کر ماہِ صفر لازم ہے دیکھے سیم و زر
ربیع الاول میں فیروزہ کہ روئے نوجواں — ربیع الآخر میں دیکھا آئینہ یا آبِ رواں
اول و آخر جمادی کا ہو جس دم عیاں — اس میں قرآں دیکھ اور اس میں زمین و آسماں
دیکھ فیروزہ تو جب ماہِ رجب ہو جلوہ گر — ماہ شعباں دیکھ کر بچوں کی جانب کر نظر
ہے ہلال ماہ رمضاں ہو عیاں تلوار دیکھ — چاند جب شوال کا دیکھے تو سبزہ زار دیکھ
دیکھ کر ذیقعدہ کا مہ دیکھ سوئے آئینہ — ماہِ ذی الحجہ دیکھ کر رخسارِ زیبا دیکھنا

اس نصیحت پر اگر عامل رہا اے نیک نام
بے طلب حاصل تجھے ہوگی مسرت صبح و شام

حضرت اقدس نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع کی نظم ملاحظہ فرمائیے

ماہِ محرم زر بہ بیں — اندر صفر بیں آئینہ
ماہِ ربیع آب رواں — آخر غنم (ربیع الآخر) اے ماہ نگر
اول جمادی نقرہ بیں — پیری بہ بیں در آخری (در جمادی الآخر)
ماہِ رجب صحف بہ بیں — شعبان گیاہِ سبز تر
شمشیر در رمضان نگر — شوال جامہ سبز تر

ذیقعدہ بیں کودکے
ذی الحجہ رخ خوب تر

از: محمد رضی الدین معظم

عیسوی سالِ نو

معزز مکرم قارئین! جنتری یا تقویم CALENDAR دُنیا کے لئے ناگزیر ایجادات میں سے ایک ہے اور تمدنی دُنیا میں ایک زبردست شاہکار تصوّر کیجاتی ہے۔ اس کے ارتقاء میں تہذیب نے بڑے بڑے مشاہدات حاصل کئے جو جدید عملی دور کے اہم ایجادات کا موجب ہوئے ابتدائی دُنیا میں سب سے پہلے انسان، تقویم جنتری کی از بس شدید ضرورت محسوس ہوئی اس کے ارتقاء کیلئے انسان نے علم نجوم کے مطالعہ سے شمس و قمر SUN & MOON کا مطالعہ کیا، نتیجتاً علم فلکیات اور علم سائنس سے روشناس ہوا۔ کن کن تہذیبوں کی ایجاد سے موجودہ تقویم جنتری آج ہم تک پہنچی اور رہنماؤں و مصلحین کے کس قدر محنت شاقہ برداشت کی عاصی محمد رضی الدین معظم کا قلم اس کے بیان سے عاجز ہے۔ ابتدائی زمانہ میں تقویم جنتری کا تعلق تمام تر موسموں پر منحصر تھا۔ کسی موسم میں پھل پکتے ہیں تو کسی موسم میں کلیاں کھلتی کسی موسم میں برفباری پت جھڑ یا موسم باراں (بارش) مانسون رہتا ہے۔ وغیرہ وہ عہد عتیق میں انسان کی عمر کا حساب بھی موسم کے لحاظ سے ہوتا تھا۔ دن رات شب و روز کا تصور اس قدر قدیم ہے کہ تاریخ سے اس کا پتہ صحیح نہیں معلوم۔ عہد عتیق کے قبائلی مرغ کی بانگ، چڑیوں کی چہچہاہٹ ستاروں کے نمودار ہونے اور ڈوبنے سے رات دن کا حساب رکھتے تھے۔ یعنی پہلا تارہ نظر آتے ہی رات اور تارہ غروب ہوتے ہی دن کا آغاز سمجھتے۔ اس طرح رات، دن کی تقسیم رہی دن کے اوقات سورج کے سائے اور رات کے اوقات افتادہ ثوابت پر منحصر تھے۔ اسی طرح انسانوں نے

جب اختر شناسی میں ترقی کی تو مہینہ و سال کا تعین رفتار ثوابت ہی سے کیا انھوں نے دن کے اوقات کو چار حصوں میں تقسیم کیلئے تھے صبح دوپہر شام اور رات کو بھی چار حصوں میں تقسیم کئے۔ ابتدائی شب نصف شب آخر شب اور صبح۔ رفتہ رفتہ گھنٹوں لمحوں اور ثانیوں سکنڈوں کی تقسیم عمل میں آئی۔

جب ہم عیسوی کیلنڈر پر غور کرتے ہیں تو یہ اظہر من الشمس ہوتا ہے کہ یونانیوں نے اپنے دیوتاؤں کے نام پر مہینوں کے جو نام رکھے تھے وہ آج تک مغربی دنیا میں قائم ہیں، رومیوں کا سال بارہ مہینہ کا مقرر تھا اس بارہ ماہ کے نام اس طرح تھے۔ (۱) مارٹیئس MARTIUS (۲) اپریلیس APRILIS (۳) ماولیس MAIUS (۴) اینونیئس IUNIUS (۵) کوئینٹلس QUINTILIS (۶) سیکسٹیلس SEXTILIS (۷) سپٹمبر SEPTEMBER (۸) اکٹوبر OCTOBER (۹) نومبر NOVEMBER (۱۰) ڈسمبر DECEMBER (۱۱) اینوارئیس IUNUERIUS (۱۲) فبروارئیس FEBRUARVES ان میں سے پہلا تیسرا پانچواں اور آٹھواں مہینہ (۳۱) بارھواں (۲۸) اور بقیہ مہینے ۲۶ ایوم پر مشتمل تھے۔ اس طرح انکا سال ۳۵۴ دن کا ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ رومی مہینہ میں تین ہفتے WEEKS دس دس دن کے محسوب کئے جاتے تھے۔ علاوہ ازیں روم میں خانگی اور تجارتی اشخاص مختلف قسم کی جنتریاں بھی استعمال کرتے تھے، جو عموماً بے ضابطہ سمجھے جاتے۔ ان بے ضابطہ جنتریوں اور ان کے نقائص کو سکندریہ کے رہنے والے لوگ سوسینگ نیس SOSIGNIES نے محسوس کیا اور اسکی اصلاح کی جستجو شروع کی انھوں نے مصری رائج الوقت شمسی جنتری کی نقل کی اور اس میں چند اصلاحات کے بعد جولیس سیزر کے

دربار میں پیش کی جولیس سیزر نے دادِ تحسین کے ذریعہ سرکاری طور پر اسکو اختیار کر لیا۔ یہ جنتری ۴۵ قبل مسیح میں جاری کر دی گئی ان کا سال مصری سال کی طرح ۳۶۵ دن کا ہوتا تھا اور ہر چوتھے سال ایک دن کا اضافہ کیا جاتا۔ فلکیات کے مزید انکشافات سے ایک سال ۳۶۵ دن پانچ گھنٹے ۴۸.۵ لمحے اور ۴۶ ثانیے کا ہو گیا۔ اِس طرح مصری اور رومی سال میں گیارہ لمحے اور چودہ ثانیے کا فرق نمایاں ہیں۔ غرض جولیس سیزر نے مصری جنتری کو جنوری میں نافذ کیا تھا اسوقت رائج تھا لہٰذا جولیس سیزر کی یاد میں مہینہ کوینٹیلس QUINTILES کا نام بدل جولیس JULIUS رکھا گیا۔ اور بعد میں مہینہ جولائی JULY کہلانے لگا۔ سیکٹیلس SEXTILIS نام بھی بدل کر آگسٹس سیزر کی یاد میں اگسٹ کر دیا گیا۔ پھر یہی مہینہ اگسٹ AUGUST بن گیا۔ آخری دو مہینے اینواریس INUERIUS اور فبروارئیس FEBRUARUES جنوری اور فروری کر دیئے گئے۔ رفتہ رفتہ پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا مہینہ بھی بدل گیا۔ بالترتیب مارچ، اپریل، مئی اور جون میں تبدیل ہو گئے اور اسکو جولین جنتری کے نام سے موسوم کیا گیا اور آج بھی مغربی دُنیا میں عیسوی کیتھولوی جنتری کے نام سے کہلائی جاتی ہے۔

۱۵۸۲ء میں ایک اطالوی پادری اسکالر جوزف سلیجر نے کسی بھی دن کے شمار کے لیے یکم جنوری کو تاریخ آغاز قرار دیا اور اس طرح اس کی یہ دریافت جولین کیلنڈر کے نام سے موسوم کی جانے لگی۔

عیسائی جنتری کی حقیقت کی اہمیت یہ ہے کہ جولین سیزر نے مصری جنتری کی اصلاح کے بعد اختیار کی تھی اور عموماً تمام عالم مغرب میں

صدیوں تک جاری رہی عیسائی مذہب کے تمام تہوار ایسٹر ڈن سے متعین و مقرر ہیں یہ تاریخ موسم بہار کے نقطہ معتدلہ شمس کے مشاہدہ سے مقرر کیجاتی ہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ موسم بہار کے نقطۂ معتدلہ شمسی کے بعد پہلی رویت ہلال کی تاریخ معلوم کی جائے۔ لیکن یہ طریقہ مصری، بابلی اور رومی شمسی جنتری کے ذریعہ معلوم کرنا محال ہے کیونکہ اس جنتری میں ہلال کسی تاریخ میں بھی نمودار ہو سکتا ہے۔ جولین جنتری میں یہ تاریخ ۲۵ مارچ مقرر کی گئی تھی لیکن مجلس نائیٹس (COMCIL OF NICE) نے ایسٹر کی تاریخ سولھویں صدی میں ۱۱ مارچ پڑ گئی۔ جس کے باعث تشویش پیدا ہو گئی۔ اس نقص کو محسوس کرتے ہوئے پاپائے گریگوری نے جولین جنتری کی نظر ثانی کی اور اس نقص کو دور کر دیا نیز اس جنتری کو جولین جنتری کے بجائے عیسوی جنتری کہا جانے لگا۔ پوپ گریگوری نے اس جنتری کا آغاز حضرت عیسیٰ کی وفات سے محسوب کیا ہے۔ اگرچہ جدید تحقیقات سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی وفات کا دن تو کیا آپ کے بارے میں واقعات کا علم بھی کسی کو نہیں اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کس سنہ میں اس عالم فانی میں رونق افروز ہوئے۔ اب تک رہے۔ پوپ گریگوری نے قیاساً یہ دن مقرر کر لیا ہو اس طرح سنہ عیسوی کا رواج ہو گیا جو آج تک جاری ہے۔ جو گریگورین کیلنڈر کے نام سے بھی موسوم ہے۔ جنتری کی تقویم کی وجہ سے اس دنیا میں توہم پرستی رونما اور اختر شناسی کا عمرانی زندگی پر اس قدر گہرا اثر پڑا کہ سائینس کی انتہائی کوشش کے باوجود بھی یہ توہم پرستی مہذب دنیا سے مٹائی نہیں جائیگی۔ حقیقت یہ ہے کہ عہد عتیق ہی میں اختر شناسوں نے

سیاروں کو دیوتا تصور کیا اور جنتری کی تقویم کے ساتھ ساتھ ہر ستارے کے اثرات کی بھی نشر و اشاعت ہوئی جس کی وجہ سے ایک منظم قسم کی اصنام پرستی پھیل گئی۔ ہمیشہ یہ باور کراتے آئے ہیں کہ سیاروں کی گردش سے ہر لمحہ و ثانیہ انسان کی تقدیر متاثر ہوتی ہے اور ہر سیارے کی گردش کے سبب مختلف ایام میں نحوست یا خوش حالی کا اثر ہوتا ہے یہ توہمات ہندوستان میں نہ صرف جاہل طبقہ میں بکثرت موجود ہیں لیکن حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ بھی ان پر عقیدہ رکھتا ہے جدید سائنس نے تحقیق و جستجو کے آئینہ میں یہ بتا دیا ہے کہ سیاروں کی گردش سے انسان پر کوئی اثر نہیں پڑتا لھذا توھم پرستی لغو ہے البتہ جنتری کی حد تک سیاروں کی گردش بہت اہمیت رکھتی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حضرت انسان اپنی زندگی میں خود اپنے ہی کرتوتوں کے باعث کچھ ایسے اعمال بد و نحوست کا شکار بنتے ہیں جس کے لئے عاصی بندہ عاجز محمد رضی الدین معظم نے علیحدہ تفصیل مضمون میں صراحت کی ہے۔ یہاں یہ امر لائق تحسین و تبریک و ستائش ہے کہ شہر حیدرآباد کے ایک ممتاز معظم تاجر برادران مسرز حسامی بکڈپو مچھلی کمان حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲ نے ۱۹۹۴ء کے کیلنڈر میں بندہ عاجز محمد رضی الدین معظم کے تفصیلی مضمون "اوراقِ احادیث میں اعمال بد و نحوست" شائع کیا ہے۔

عیسوی سال نو کی پہلی تاریخ یکم جنوری سرکاری طور پر تعطیل کا دن رہتا ہے۔ حکومت ہند اور تمام ریاستی حکومتیں عیسوی سال کو حساب کیلئے رائج و مروج ہیں بلکہ ساری دنیا میں بھی عیسوی سال ہی کا عملدرآمد ہے۔

محمد رضی الدین معظم

تلگو سال نو

اس حقیقت سے شاید بہت کم لوگ اور حکومت سے وابستہ قائدین کی محدود تعداد ہی واقف ہوگی کہ سرکاری کیلنڈر کے اعتبار سے ۲۲ مارچ سے سالِ نو کا آغاز ہوتا ہے۔ اس نئے کیلنڈر جسے ساکا کیلنڈر کہتے ہیں ۱۹۵۶ء میں رائج کیا گیا لیکن اس کی عمل آوری سے عوام واقف نہیں۔ اس وقت دنیا میں مروج سارے کیلنڈروں کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد جو کیلنڈر موزوں و مناسب تصور کیا گیا اس کی رو سے نئے سال کا ۲۲ مارچ سے آغاز ہوا۔ اس نئے کیلنڈر سے عوام کی عدم واقفیت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ سرکاری سطح پر اس کی مناسب تشہیر نہیں ہوتی۔ صدر جمہوریہ ہند یا وزیر اعظم اس دن نئے سال کی مبارکباد کا کوئی پیام جاری نہیں کرتے۔ یکم جنوری کو سالِ نو تصور کرتے ہوئے مبارکباد کے پیامات جاری کئے جاتے ہیں۔ آج بھی سارے ملک میں ۳۱ دسمبر کی رات کو سال جاریہ کو وداع کرنے اور نئے سال کے استقبال کا جشن پورے جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔ بڑے پیمانہ پر آتشبازی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ رقص و سرور کی محفلیں آراستہ کی جاتی ہیں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اس سلسلہ میں آدھی رات تک خصوصی پروگرام پیش کئے جاتے ہیں۔ غیر سرکاری سطح پر مختلف اداروں اور تنظیموں کی جانب سے بھی اس جشن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ان تمام سرگرمیوں کے باعث عوام میں یہ عام تاثر پایا جاتا ہے کہ دنیا کے دوسرے ممالک کے مقابلہ ہندوستان میں بھی نیا سال یکم جنوری کو شروع ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ

ہندوستان کا سرکاری طور پہ مسلمہ کیلنڈر سا کا دور کا کیلنڈر ہے، جسے انتہائی سائنٹیفک اور ہر لحاظ سے صحیح اور کھرا تصور کیا جاتا ہے۔ یونانی کیلنڈر سے بھی جسے عیسائی دور کا کیلنڈر تصور کیا جاتا ہے سا کا کیلنڈر کو اتنا ہی با اعتماد اور صحیح تصور کیا جاتا ہے۔ یونانی کیلنڈر میں ایک درجن خامیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۲۲ مارچ کو سا کا سال ۱۰۱۲ کا آغاز ہوا اور ماہ چیتر کی پہلی تاریخ تھی سا کا دور کے مہاراجہ کنشک نے اس کیلنڈر کو رائج کیا تھا۔ اس شہنشاہ نے ہندوستان کے شمال اور شمالی مغربی علاقہ میں حکمرانی کی۔ اس خاندان کا دور حکومت پہلی صدی عیسوی کا ہے۔ ۷۸ء سے سا کا دورِ حکومت کا آغاز ہوا۔ ۲۲ مارچ کو سا کا کیلنڈر کا آغاز ہوا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس دن سیاروں کی گردش میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ اسی لئے اسی دن سے نئے سال کا آغاز کیا گیا خاص طور پہ سورج کی گردش کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کیلنڈر کی ترتیب عمل میں آئی ہے۔ سا کا سال نو کے موقع پر سورج گہن کے مدار میں پہونچ جاتا ہے اور خط استوا پر ٹھیک دونوں حصوں میں مساوی طور پر تقسیم ہوتا ہے۔ دوسرے معنی میں اس دن رات اور دن دونوں ٹھیک مساوی معیاد کے ہو جاتے ہیں اور ساری دُنیا میں دن اور رات کی مدت یکساں ہوتی ہے۔ اسی مناسبت سے اسے سال کا پہلا دن تصور کرتے ہوئے کیلنڈر مرتب کیا گیا اور سا کا کیلنڈر درحقیقت شمسی سال قرار پاتا ہے۔ جس کا تمام تر دارومدار سورج کی گردش پہ مبنی ہے۔ اسلامی کیلنڈر قمری سال اس لئے قرار پاتا ہے کہ اس کا انحصار چاند کی گردش پر ہوتا ہے۔ اس کا انحصار چاند کی گردش پر ہوتا ہے۔ اس شمسی سال کو ۱۲ ماہ میں تقسیم کیا یہ سال ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے۔

(عید نوروز)

پارسی سال نو

از- احمد کمال اشرف صاحب

پارسیوں نے اپنا سال نو "نوروز" ۲۵ / اگست کو منایا کرتے ہیں اور پارسی بھاری تعداد میں "آتشکدہ" یا "اگیاری" کو گئی اور اپنے اپنے مکانات کو پارسیوں نے پھولوں سے سجایا شہنشاہی کیلنڈر کے مطابق نیا سال ۱۳۵۷ء نوروز ہے۔

جب کبھی لفظ پارسی سنائی دیتا ہے تو ایک ایسے شخص کا نقشہ سامنے آتا ہے جو دھگلی میں ہو ہاتھ میں چھڑی ہو اور ناک اوپر کو اٹھی ہوئی ہو۔ عام طور پر پارسی اسی سج دھج کے ہوتے ہیں۔ بمبئی میں انھیں عام طور پر "باوا جی" کہا جاتا ہے۔ ان کی تاریخ کئی سو سال قدیم ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے ان کی تاریخ تقریباً ۶ سو سال قدیم ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ جنوبی روس میں دریائے والگا کے مشرق میں بعض قبائلی اور خانہ بدوش اپنے مویشیوں کے گلے کو ہانکتے ہوئے پھرتے تھے۔ یہ آریائی نسل کے لوگ تھے ان خانہ بدوشوں اور قبائلیوں سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ شمال مغرب کی سمت چلے گئے اور وہاں تاتاری قوم آباد ہو گئی جس میں مغربی جرمنی بھی شامل ہے۔ مابقی لوگ ۳ ہزار سال قبل مسیح کے وقت مختلف علاقوں کو منتقل ہو گئے۔ ایک گروپ جنوب کی طرف روانہ ہو گیا اور اس جگہ ٹھہر گیا۔ جس کو بعد میں ایران کہا جانے لگا۔ یعنی اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ سرزمین آریائی نسل کے لوگوں کی ہے۔ ایک گروپ ذیلی براعظم ہندوستان کو چلے گیا۔ بعد میں یہ دونوں ایک دوسرے مختلف گروپ بن گئے۔ اگر ان میں کوئی

بات مشترک تھی تو وہ یہ تھی کہ وہ دونوں قانون "اسرتا" یعنی سچائی کو ماننے والے تھے

تقریباً ۶۰۰ سال قبل مسیح میں ایران کے شمال مشرق میں سمندر ارال کے شمال میں ایک "پیغمبر" کا ظہور ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ جتنے انسان تھے اتنے خدا تھے اور اتنے ہی عقائد تھے لیکن زرتشت نے وحدانیت کا پرچار شروع کیا انھوں نے کہا کہ صرف ایک ہی خدا "اہورمزدا" ہے اور وہ ایک مالک عقل ہے۔ انھوں نے اس خدا کی بڑائی بیان کرنا شروع کردی انہوں نے یہ بھی کہا کہ نیکی اور بدی کی جنگ انسان کے راستہ میں جاری ہے اور انسان کو ان دونوں میں سے کسی ایک کو منتخب کرنا پڑے گا۔

پرسی پولس میں پتھر پر ایک نقش ہے جس کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بادشاہ "عنقریت کو جو بدی کی نمائندگی کرتی ہے ہلاک کر رہا ہے۔ زرتشت نے جو قدیم ایران کے پیغمبر کہے جاتے ہیں سب سے پہلے انسان کو صحیح راستہ بتلایا۔ انھوں نے کہا انسان میں خودداری اور وقار ہونا چاہیے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو کوئی دوسرا چھین نہیں سکتا۔ انھوں نے عوام کو جب بھی درس دیا یہ کہا کہ دنیا کی بہترین باتوں کو اپنے کانوں سے سنو اپنے پاک وصاف دماغ سے اس پر غور کرو انھیں دو باتوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ زرتشت کا خیال تھا کہ نیکی ہی زندگی کی خالق (یزداں) ہے اور برائی (اہرمن) تباہی و بربادی اور موت ہے۔

جو آریائی خانہ بدوش ہندوستان چلے آئے تھے انھوں نے کرما کے نظریہ کو اپنایا ان کا خیال تھا کہ اپنی بدبختی کے مقابلہ میں انسان بے بس ہوتا ہے۔ زرتشت نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ان کے مطابق ہر شخص اپنی انفرادی حیثیت میں اپنی نجات کا ذمہ دار ہے چاہے حالات کچھ بھی ہوں گردو پیش۔

رابندر ناتھ ٹیگور نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ زرتشت پہلے پیغمبر تھے جنھوں نے مذہب کو محدود دائرہ سے نکالا اور قبائلی خدا کو عالم کا خدا نہیں بنایا اور نہ خدا کو محض چند افراد کا خدا بنایا بلکہ انھوں نے خدا کو پوری دنیا کا خدا ظاہر کیا کہا جاتا ہے کہ زرتشت جب ۷۷ سال کی عمر کو پہونچ گئے۔ ایک دن عبادت میں مصروف تھے تو ان کے دشمنوں نے انھیں اسی حالت میں قتل کر دیا زرتشت کی تعلیمات ساسانی سلطنت کا سرکاری مذہب بن گئیں اور اس کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہا۔ جب تک کہ اسلام نہیں پھیلا اور اس کے بعد ساسانی سلطنت ختم ہوگئی۔ یہ خاندان ایران میں ۶۵۱ء تک برسر اقتدار رہا۔

دسویں صدی عیسوی میں چند افراد جو زرتشت کے ماننے والے تھے۔ ہندوستان روانہ ہوگئے وہ گجرات کی چھوٹی سی بندرگاہ سنجن کو ۹۲۶ء میں پہونچے انھوں نے وہاں کے راجہ جادو رانا سے درخواست کی کہ انھیں بود و باش اختیار کرنے کی اجازت دی جائے۔ راجہ نے اس درخواست کو قبول کر لیا۔ اس کے بعد پارسیوں نے اپنے ماحول کے مطابق خود کو ڈھالنا شروع کیا۔ جب انگریزوں نے ہندوستان میں قدم رکھا۔ پارسیوں نے ترقی شروع کی اس کا سبب یہ ہے کہ انگریزوں نے سورت میں جو پارسیوں کا گڑھ کہا جاسکتا ہے۔ اپنی پہلی فیکٹری قائم کی پارسیوں نے انگریزی زبان سیکھی اور اس کے بعد وہ انگریزوں کے مترجم بن گئے ۱۷ ویں صدی عیسوی شہر بمبئی کو ایک صنعتی مرکز کی حیثیت سے ترقی دی گئی اس زمانہ میں پارسیوں کی اہمیت بڑھ گئی۔ انھوں نے تعلیم کے میدان میں نمایاں کام انجام دینا شروع کیا اور پھر وہ قانون طب، سائنس اور انجینیرنگ میں اپنی اہمیت منوالی دادا بھائی نوروزجی اور فیروز شاہ مہتا کے نام زبان زد خاص و عام ہوگئے۔ پارسیوں کی محنت اور سرمایہ نے بمبئی کو مشرق کا ہیرا بنانے میں نمایاں حصہ ادا کیا۔

اتھم سے تیرواونم تک اس چبوترے کو سجا کر پوجا میں رنگ برنگ کے پھول ہوتے ہیں جو باہر سے چن کر لائے جاتے ہیں۔ تہوار کے لئے پھول چن کر لانا ملیالی بچوں کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔ اتھم کے ایک دن پہلے سے بچے پھول جمع کرنا شروع کرتے ہیں۔ تہوار کے ختم ہونے تک ہر روز بچے دوپہر کے کھانے کے بعد چھوٹی سی باسکٹ کے لئے پھول جمع کرنے نکل جاتے ہیں۔ پھول چننے میں چند باتوں کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے۔ پھول چننے کے لئے صبح پانی نہانا ضروری ہوتا ہے۔ اگر صبح پانی نہ نہائے تو اسے پھول چننے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ جس باسکٹ میں پھول جمع کر لئے جاتے ہیں کسی غیر ذات والے کو جن میں — UIKADASS, PARAIAHS PULA-YER, KUSAVAMS کے علاوہ کرسچن اور مسلم شامل ہیں باسکٹ چھونے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر غلطی سے کوئی غیر ذات کا آدمی اس باسکٹ کو چھو لے تو اس باسکٹ میں جمع کئے ہوئے سارے پھول پھینک دیئے جاتے ہیں۔

تہوار کے پہلے دن یعنے اتھم کو پوتھارا (پوجا کا چبوترہ) صاف کیا جاتا ہے اور جو رنگ برنگ کے پھول جمع کر لاتے ہیں۔ ان پھولوں سے پوتھارا پر نقش ونگار بنائے جاتے ہیں۔ یہ نقش ونگار بنانے کی ذمہ داری کنواری لڑکیوں کی ہوتی ہے۔ کنواری لڑکیوں کے موجود نہ ہونے کی صورت میں سہاگن عورت بھی یہ نقش ونگار بناتی ہے لیکن بیوہ عورت کو یہ نقش ونگار بنانے کی اجازت نہیں ہے پوتھارا پر پھول کے نقش ونگار کے علاوہ پھول کی ایک چھتری بھی ہوتی ہے۔ جسے ناریل کی ڈالی کے پتے نکال [illegible] س کی لکڑی کے سہارے کھڑا کیا جاتا ہے پھول اور پھولوں کی چھتری کے بارے میں یہ

عقیدہ ہے کہ مہابلی پھولوں کو بہت زیادہ پسند کرتا تھا اور جب وہ کیرالا آتا ہے تو اس کے ایک ہاتھ میں پھولوں کی چھتری اور دوسرے میں ہاتھ کی لکڑی ہوتی ہے وہ دھوتی باندھے ہوئے اپنے کاندھوں کے گرد ایک کپڑا پہنے ہوئے اپنی پیشانی، بازوؤں اور سینے پر راکھ کی تین تین لکیریں لگاتے ہوئے آتا ہے۔ اس لئے پھولوں کی چھتری اور ہاتھ کی لکڑی کا خاص طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ پوتھمارا پر پھولوں کے نقش و نگار بنانے کے بعد بچے اور گھر کے دوسرے افراد پوتھمارا کے پاس کھڑے ہو کر ایک خاص انداز سے خوشی کی آوازیں نکالتے ہیں۔ جس کا مقصد مہابلی کو خوش آمدید کہنا ہوتا ہے۔ آوازیں نکالنے کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ ان آوازوں کو سن کر جتنے دشمن ہیں جن میں بھوت پریت بھی شامل ہیں دور ہٹ جاتے ہیں اور مہابلی کو آنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ پوتھمارا پر رات میں ایک شمع دان بھی رکھا جاتا ہے جو صبح سورج طلوع ہونے کے بعد اٹھا لیا جاتا ہے اور ان کی جگہ تازہ پھول جمع کئے جاتے ہیں۔ بچوں کو ساتویں اور آٹھویں دن اور زیادہ پھول جمع کرنے پڑتے ہیں ستائیسویں دن گھر کے آنگن میں اور کبھی کبھی جگہ جگہ پر پھولوں کے نقش و نگار بنائے جاتے ہیں ۹ ویں دن گھر کے دروازے کے باہر بھی پھولوں سے نقش و نگار بنائے جاتے ہیں۔ مہابلی کو ہر صبح آوازیں نکال کر خوش آمدید کہا جاتا ہے اور یہ سلسلہ تہوار کے ختم ہوتے تک جاری رہتا ہے۔ نویں دن بھی پھولوں کی پوجا ختم ہو جاتی ہے اور پوتھمارا سے اٹھائے جاتے ہیں۔ لیکن پھولوں کی وہ چھتری کو اگلے ۵ دن تک وہیں رکھا جاتا ہے۔

تروونم تہوار کا دسواں دن "تروانم" کہلاتا ہے۔ یہ تہوار کا آخری دن

قومی پرچم یا جھنڈا: ہر ملک کا اپنا ایک جھنڈا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے ملک ہندوستان کا بھی ایک جھنڈا ہے۔ جسے ہم ترنگا کہتے ہیں۔ اسے ہم ترنگا اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں تین رنگ ہوتے ہیں۔ پہلے زعفرانی رنگ کی پٹی ہے۔ اس کے بعد سفید پٹی اور سفید پٹی کے درمیانی حصہ میں چکر بنا ہوا ہے اور سب سے نیچے ہرے رنگ کی پٹی ہے۔ قومی جھنڈے کے ہر رنگ کا ایک خاص مطلب اور مقصد ہے۔ زعفرانی رنگ کا مطلب یہ ہے کہ ہم ہندوستان کے بنانے میں ہم بہادری اور ہمت کے ساتھ اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار ہیں۔ ہرا رنگ ملک سے محبت، سچائی اور نیکی پر یقین کو ظاہر کرتا ہے اور محنت سے ملک کو سرسبز اور خوشحال بنانے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جھنڈے کے بیچ میں جو چکر ہے اسے اشوک چکر کہتے ہیں یہ چکر نیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ جس میں ۲۴ لکیریں ہوتی ہیں۔ چکر برابر آگے بڑھتے کو ظاہر کرتا ہے۔ سفید رنگ امن اور شانتی کی علامت ہے۔ قومی پرچم ہمارے ملک کی آزادی کی نمائندگی کرتا ہے۔ اور وہ ملک کی نمائندگی کا بہترین نشان ہے۔ قومی پرچم لہرانے کے چند اصول ہیں :-

(۱) قومی پرچم جہاں بھی لہرایا جائے اسے ایک خصوصی اور نمایاں مقام دینا چاہئے۔
(۲) لہراتے وقت تیز تیز بلند کرنا چاہیے اور اتارتے وقت دھیرے دھیرے اتارنا چاہئے۔
(۳) لہراتے وقت زعفرانی رنگ کا حصہ اوپر کی طرف ہو۔
(۴) پرچم اگر میلا، پھٹا ہوا یا مڑا ہوا ہو تو اسے استعمال میں نہیں لانا چاہیے۔
(۵) پرچم اگر پھٹ جائے تو ملک اسے احتیاط سے جلا دیا جائے۔

ہم کو اپنے ملک کے جھنڈے کی عزت اور احترام کرنا چاہیے اور ایسے کام کرنا چاہیے جن سے یہ جھنڈا اونچا ہوتا رہے۔

(۱) ہندوستان کا پہلا پرچم ۷ اگست سن ۱۹۰۶ء میں کلکتہ میں لہرایا گیا۔

جن سے اس کی تشکیل ہوتی ہے جمہوریت کی بقا کے لیے ایک جمہوری ذہن اور ایک جمہوری کردار کی ضرورت ہے۔ جمہوریت زبان و مکان کی پابند نہیں ہے۔ یہ دنیا کے ہر فرد کو ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہو کر شانہ بہ شانہ چلنے کی دعوت دیتی ہے اور ہر شخص کو یہ پیغام دیتی ہے کہ "زندہ رہو اور زندہ رہنے کا موقع دو" اگر ہم جمہوریت کی اس دعوت کو صدق دل سے قبول کریں تو ہم آزادی مساوات اور اخوت کے اصولوں پر مبنی ایک عالمی برادری کی تشکیل بہ آسانی کر سکتے ہیں۔

آیئے ہم سب مل کر یہ عہد کریں کہ ہم اپنی قومی اور بین الاقوامی زندگی میں ہر فرد اور ہر ملک کے حقوق کا احترام کریں گے اور مذہبی لسانی اور علاقائی تعصب سے اوپر اٹھ کر تمام عالم انسانیت کے دکھ درد کو بانٹنے کے لیے تیار رہیں گے۔

توصیف رسول صاحب

ہمارے قومی نشان

ہر ملک کی اپنی پہچان اور شناخت اس ملک کے قومی پرچم قومی ترانہ قومی مہر قومی پرندہ اور قومی جانور کے ذریعہ ہوتی ہے اور سارے عالم میں وہ ملک انہی قومی نشانیوں کی بدولت جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان کی بھی قومی نشانیاں ہیں۔ ہمارا ایک قومی پرچم ترنگا۔ قومی ترانہ رابندرناتھ ٹیگور کا لکھا۔ "جن گن من" قومی مہر تین سروں والے ببر کا نشان قومی پرندہ مور قومی جانور شیر ہے۔ یہ نشانیاں ہمارے مقاصد اور عزائم روایتوں اور اس کی ترقی کی عکاسی کرتے ہیں۔

معیشت کے ممکن نہیں ہے۔ جمہوری معاشی نظام سے مراد ایسے اقتصادی رشتوں سے ہے جن میں ہر شخص کو اس کی محنت کی جائز قیمت مل سکے، جس میں ہر شخص کے پاس اتنے وسائل ہوں کہ وہ ایک باوقار زندگی بسر کر سکے۔ اقتصادی مساوات کا مطلب ہر شخص کو بہتر بنانے کے لیے مساوی مواقع فراہم کرنا اور مادی سہولتیں دینا ہے۔ اقتصادی بدحالی اخلاقی گراوٹ کا سبب بھی ہے اور آدمی کو اپنے حقوق اور فرائض کی طرف سے بے خبر کر دیتی ہے۔

جمہوریت سماجی انصاف کا دوسرا نام ہے۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم ایک دوسرے کے ساتھ منصفانہ رویہ اپنانے پر تیار ہوں۔ جمہوریت آزادی اور مساوات جیسے مقدس حقوق ہمیں دیتی ہے لیکن اسی کے ساتھ ہم پر کچھ ذمہ داریاں بھی عاید کرتی ہیں۔ جمہوریت ایک چیلنج ہے ان افراد کے لیے جو آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں اور مساوات کے طلبگار رہیں۔ ایک جمہوری نظام حکومت کا فرد ہونے کی حیثیت سے ہماری پہلی ذمہ داری اپنے اوپر کچھ پابندیوں کو قبول کرنا ہے اور ان حدود کا احترام کرنا ہے جو مفاد عامہ کے نقطۂ نظر سے قانون یا معاشرہ ہمارے لیے متعین کرتا ہے۔ حقوق کے حاصل کرنے سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہوتی ہے کہ ان کا استعمال کس انداز سے کیا جاتا ہے۔ اپنے حقوق و فرائض سے باخبر اور ہوشمند شہریوں کے بغیر جمہوریت زندہ نہیں رہ سکتی۔

ہو سکتا ہے کہ جمہوریت میں آپ کو کچھ خرابیاں محسوس ہوں لیکن یقین جانیے یہ خرابیاں جمہوریت کی نہیں ہیں بلکہ ان افراد کے انداز فکر و طرز عمل سے پیدا ہوتی ہیں جو جمہوریت کے رکن ہیں۔ کسی بھی سماج یا کسی بھی حکومت کا معیار ان افراد کے کردار اور عمل سے متعین ہوتا ہے۔

ہوتا ہے اس دن بڑی دھوم دھام رہتی ہے۔ ایک شاندار دعوت ہوتی ہے۔ جس میں بلا کسی تفریق کے ہر مذہب کا آدمی شریک ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کتنی ہی زمین پر کاشت کرے اونم کے دن مونز کی ایک چھوٹی ... پیش کرنا فرض سمجھا جاتا ہے۔ ترواونم کے دن ابتدائی اوقات میں تہوار کے لیے بنائی ہوئی خاص چیزوں میں جاولا لے گیا۔ ناریل اور موز پوتھارا پہ جاتی جاتی ہیں اور پوتھارا کے بیچوں بیچ ایک شمع دان رکھا جاتا ہے۔ بعض گھرانوں میں مہابلی کی مورتیاں بنا کر بھی پوتھارا پر رکھی جاتی ہیں مہابلی کا استقبال کرتے ہیں۔ پوجا کے بعد دوپہر میں آج کی دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ آج کی دعوت کے خاص پکوانوں میں مونگ کی دال، پپڑ، بتی پڑنگ، چاول کے کیک، کدو، کھیا تری اور ہلدی کا سالن، نمکین پاپڑ، موز کے میٹھے چپس، ... جیسے چپس اور رسیلے پاپڑ وغیرہ ہوتے ہیں۔ آج کی دعوت میں تیل وغیرہ بہت کم استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کمرے میں کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں مہمان ایک قطار بنا کر بیٹھ جاتے ہیں پھر سب کو موز کے پتوں میں کھانا کھلایا جاتا ہے۔

تہوار کی خوشیاں: اونم کی شاندار دعوت کے اختتام کے بعد تہوار کی خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ گھر کے بچے بڑے اور عورتیں وغیرہ الگ الگ پسندیدہ کھیل تماشے وغیرہ میں حصہ لیتے ہیں۔ آج عورتوں کا ایک خاص ناچ ہوتا ہے جس کو KAIKOTTIKKALI یعنی تھالیوں کا ناچ کہا جاتا ہے۔ آج ایک خاص دوڑ کشتیوں کی بھی ہوتی ہے جو BOATRACE کے نام سے مشہور ہے۔ اس دوڑ کے لئے خاص قسم کی کشتیاں ہوتی ہیں ان کو SNAKE BOAT کہا جاتا ہے۔ ان کشتیوں کے

(۶۰) سے (۷۰) آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ ہوتی ہے۔ اس دوڑ کے لئے بہت مشہور ہیں۔ تہوار کی آخری رات تہوار کی خوشی میں FOLK DANCE اور ڈرامے بھی کئے جاتے ہیں اس رات کو ہونے والے ہر قسم کے ناچ میں KIRISHN KATHA KAIL RATHAM OTTUM THALLAL اور MOHI RATHAM ناچ بہت مشہور ہیں رات کے اس شاندار جشن کے بعد اونم کا تہوار ختم ہوتا ہے۔

قومی تقاریب

★

★

یوم جمہوریہ

از:- محمد رضی الدین معظم

جمہوریت کا نام آتے ہی ذہن میں لاشعوری طور پر ابراہیم لنکن کے یہ الفاظ ابھرتے ہیں "جمہوریت عوام کی عوام کے لیے اور عوام کے ذریعہ کی چلنے والی حکومت کا نام ہے" لیکن آج جن وسیع معنوں میں ہم جمہوریت کا لفظ استعمال کرتے ہیں لنکن کے الفاظ ان کی مکمل ترجمانی نہیں کرتے۔ جمہوریت محض ایک طرز حکومت ہی نہیں ہے۔ اقتصادی نظام کا سرچشمہ بھی ہے۔ جمہوریت ایک مخصوص انداز فکر ایک زاویہ نظر ایک طرز عمل اور ایک مخصوص ذہنی کیفیت کا نام ہے۔

جمہوریت کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ ہر فرد انسان ہونے کے ناطے برابر ہے۔ وہ آزاد پیدا ہوتا ہے اس لیے زندہ رہنے اور اپنی فطری صلاحیتوں کے لحاظ سے اپنی شخصیت کی نشوونما اور اپنی زندگی کی تعمیر و تشکیل کرنے کا اسے پورا موقع ملنا چاہیے۔ کوئی بھی فرد دوسرے کے مقاصد کی تکمیل کے لیے آلۂ کار نہیں ہے۔ مشہور انگریزی مفکر جان اسٹورٹ مل کے الفاظ میں "ہر فرد اپنی ذات، اپنے ذہن اور اپنے جسم کا مالک ہے" یعنی ہمارے وجود اور ہماری صلاحیتوں کو دوسروں کے مفاد کے لیے ہماری مرضی کے خلاف استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ایک طرز حکومت کی حیثیت سے جمہوریت اس سیاسی نظام کو کہتے ہیں جس میں عوام اقتدار اعلیٰ کے امین ہوتے ہیں، جس میں حکومت کو بنانے اور بدلنے کا مکمل اختیار عوام کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور جس میں عوام حکومت کے لیئے نہیں، حکومت عوام کے لیئے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہوری حکومت عوام کے سامنے جوابدہ اور ذمہ دار ہوتی ہے۔ جمہوریت کی اساس طاقت پر نہ ہو کر رائے عامہ پر ہوتی ہے۔

جمہوریت آزادی اور مساوات کی خالق بھی ہے اور محافظ بھی۔ آزادی اور مساوات جمہوریت کے ستون ہیں۔ لیکن جمہوریت میں آزادی کا مطلب غیر محدود طریقے پر اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کا استعمال کرنا نہیں ہے۔ آزادی سے مراد کچھ معقول پابندیوں میں رہتے ہوئے اپنی فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہے۔ اگر ہر شخص کو یہ حق دیدیا جائے کہ وہ جو کچھ بھی کرسکتا ہو کرے تو سماج میں افراتفری پیدا ہو جائے گی۔ اس طرح کی آزادی ... سماجی زندگی کو درہم برہم کر دے گی اور فرد کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ ایسی صورت میں آزادی سماج کے چند طاقتور افراد کا حق بن کر رہ جائے گی اور سماج کے بیشتر افراد جسمانی اعتبار سے کمزور ہونے کے سبب آزادی سے سانس لینے کے حق سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ جمہوریت جس آزادی کا پیغام دیتی ہے وہ پابندیوں سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ پابندیاں بظاہر ایک شخص کو اس بات کے لیئے مجبور کرتی ہیں کہ وہ اپنی فطری قوتوں کو من مانے ڈھنگ سے استعمال نہ کرے لیکن ان کا مقصد آزادی کو سلب کرنے کے بجائے سماج کے بیشتر افراد کو آزاد رہنے کا موقع فراہم کرنا ہے۔ یہ پابندیاں حقوق و فرائض کو جنم دیتی ہیں۔ ایک مہذب معاشرے میں یہ پابندیاں قانون کے

ذریعہ عائد کی جاتی ہیں۔ اسی لیے یہ کہا جاتا ہے کہ قانون آزادی کا خالق اور محافظ ہے لیکن یہ بات اسی وقت ممکن ہے جب قانون بنانے والی طاقت یعنی حکومت کی بنیاد طاقت پر نہ ہو کر رائے عامہ پر ہو۔ جمہوریت ہی وہ طرزِ حکومت ہے جو سیاسی امور میں ہر فرد کے برابر حق کو تسلیم کرتی ہے اور جس میں ہر شخص حاکم بھی ہے اور محکوم بھی۔ اسی لیے جمہوریت میں ہی ہر فرد صحیح معنوں میں آزاد رہ سکتا ہے۔

حکومت کے قوانین قدم قدم پر ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ ہمیں کچھ کرنے یا نہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ بظاہر ان قوانین سے ہمیں فطری آزادی محدود ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے لیکن ان پابندیوں سے ہی مساوات کا جنم ہوتا ہے۔ جب ہم مساوات کی بات کرتے ہیں تو اس کے معنی یکسانیت یا یک رنگی سے نہیں ہیں۔ ہر شخص ایک سی صلاحیتیں لیکر پیدا نہیں ہوتا اس لیے ہر شخص کو ہر معاملے میں ایک سا بنا دینا ناممکن ہے۔ جمہوریت میں مساوات کے معنی یہ ہیں کہ حکومت کی طرف سے ملنے والی سہولتیں اور مواقع ہر شخص کو مساوی طور پر حاصل ہوں۔ حقیقی معنوں میں سیاسی زندگی میں مساوات اسی وقت ممکن ہے۔ جب قانون کو افضلیت حاصل ہو۔ جسے ہم "رول آف لا" یا قانون کا راج کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حکومت اور اس کے فیصلوں کا انحصار کسی فرد کی خوشی یا ناخوشی پر نہ ہو کر قانون پر ہو۔ جمہوریت میں ہر شخص کو غور وفکر اور اظہارِ خیال کی آزادی ہوتی ہے تاکہ ہم اپنی آواز کو حکومت تک بلا خوف وخطر پہنچا سکیں اور حکومت رائے عامہ کے مطابق فیصلے کر سکیں۔ کسی کو بھی اپنی رائے کو دوسرے پر مسلط کرنے کا حق نہیں ہوتا۔ جان اسٹوریٹ مل کے الفاظ میں "اگر کسی مسئلے پر محض

ایک شخص کی رائے سماج کے سارے افراد سے بالکل مختلف ہو تو بھی ان سارے افراد کو ایک شخص کو خاموش کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

اگرچہ جمہوری نظام اکثریت کے اصول پر قائم ہے لیکن اقلیت جمہوریت کی آبرو ہوتی ہے۔ یہ یقیناً حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ کسی بھی فرد یا طبقے کے حقوق ایک دوسرے کے ہاتھوں پامال نہ ہونے پائیں۔ اقلیتوں میں اپنی جان و مال کے تحفظ کا احساس اور حکومت میں اعتماد پیدا ہو اکثریت اپنی تعداد کی بنیاد پر اقلیتوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم نہ کر سکے تاکہ انھیں بھی ایک باوقار زندگی گزارنے کا موقع مل سکے۔

جمہوریت اپنے میں خود کوئی مقصد نہیں ہے۔ یہ بہترین زندگی گزارنے کا ایک وسیلہ ہے لیکن اگر اس کے مواقع سماج کے سبھی افراد کو یکساں نہیں ملے تو جمہوریت اکثریت کی تاناشاہی میں تبدیل ہو جائے گی۔

جمہوری نظام حکومت جمہوری معاشرہ میں ہی کامیاب ہو سکتا ہے۔ آزادی اور مساوات کے حقوق اس وقت تک عملی شکل اختیار نہیں کر سکتے جب تک سماج انھیں بخوشی تسلیم کرنے پر تیار نہ ہو۔ اگر ہم ان اصولوں کو محض سزا کے خوف یا قانونی بندشوں کی وجہ سے قبول کرتے ہیں تو سماجی مساوات صحیح معنوں میں قائم نہیں ہو سکتی۔ سماجی نظام اور سیاسی نظام کے درمیان اس وقت تضاد پیدا ہونا لازمی ہے جب سماج ان اقدار کو بخوشی قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتا جو قانون کے ذریعہ نافذ کی جا رہی ہیں۔ ہمارے سماج میں آج بھی غریب اور امیر کے درمیان تفریق اور مذہب اور ذات کی بنیاد پر امتیاز کسی نہ کسی شکل میں دیکھا جاتا ہے۔ حالانکہ دستور میں سبھی شہریوں کو مساوی طور پر حقوق دیے گئے ہیں۔

اس کا سبب یہی ہے کہ ہم میں جمہوری اقدار کے مطابق شعور نہیں پیدا ہو سکا
ہے۔ قانون کے خوف سے ہم ظاہر تو یہی کرتے ہیں کہ ہم مساوات کے اصول پر
اعتقاد رکھتے ہیں لیکن ذہنی طور پر ہم اس حق کو دوسروں کو دینے کے لیے تیار
نہیں ہیں۔ دراصل ایک جمہوری سماج کی تشکیل کے لیے جمہوری ذہن کی ضرورت
ہے۔ جمہوری طرزِ حیات کی بنیاد انسانیت کے احترام پر ہے۔ ہمارے
خیالات اور ہمارے عمل سے اس عقیدے کی غمازی ہونا چاہیے۔ ہر شخص
برابر ہے ہمیں دوسروں کے حقوق، ان کے جذبات اور ان کی مشکلات کا
احساس کرنا چاہیے۔ ہم دوسروں کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریں جس کی ہم
دوسروں سے توقع کرتے ہیں۔ مذہب، زبان، رنگ اور نسل کا فرق ہمارے
سماجی رشتوں میں حائل نہ ہونا چاہیے۔ اس طرح کی فضا اسی وقت پیدا
ہو سکتی ہے۔ جب ہماری ذہنی نشوونما جمہوری قدروں کے مطابق ہو۔
جمہوری طرزِ زندگی کے معنی ہیں آپسی میل جول۔
باہمی اتحاد، عوامی خدمت کا احساس اور جذبۂ ایثار اس بنیاد اس عقیدے
پر ہوتی ہے۔ ہمارا وجود دوسروں کو اذیت پہنچانے کے لئے نہیں دوسروں کے
دکھوں اور غموں کو بانٹنے کے لیے ہے ایک جمہوری معاشرہ وہ ہوتا ہے جہاں
ایک فرد کی آنکھوں میں جھلکتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھ کر سارے سماج کی
آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں اور جہاں سماج کے لبوں پر مسکراہٹ دیکھ کر ہمارے
چہرے بھی کھل اٹھتے ہیں۔ اگر جمہوریت کے معنی ہر شخص کو اپنی صلاحیتوں
کے اعتبار سے ترقی کرنے کے مواقع فراہم کرنا ہیں تو اس کے لیے ایسے مادی حالات
کو پیدا کرنا ہوگا جس میں کوئی فرد یا طبقہ دوسرے کی مجبوری سے فائدہ نہ
اٹھا سکے۔ حقیقی معنوں میں سیاسی جمہوریت بغیر اقتصادی مساوات یا جمہوری

قومی پرندہ:

مور ہمارا قومی پرندہ ہے۔ یہ بڑا ہی خوبصورت پرندہ ہوتا ہے مور کے پر اپنی خوبصورتی کی وجہ سے بہت پسند کئے جاتے ہیں۔ نر مور کی پہچان یہ ہے کہ اس کی دم میں بڑے ہی خوبصورت رنگا رنگ پر ہوتے ہیں۔ سر پر اس کے تاج کی طرح کلغی بنی ہوتی ہے۔ جب نر مور ناچتا ہے تو اس کے سارے پر پھیل جاتے ہیں اور دم پنکھے جیسی بن جاتی ہے۔ مور کے پر کے مور چھل بنائے جاتے ہیں۔ خوبصورت پنکھے بھی تیار ہوتے ہیں۔ مقدس کتابوں میں مور کے پر رکھے جاتے ہیں۔ برسات کے سہانے موسم میں مور خوشی سے جھوم اٹھتا ہے۔ اور ناچنے لگتا ہے۔

قومی جانور:—

شیر ہمارا قومی جانور ہے۔ جس کا بہادری اور جفاکشی میں جواب نہیں۔ یہ تمام جانوروں میں سب سے زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ اسے عام زبان میں جنگل کا راجہ کہتے ہیں۔

(2) ہندوستان کا دوسرا پرچم ۱۹۰۷ء میں مادام کاما اور غیر ملکوں میں رہنے والے ہندوستانی انقلابیوں کی جماعت نے پیرس میں لہرایا۔

(3) ہندوستان کا تیسرا پرچم ڈاکٹر اینی بیسنٹ اور لوکمانیہ تلک نے ہوم رول تحریک کے وقت لہرایا تھا۔

(4) چوتھا پرچم ۱۹۲۱ء میں گاندھی جی نے تیار کرایا اور وہ اتنا مقبول ہوا کہ کانگریس کی تمام تقریبوں میں ۱۹۳۱ء تک یہی پرچم لہرایا جاتا رہا۔

(5) ۱۹۳۱ء میں کانگریس کی سات رکنی کمیٹی نے مندرجہ بالا پرچم کے نمونے کی سفارش کی تھی مگر آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے اسے تسلیم نہیں کیا تھا۔

(6) ۱۹۳۱ء میں کانگریس ورکنگ کمیٹی نے قومی پرچم کو آخری منظوری دی۔

۲۲ جولائی ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی آئین ساز اسمبلی نے اس پرچم کو تسلیم کیا۔ جواہر لال نہرو نے قومی پرچم کے بارے میں کہا تھا۔

OUR TRICOLOUR FLAG IS NOT THE FLAG OF EMPIRE NOT A IMPERLALISM BUT FLAG OF FREEDOM NOT ONLY OURSELVES BUT A SYMBOL OF FREEDOM TO ALL PEOPLE WHO MAY SEE IT

قومی ترانہ: جن گن من ہمارا قومی ترانہ ہے۔ جسے بنگال کے رابندر ناتھ ٹیگور نے لکھا ہے۔ بنکم چندر چٹرجی کے "وندے ماترم" کو بھی برابر کا درجہ دیا گیا ہے۔ قومی ترانہ ہمارے ملک کے اتحاد کو ظاہر کرتا ہے جب یہ ترانہ گایا جاتا ہے یا ریکارڈ بجایا جاتا ہے تو نہایت احترام کے ساتھ ہر کسی کو قومی اٹنشن کھڑے ہونا چاہئے اور پورے احترام اور تعظیم سے بالکل خاموشی کے ساتھ پورا ترانہ ختم ہونے تک بنا کسی حرکت و آواز کے سننا چا

ہے ٹھہرانا چاہیئے۔ قومی ترانہ کو صحیح اصول پر گانے کی مشق کرنی چاہیئے۔

رابندر ناتھ ٹیگور کا لکھا ہوا ہندوستان کا قومی ترانہ جن گن من کو کلکتہ میں پہلی بار پڑھا گیا ۱۹۱۱ء میں سب سے پہلے اس کی اشاعت ٹیگور کے رسالہ "تتوا بودھنی پتریکا" میں ہوئی۔ ۱۹۱۹ء میں خود ٹیگور نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا انگریزی میں اس کا عنوان "ہندوستانی صبح کا گیت" تھا۔ قومی ترانے کا اردو ترجمہ یوں ہے۔

تم ہندوستان کے تمام لوگوں کے سب سے بڑے قائد اور ہندوستان کا مقدر بنانے ہو۔ تمہاری جے ہو تمہارا نام پنجاب۔ سندھ۔ گجرات اور مہاراشٹرا والوں کے دل میں امنگیں پیدا کر دیتا ہے۔

وندھیاچل اور ہمالیہ میں تمہارا ہی نام گونج رہا ہے۔ گنگا اور جمنا کی ترنگوں میں تمہارا ہی سنگیت بھرا ہوا ہے اور ہندوستان ساگر کی اچھلتی لہریں تمہارا ہی نام لے رہی ہیں۔ یہ سب تمہارا ہی آشیرواد مانگتے ہیں اور تمہاری جے جے کے گیت گا رہے ہیں۔ تم سارے لوگوں کی خوشی کا مرکز ہوا ہے۔ بھارت کا مقدر بنانے والے تمہاری جے ہو۔

قومی ترانہ کا اُردو منظوم ترجمہ بھی اس طرح ہے:۔

مالک قلب انس و جاں عز و جل شانہ
خالق نظم دو جہاں عز و جل شانہ
ملک بہار و ملک سندھ
کوہ ہمالہ کوہ وندھ
ہے تو ہی کارساز ہند
تو ہے سرینا ہند
ملک دکن کلنگ و بنگ
رود جمن و یاس گنگ
جلوہ گہ جلال تو

آئینۂ جمال تو
سب کی زباں پہ تیرا نام
لب پہ دُعا ہے صبح شام
قائم لطف بے کراں عز و جل شانہ
مالک قلب اِنس و جاں عز و جل شانہ

قومی مہر:- قومی مُہر کو آپ کرنسی نوٹوں اور سکّوں پر آپ عام طور پر تخت پر کھڑے ہوئے تین ببر دیکھتے ہیں۔ قومی مہر میں آپ کو تخت پر صرف تین ببر دکھائی دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ چار ببر ہیں۔ تصویر میں آپ ان چاروں کو نہیں دیکھ سکتے۔ ببروں کے نیچے تخت کے درمیان ایک چکر ہے۔ اس چکر کے سیدھے جانب ایک بیل اور بائیں جانب ایک گھوڑے کی شکل ہے۔ تخت کے نچلے حصہ پر دیوناگری میں "ستیمے جیتیے" یعنی جس کا اُردو ترجمہ "صداقت کی ہمیشہ جیت ہے" لکھا ہوا ہے۔ تخت پر جو تین ببر ہیں ان کو کیوں قومی علامت قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قدیم زمانے میں راجہ اشوک اعظم ملک کے بہت بڑے حکمران تھے۔ امن و شانتی کا پیام اور سندیش ہندوستان کے علاوہ دیگر تمام ممالک میں پہنچتے رہے۔ اس کی تشہیر اور شہرت دیگر ممالک میں بھی کافی ہوئی۔ ان کے خیالات و نظریات ملک بھر میں پتھروں و ستونوں پر کھدوا کر پھیلائے گئے۔ ان ستونوں میں سے ایک ستون سارناتھ میں ہے ستون کے تخت جو ببر ہیں ان کو ہماری قومی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ اشوک کے ان اصولوں اور آدرشوں کا ہم پر اثر پیدا کرنے اور جوش پیدا کرنے کی غرض و غایت سے ان کو ہمارے ملک کی قومی علامت کے طور پر اپنایا گیا ہے۔

قومی پرچم، قومی ترانہ، قومی مہر کو خاص اہمیت و فوقیت حاصل ہے۔ ان کا احترام کرنا ہم ہندوستانیوں کا فرض اور دھرم ہے۔

از محمد رضی الدین معظم

یوم شہیداں

۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کی شام نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا کے لئے ایک المناک شام بن گئی کیونکہ اسی شام کو ہندوستان کے محبوب رہنما اہنسا کے پیغامبر اور جنگ کے شعلوں سے جھلسی ہوئی دنیا کے مصلح اعظم راشٹر پتا مہاتما گاندھی کی اپنے ہی ملک کے مقام پہنچی کی منحوس شخصیت ناتھورام گوڈسے کے ہاتھوں شمع حیات کے ۶۱ ویں سال ہمیشہ کیلئے بجھ گئی۔ گاندھی جی رخصت ہو گئے۔ دنیا جنہیں مہاتما اور دیوسروپ اور خدا معلوم اور کن کن تعظیمی ناموں سے پکارتی تھی اپنے ملک اپنی قوم سے دم کے دم میں ہمیشہ کیلئے جدا ہو گئے۔ وہ کسی گورے کی سنگینی سے نہیں کسی پاکستانی دہشت گرد سے نہیں ایک ہندوستانی ننگ ہندوستان ہندوستانی ہی کی گولی سے فائر ہو گئے۔ ایسی موت کو موت نہیں شہادت کہتے ہیں۔ شہادت اصطلاحی نہیں، شہادت جو حق پرستی کی راہ میں مظلومین کی حمایت اور نصرت کی راہ میں دادخواہوں کی فریادرسی کی راہ میں نصیب ہوتی ہے۔ سفاک قاتل کی گولی اس فرشتہ خاک کے جسم میں نہیں چلی بلکہ انسانیت کے سینہ کو چھلنی کر گئی۔ بقول حضرت دریابادی کے مہاتما گاندھی عقیدتاً توحید کے پورے قائل و معترف رسول کریمؐ کو ملک عرب ہی کا نہیں ساری دنیا کا مصلح و معلم تسلیم کرنے والے اور مشن محمدی کے قائل قرآن حکیم کو ترجموں کی مدد سے بار بار بصد شوق مطالعہ کرنے والے اور اپنے عمل سے ہندوستان کی کثیر آبادی میں مسلمانوں کے ہی خواہ ہندو سکھ عیسائی اور کمزوروں پست اقوام کے قدر جاں نثار ان کی اس شہادت سے ہندوستان پر بحیثیت مجموعی ہر ایک کی کمر توڑ گئے۔ اللہ ان کی آتما کو شانتی دے۔

حکومت ہند نے ان کی بے پناہ قربانیوں کو خراج عقیدت پیش کرنے ہر سال ۳۰ جنوری یوم شہیداں منانے کا فیصلہ کیا جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے. ٹھیک گیارہ بجے دن سرکاری طور پر سائرن بجایا جاتا ہے. اور ہر ایک دیش واسی اپنی اپنی جگہ خواہ وہ یونیورسٹی کالج مدرسہ یا دواخانہ، کارخانہ، دفتر، دکان، راہرو دو منٹ کی خاموشی کے لیئے مجسم الم بن کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر گیارہ بجکر دو منٹ پر دوسرا سائرن بجتا ہے اس طرح ملک کے اس عظیم رہنما کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ دہلی میں راج گھاٹ پر دعائیہ اجتماع کا اہتمام رہتا ہے. ہر مذہب والے اپنے اپنے طور پر تقدیس آفریں مذہبی کتابوں کو پڑھتے ہیں. سربر آوردہ ممتاز معظم شخصیتیں صدر جمہوریہ، وزیراعظم اپنی کابینہ کے ساتھ بہ نفسِ نفیس شریک ہوتے ہیں۔

حیدرآباد میں منعقدہ ملک کی جسارت نظیر کل ہند صنعتی نمائش اس دن کے لئے بند رہتی ہے۔

یوم مئی

از:- سید موسیٰ رضا صاحب

آج مئی کی پہلی تاریخ ہے۔ آج کے دن کو یوم مئی کہا جاتا ہے۔ یہ دن عالمی پیمانے پر مزدوروں اور محنت کشوں کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ پچھلے نوے برسوں سے زیادہ عرصے سے یہ دن ساری دنیا میں بڑے جوش، و خروش اور احترام سے منایا جا رہا ہے۔ گرچہ ہمارے ملک میں بھی یہ دن ایک عرصے سے منایا جا رہا ہے لیکن اس کے اسباب اور اس کی تاریخی اہمیت سے بہت کم لوگ آشنا ہیں۔ یہ دن دراصل امریکہ کے ان مزدوروں کی یاد میں منایا جاتا ہے جنہیں ۱۸۸۶ء میں سرمایہ داروں کی بربریت کا شکار بنایا گیا اور جنہوں نے ظلم و استبداد کا سامنا کرتے ہوئے بڑی بہادری کے ساتھ اپنی جانوں کی قربانیاں دیں۔ اسی لیے آج کے روز ساری دنیا کے انسانیت نواز، حق پسند اور انسانی مساوات کے اصول پر یقین رکھنے والے لوگ عہد کرتے ہیں کہ وہ بھی کمزوروں اور مظلوموں پر ہو رہے جبر و استبداد اور مزدوروں کے استحصال کا خاتمہ کرنے کے لیے پوری جدوجہد کریں گے۔

یوم مئی کی کہانی کا آغاز ۱۷ اکتوبر ۱۸۸۴ء سے ہوتا ہے۔ اس روز امریکہ کے مزدوروں کی ایک بہت بڑی تنظیم نے جس کا نام فیڈریشن آف آرگنائزڈ ٹریڈس اینڈ لیبر یونینس آف یونائیٹڈ اسٹیٹس اینڈ کناڈا تھا۔ اپنے چوتھے کنونشن میں ایک قرارداد منظور کی جس کے ذریعے انہوں نے

یہ مطالبہ کیا گیا کہ مزدوروں کے کام کے روزانہ اوقات ۸ گھنٹوں سے زیادہ نہیں ہوں گے۔ قرارداد میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر امریکی سرمایہ داروں اور مل مالکوں نے دو سال کے دوران ۸ گھنٹے کے روزانہ اوقات کا نفاذ نہیں کیا تو پہلی مئی ۱۸۸۶ء سے امریکا کے مزدور پورے ملکی پیمانے پر ہڑتال کا سلسلہ شروع کر دیں گے۔

درحقیقت ۱۸۶۵ء کی امریکی خانہ جنگی کے بعد مزدوروں کے کام کے اوقات اس درجہ بڑھا دیے گئے تھے اور ان کی مزدوری اس قدر کم کر دی گئی تھی کہ وہاں کے محنت کش عوام پریشان تھے۔ اس خانہ جنگی کے بعد امریکی سرمایہ دارو کی طاقت میں گوں ناگوں اضافہ ہو گیا تھا۔ ملک کی ساری زمینیں، جنگلات، معدنیات کے ذخیرے اور کل کارخانے سب ان کے قبضہ میں چلے گئے تھے۔ انہوں نے حکومت پر بھی قبضہ کر لیا تھا اور اپنے منافع میں اضافہ کی خاطر انہوں نے مزدوروں کا منظم طور پر استحصال شروع کر رکھا تھا۔ اس مقصد کے لیے ان کے پاس پالے ہوئے غنڈوں بدمعاشوں اور گرگوں کی پوری فوج تھی جسے PIKERTON GANG کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

جیسے جیسے مزدوروں کا استحصال بڑھتا گیا ویسے ویسے انہیں منظم کرنے کی کوششیں بھی تیز تر ہوتی گئیں۔ اسی لیے فیڈریشن آف آرگنائزڈ ٹریڈس اینڈ لیبر یونینس آف یونائیٹیڈ اسٹیٹس اینڈ کناڈا نے جب ۱۸۸۴ء میں اپنی پوزیشن کسی قدر مضبوط کر لی تو مطالبہ کیا کہ مزدوروں کے کام کے اوقات گھٹا کر آٹھ گھنٹے کیے جائیں۔ یہ مطالبہ چونکہ امریکہ کے تمام محنت کشوں کے دلوں کی آواز تھی اس لیے وہاں کے مزدوروں نے بالعموم اور وہاں کے دانشوروں نے بالخصوص اس کا پوری طرح خیر مقدم کیا۔ امریکہ کے شعرا نے ۸ گھنٹے کے کام کے عنوان پر بہتیری نظمیں لکھیں، افسانہ نگاروں نے افسانے

ناول نگاروں نے ناولیں اور ادیبوں نے بہت سارے مضامین لکھ کر مزدوروں کی اس مانگ کا ساتھ دیا۔ عوام میں یہ مطالبہ کس حد تک مقبول ہو گیا تھا۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود مل مالکوں نے ایٹ آورس سگار، ایٹ آورس ہیٹ اور ایٹ آورس بیگ کے نام سے بہت ساری چیزیں بنا ڈالی تھیں جنہیں عوام بڑے شوق سے خریدتے تھے۔ ۸ گھنٹے کام کے عنوان سے لکھی گئی نظمیں بچے بچے کی زبان پر تھیں۔

مزدوروں کی اس جائز مانگ کی تکمیل کے لئے دو سال کا وقفہ دیا گیا تھا۔ لیکن امریکہ کے مل مالکوں نے اس مانگ کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔ چنانچہ پہلی مئی ۱۸۸۶ء سے امریکہ میں ہڑتال کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ اس روز امریکہ کے تقریباً ۵ لاکھ مزدوروں نے کام بند کر دیئے۔ ہڑتال کا اثر شکاگو، نیویارک، بالٹی مور، واشنگٹن، سن سناٹی اور پٹس برگ جیسے شہروں میں شدت سے محسوس کیا گیا۔

اس تحریک میں شکاگو کے مزدور پیش پیش تھے ان کی قیادت امریکہ کے نامی مزدور رہنما اگسٹ سپائز، مائیکل شیب فیلڈن، پیرسن، اڈولف فشر، جارج انجیل، لوئس لنگ اور سکریبنی کر رہے تھے۔ انہوں نے مزدوروں کو منظم کرنے اور ان کی تحریک کو آگے بڑھانے میں نمایاں رول ادا کیا تھا۔ پہلی مئی ۱۸۸۶ء کو شکاگو کے لگ بھگ ۲ لاکھ ۵۰ ہزار مزدوروں نے ہڑتال کیا اور ۸۰ ہزار مزدوروں نے ایک زبردست جلوس بھی نکالا۔ اگرچہ مزدوروں کے احتجاج کا طریقہ انتہائی پر امن تھا لیکن ہڑتال کی اس قدر کامیابی کو دیکھتے ہوئے امریکی سرمایہ داروں کے مخصوص اخبار "شکاگو میل" نے اپنے اداریے میں ہڑتال کی مذمت کرتے ہوئے مزدور رہنما پیرسن اور

اسپائیز کے خون کا مطالبہ کیا۔ سرمایہ داروں میں ہڑتال سے ایک قسم کی کھلبلی مچ گئی تھی اور وہ کسی بہانے کی تلاش میں تھے تاکہ مزدوروں سے بدلہ لے سکیں۔ دو دنوں بعد یعنی ۳ مئی ۱۸۸۶ء کو ایک ایسا موقع ہاتھ آ گیا۔ شکاگو کے مضافاتی علاقے میں میک کارمک ہارویسٹر ورکس نامی ایک کارخانہ کے مزدور پچھلے کئی ہفتوں سے ہڑتال پر تھے۔ تین مئی کو انہوں نے کارخانے کے نزدیک ایک میٹنگ کا اہتمام کیا جسے ان کے رہنما آگسٹ اسپائیز نے خطاب کیا۔ اتفاق سے مالکوں کے گرگوں نے اسی وقت میٹنگ پر حملہ کر دیا جب مزدوروں نے دفاعی کوششیں شروع کیں تو پولیس نمودار ہوئی اور اس نے فائرنگ شروع کر دی جس سے سینکڑوں مزدور زخمی اور کئی موت کے شکار ہو گئے۔ آگسٹ اسپائز نے یہ سارا خونی تماشہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور انتہائی غم و غصہ کی حالت میں واپس لوٹے۔ دوسرے روز یعنی ۴ مئی ۱۸۸۶ء کو شکاگو کے ہے مارکیٹ اسکوائر پر ایک احتجاجی جلسہ بلایا گیا جس میں ہزاروں مزدوروں نے شرکت کی میٹنگ کو خطاب کرنے کے لیے آگسٹ اسپائیز، پیرسن، سموئیل فیلڈن جیسے رہنما آئے۔ فیلڈن اس میٹنگ میں شریک ہونے کے لیے اپنی بیوی اور بچوں کے ہمراہ آئے تھے جلسہ کافی دیر تک چلتا رہا۔ پولیس کا عملہ وہاں موجود تھا۔ شکاگو کے میئر کارٹر ہیریسن نے میٹنگ کی کارروائی پر امن طور پر چلتے ہوئے دیکھ کر پولیس کیپٹن جون بون فیلڈ کو ہدایت دی کہ وہ اپنے عملے واپس بھیج دے اور وہ خود مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔ جب آخری مقرر فیلڈن تقریر کر رہے تھے تو پولیس کیپٹن جون بون فیلڈ ان کے پاس پہنچا اور میٹنگ کو غیر قانونی قرار دے کر رد کرنے کی کوشش کی۔ اچانک وہاں پر ایک بم پھٹا اور پھر بھگدڑ مچ گئی۔ پولیس کے

حملوں نے دھواں دھار گولیاں چلانا شروع کیا اور تھوڑی ہی دیر میں سارا ہیمار کیٹ اسکوائر مزدوروں کے خون سے سرخ ہو گیا۔ مرنے والوں میں سارے کے سارے مزدور تھے سوائے ایک ڈیگون نامی پولیس سرجنٹ کے۔

واقعہ کے فوراً بعد سبھی مزدور رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان لوگوں پر پولیس سرجنٹ ڈیگون کے قتل کا الزام تھا۔ ان تمام لوگوں پر جعلی مقدمہ چلایا گیا۔ انسانی تاریخ میں اس قسم کے واقعات کم گزرے ہیں۔ بجائے اس کے کہ سیکڑوں مزدوروں کی موت پر اظہار افسوس کیا جاتا اور پولیس والوں سے میئر کی بات نہ ماننے کی بازپرس کی جاتی آٹھوں اہم مزدور رہنماؤں کو ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت جیل کی کوٹھریوں میں بند کر دیا گیا۔

امریکی حکومت اس وقت کس درجہ سرمایہ داروں اور مل مالکوں کے مٹھی میں تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مقدمے کی کارروائیوں کے سارے طریقے تبدیل کر دیئے گئے۔ بینل سے ججوں کو نہ لے کر سرمایہ بحال کیا گیا ۲۱ رجون ۱۸۸۶ء سے مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی۔ مقدمہ کے دوران اس بات کا قطعی پتہ نہ چل سکا کہ بم کس نے پھینکا اور مزدور رہنماؤں نے کس طرح ڈیگون کی موت کا پلان بنایا۔ موقعۂ واردات پر صرف تین رہنما موجود تھے یعنی اگسٹ اسپائیز، پیرسن اور فیلڈن۔ اگر ان کے ارادے ٹھیک نہیں ہوتے تو وہ بیوی اور بچوں کے ہمراہ نہ آتے۔ میئر کے بیان کے مطابق وہ جلسہ انتہائی پرامن تھا پھر بھی ۹ اکتوبر ۱۸۸۶ء کو جج جوزف ای گیری نے آٹھوں رہنماؤں کی پھانسی کا فیصلہ سنا کر ساری دنیا کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیا۔

جج کے اس فیصلہ نے ساری دنیا کے دانش وروں کے ضمیر کو جھنجھوڑ ڈالا نہ صرف امریکہ بلکہ فرانس، ہالینڈ، روس، اٹلی اور اسپین کے تمام لوگوں نے

اس فیصلہ کو انتہائی غلط اور جابرانہ قرار دیا۔ صوبے کے گورنر کے پاس ٹیلی گراموں اور خطوں کا لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا۔ انہوں نے عوام کو مطمئن کرنے کے لئے فیلڈن اور مائیکل شیب کی سزاؤں کو تاعمر قید میں تبدیل کر دیا مگر ان دونوں رہنماؤں نے اس تبدیلی کو ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اپنے اپنے مراسلہ میں گورنر کو لکھا۔

"یا تو میں مجرم ہوں یا بالکل بے قصور ہوں یقیناً مجرم ہوں تو مجھے موت کی سزا دی جائے اور اگر آپ کی دانست میں میں بے قصور ہوں تو یقیناً میں مکمل آزادی کا مستحق ہوں"۔

انگلینڈ، فرانس اور امریکہ کے بھی بڑے مفکروں ادیبوں اور دانشوروں نے جن میں جارج برنارڈ شا اور ولیم مورس بھی شامل تھے اس فیصلہ کے خلاف زبردست احتجاج کیا اور ان مزدور رہنماؤں کو چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا۔ مگر ان تمام لوگوں کے جذبات کو نظر انداز کرتے ہوئے ۱۱ر نومبر ۱۸۸۶ء کو پیرسن، اسپائز، فشر اور اینجل کو پھانسی کی سزا دے دی گئی۔ آسکرنیبے پھانسی دیئے جانے کے پہلے مردہ پائے گئے۔

مقدمہ کے دوران آگسٹ اسپائیز نے کہا تھا۔

"اگر میں اپنی محافظت میں کچھ کہنا چاہتا ہوں تو اس سے آپ پر الزام آتا ہے۔ مجھ پر لگائے گئے الزامات کے اسباب آپ کی بے انصافیوں کی داستان ہیں۔ اگر حق کے لیے لڑنے کی سزا موت ہے تو میں بخوشی اس سزا کو بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ بلائیے اپنے جلادوں کو اور حکم دیجئے کہ وہ جلد سے جلد مجھے پھانسی دیں۔

جس وقت پھانسی کا پھندا اسپائیز کی گردن میں ڈالا جارہا تھا تو

اس نے بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ کہا تھا۔

"ایک وقت ایسا آئیگا جب ہماری خاموشی ہماری تقریروں سے زیادہ پر اثر اور لوگوں کے دلوں کو زیادہ سے زیادہ متحرک کرنے والی ہوگی موت کی سزا مجھے بہت ہی پیاری لگ رہی ہے۔ میری موت میرے اس مشن کو یقیناً کامیاب بنا دے گی جسے میری زندگی کامیاب نہ بنا سکی"۔

انسانی تاریخ میں موت سے کھیلنے والے ایسے کتنے جیالے ملیں گے، موت کے وقت ایسے کلمات کتنے لوگوں کی زبان پر ہوں گے، حق کے لیے لڑنے والے ایسے جانباز کتنے ہوں گے،

ان مزدور رہنماؤں کی موت نے ساری دنیا کے لوگوں کے دل دہلا دیئے ساری دنیا کے مزدوروں کو ایک نئے ڈھنگ سے سوچنے کا سلیقہ دیا۔ ان میں ہمت جوش اور ولولے پیدا کیے۔ یہ اسی واقعہ کا نتیجہ تھا کہ روس، چین اور دیگر ممالک میں مزدوروں نے اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے حکومت کا تختہ الٹ دیا اور ساری دنیا کے لوگوں کو ایک نئے انقلاب کا منتظر بنا دیا۔

دسمبر ۱۸۸۸ء میں امریکن فیڈریشن نے سینٹ لوئس کی کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا کہ پہلی مئی ۱۸۹۰ء سے سارے امریکہ میں ہر سال یوم مئی منایا جائے گا۔ ۱۸۸۹ء میں دوسری عالمی مزدور تنظیم نے اعلان کیا کہ پہلی مئی ۱۸۹۰ء سے ساری دنیا میں یوم مئی کے منانے کا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ اس روز ساری دنیا میں یہ عہد کیا جائے گا کہ مزدوروں کے استحصال کا خاتمہ کیا جائے، قانون کے ذریعہ ان کے کام کے اوقات متعین کیے جائیں اور نوکری کی شرطوں میں مناسب تبدیلی لائی جائے۔

(بشکریہ آواز نئی دہلی)

یوم آزادی

ہماری سانس سے روشن ہے نام آزادی

از: محمد رضی الدین معظم
بی کام - بی ایڈ - ایل ایل بی (عثمانیہ)

ہر سال جب آزادی کا دن آتا ہے تو اہل ملک کو فطری طور پر خوشی ہوتی ہے کہ آج ہی کے دن ہمارا ملک برسہا برس کی محکومی اور آزادی کی ایک طویل جدوجہد کے بعد آزادی سے ہمکنار ہوا تھا۔ انگریزوں کے تسلط سے ملک پر ہر طرح کی فضاء چھائی ہوئی تھی اور مٹھی بھر انگریزوں کے آگے کروڑوں ہندوستانیوں کے سر جھکے ہوئے تھے۔ انگریزوں کو ہمارے ملک پر ہر طرح کا اختیار تھا۔ وہ جو چاہتے تھے کر گزر جاتے تھے۔ ہمارے ہی ملک کے بارے میں ہم کو زبان تک ہلانے کی مجال نہ تھی۔ سیاہ وسفید کے انگریز مالک تھے۔ رہ رہ کر یہ آرزوئیں ہمارے دلوں میں کروٹ لیتی تھی آخر ایک ہم اپنے ملک کے مالک و مختار بنیں گے اور انگریزوں کی غلامی سے نجات پائیں گے۔ یہی آرزو جدوجہد آزادی کی محرک بنی وہ ایک یادگار دن تھا جب کہ کانگریس کی جدوجہد شروع ہوئی۔ انگریزوں نے بظاہر تحریک آزادی کو کوئی اہمیت نہ دی لیکن ان کی نکتہ شناس نگاہوں نے یہ تاڑ لیا کہ اِس کا انجام ان کے زوال کا باعث ہوگا۔ اُنہوں نے اس تحریک کو ہر طرح سے کچلنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن وہ اس تحریک کو جتنا بھی کچلتے اور دباتے تھے۔ یہ اتنا ہی زور پکڑتی جاتی تھی۔

ہندوستان کے بہترین و قابل سپوت، ممتاز معظم و لئیق و جمیل قائد اس تحریک سے وابستہ ہوگئے۔ ایک دن وہ بھی آیا کہ یہ تحریک اتنی طاقتور ہوگئی کہ انگریزوں کو "ہندوستان چھوڑ دو" کی آگاہی دی گئی۔

انگریزوں نے جدوجہد آزادی میں حصہ لینے والوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم توڑے اور ان کے حوصلوں کو پست ہمت کرنے اور ان کی جسارت نظیر کو بڑے بڑے لالچ دے کر اپنا بنانے کی بے سود کوشش شروع کی لیکن ہمارے مصلحین و قائدین کی جسارت نظیر اتنی کمزور نہ پڑتی تھی یہ انگریزوں کے ظلم و ستم سے جانبازان وطن کی قدم ایک لمحہ کے لئے بھی ڈگمگاتے وہ برابر ان ستمگر انگریزوں کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ یہ جدوجہد آزادی برابر جاری رہی۔ سال پر سال گذر گئے۔ لیکن نہ عوام آزادی کے حصول کے مصمم ارادہ سے مایوس ہوئے نہ آزادی کے سپاہیوں کا حوصلہ پست ہوا۔ آزادی کا قافلہ رواں دواں آگے بڑھتا گیا۔ آزادی کی منزل جوں جوں قریب آتی گئی۔ آزادی کے ہزارہا سورما ایک ایک کرکے ہمارے درمیان سے مادرِ وطن کی خاطر روپوش ہوتے گئے۔ لیکن خوشی و مسرت اس بات کی ہے کہ مہاتما گاندھی جو کانگریس کے رہنما و مصلح اور آزادی کے علمبردار تھے۔ آزادی کا سورج ہوتا ہوا دیکھ سکے۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کا دن آزادئ ہند کے لئے مقدر تھا۔ انگریز باہمہ کروفر ہندوستان چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور ملک کی عنانِ حکومت عوام کے ہاتھوں میں آگئی۔ اب ہندوستان ایک آزاد ملک ہے اور تمام ہندوستان ایک آزاد قوم کی حیثیت کے مالک ہیں۔ آزادی کا دن تھا کہ تقسیم ملک کے نتیجہ میں نسلی و خونریزی کے غمناک بادل اس پر چھا گئے تھوڑے ہی

دن گذرے تھے آزادی کا عظیم رہنما لوگ مصلح مہاتما گاندھی بدبخت گوڈسے کے
ناپاک و ظالم ہاتھوں جاں بحق ہوگئے۔ اس طرح آزادی کی خوشی پھر ایک بار
غم سے ہمکنار ہوگئی۔ آزادی کے بعد اس میں شک نہیں کہ ہم بڑے بڑے
کٹھن مسائل سے دوچار رہے۔ جس سے آزادی کا مزا کرکرا ہو گیا اور ہم اب تک
بھی آزادی حاصل کرکے برسہا برس گذر گئے لیکن مصائب و آلام کا شکار
ہیں اور اپنی آزادی کے تحفظ اور ملک کی سالمیت کے لئے پیاپے قربانیاں
دے رہے ہیں۔ آزادی کے بعد آسودگی اور اطمینان قلب سے یک گونہ
محروم ہیں۔ لیکن آزادی ایک ایسی نعمت عظمیٰ ہے جس کی ہم دل سے قدر کرتے
ہیں اور کبھی نہیں چاہتے کہ آگے چل کر ہماری آزادی پھر ایک بار
خطرات سے دوچار ہو جائے۔ یہ صحیح ہے کہ آزادی کو ہم جس طرح مصیبتوں
پہ مصیبتیں جھیل کر اور بڑی بڑی قربانیاں دے کر حاصل کیا۔ ان کی بقا اور تحفظ
کے لئے بھی ہمیں اسی طرح قربانیاں دینی ہوں گی۔

آزادی کے بعد ہم ہو کر نہیں بیٹھ سکتے۔ کیوں کہ ملک کی ترقی
و خوشحالی کے لئے ہمیں زبردست تعمیری اور ترقیاتی سرگرمیاں جاری
رکھنی ہیں۔ بین الاقوامی حالات بھی ہمارے ملک پر اثر انداز ہوئے
اور ہمیں چین نصیب نہ ہوا۔

بہر حال ہمیں آزادی کے بعد ملک کی ترقی و خوشحالی کی جد و جہد کی
دوسری مہم شروع کرنی ہے آزادی کے بعد ہمیں جن حالات سے گذرنا
پڑا اس کا کسی کو آزادی سے پہلے اندازہ نہیں تھا۔ جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ
آزادی کے بعد ہمیں ہر طرح کی آسودگی اور عیش و عشرت کی زندگی
نصیب ہوگی انہیں آزادی کے بعد یقیناً مایوسی ہوئی کیونکہ ہندوستان

ہنوز ایک نازک اور عبوری دور سے گزر رہا ہے۔ حال میں زبردستی ایمرجنسی کے باعث بن مظالم کا شکار ہوئے وہ لائق بیان نہیں اور کسی کو بھی آزادی سے پہلے اس قسم کے حالات رونما ہونے کا اندازہ نہ تھا۔

آج جب کہ موجودہ حکومت نے جن محنت و جستجو کے ساتھ جمہوریت نظریہ اپنے اصولوں کو اپنا کر قدم قدم پر عوام کا دل موہ لے رہی ہے امید ہے کہ خوشحالی کی منزل پر پہنچنے کے لیے بہت جلد راہ مل جائے گی۔ پنج سالہ منصوبوں کے ذریعہ ملک کو خوشحال بنانے کی جو کوشش ہو رہی ہے۔ ہر چند اس کے اُمید افزا اور خوشگوار نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں اب بھی خوشحالی کی منزل بہت دور ہے اگر اس دوران ہم اپنی موجودہ حکومت کا ہاتھ بٹاتے ہوئے اپنی جدوجہد کو ہم آہنگی و یک جہتی سے جاری رکھیں تو ہم بہت جلد اس منزل پر پہنچ جائیں گے۔

جیسا کہ ہم واقف ہو چکے ہیں کہ ملک کو برطانوی سامراج کے تسلط سے آزاد ہو کر کئی سال گذر چکے ہیں قوموں کی زندگی میں یہ مدت مختصر بھی ہے اور دراز بھی چوں کہ آزادی وطن کے عوام کی ترقی و خوشحالی ہی آزاد ملک کا معیار ہوتی ہے۔ مختلف شعبوں میں ترقی کے باوجود معاشی آزادی و خوشحالی کی جدوجہد ہنوز باقی ہے۔

جواہر لال نہرو کی قیادت میں منصوبہ بند معیشت پر عمل پیرائی کے باوجود امیر و غریب کے فاصلے و فرق و امتیازات بڑھ رہے تھے۔ بیروزگاری اور قیمتوں میں اضافہ ایک نیا اقتصادی مسئلہ بنا۔ یہ معاشی مسائل دن بدن پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں لہٰذا پچھلی مرتبہ یوم آزادی ایک ایسی نئی فضا میں منائے ہیں جو معاشی آزادی کے دیرینہ خواب کی یقیناً تکمیل کرے گی۔ ہمارے

ملک نے افراطِ زر اور قیمتوں میں اضافہ کے باوجود حکومت کی مساعی جمیلہ کے باعث اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں اور چند سال قبل "آریہ بھٹ" کی خلائی پرواز خلائی دور میں شریک دنیا کے بیشتر ممالک میں صرف ہمارا واحد اعزاز ہے۔ بمبئی ہائی کے تیل کی دریافت ہمارے ماہرین اور ٹکنالوجیسٹ کی تحقیق ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ کی ریسرچ اور مہارت کا ارتقاء کا روشن نشان ہیں۔ لیکن تصویر کے اس روشن رخ کے باوجود معاشی انحطاط اور قومی ڈسپلن کی کمزوری ایک بڑا خراب رُخ تھا۔ ایمرجنسی کے دوران کچھ طاقتیں ترقی پسند طاقتوں اور سوشلزم کے لیئے ہمارے نصب العین کو نقصان پہنچانے تیزی سے حرکت میں آئی۔

ہمارے یوم آزادی کے مبارک اقبال مسعود موقع پر خوشی و فخر کی ایک بنیاد مستحکم ہوئی ہے اور وہ اقتصادی جرائم پر گہرا وار ہے پچھلے برسوں میں اسمگلنگ، چور بازاری ذخیرہ اندوزی اور منافع خوری اقتصادی جرم کی ایک نئی اصطلاح بن گئی تھی اس میں اضافہ ہی ہو رہا تھا کہ بروقت جنتا حکومت کو مساعی جمیلہ اور قیادت اور قوم نے بروقت اِن تمام کالی قوتوں پر مشترکہ طور پر وار کیا جو ایک آزادانہ مقتدر جمہوری ملک کے لیے ناسور ہیں۔

بہرحال آج کے اس مقدس دن کو منانے کے لئے دیش کی آزادی کیلئے ہمارے اَن گنت سورماؤں نے قربانی اور ایثار محض اسلیے کیا تھا کہ آزاد ملک میں عوام کی خوشحالی حاصل ہو۔ ان مجاہدین وطن کی ایثار و قربانی کے لیے ہمارا خراج یہی ہوسکتا ہے کہ ملک ترقی کرے۔ جمہوریت مستحکم رہے۔ اس موقعہ پہ قوم کو یہ عہد کرنا ہوگا کہ اب یہی لیل و نہار رہیں گے یہی کرنیں اجالا بن جائیں گی اور معاشی آزادی و خوشحالی کی دیرینہ تمنا جلد سے جلد عملی حقیقت بن جائیں گی۔

از: محمد رضی الدین معظم

یوم اساتذہ

آج ۵ ستمبر ہے۔ آج کے دن ہمیں "یوم اساتذہ" ٹیچرز ڈے منانے پر فخر و ناز محسوس ہو رہا ہے۔ آج کے مبارک دن جب کہ ہم اپنے اساتذہ کرام کو خراج تحسین پیش کرنے کا اعزاز حاصل کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ پر کچھ روشنی ڈال لیں۔

ڈاکٹر سروپلی رادھا کرشنن کی ۵ ستمبر ۱۸۸۸ء جنوبی ہندوستان کے ایک چھوٹے سے گاؤں سروپلی کے برہمن خاندان میں شری ویراسوامی جی کے گھرانے میں ولادت عمل میں آئی۔ ڈاکٹر صاحب ابتداء ہی سے شرمیلے و منکسر المزاج تھے اپنا سارا وقت حصول علم میں صرف کرکے اعزازات کیساتھ اعلیٰ تعلیمی مدارج طے فرمائے۔ ۱۹۰۸ء میں مدراس پریسیڈنسی کالج میں منطق کے پروفیسر بنائے گئے پھر ۱۹۳۱ء میں آندھرا یونیورسٹی اور ۱۹۳۹ء میں بنارس ہندو یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے عہدوں سے سرفراز و ممتاز کئے گئے۔ اس طرح متلاشیان علم کی منبع عروج انوار ممتاز معظم فائق نکرم شخصیت ۱۲ مئی ۱۹۶۲ء کو صدر جمہوریہ ہند کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئی۔

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ عہد عتیق سے قوم کی فلاح و بہبود کا انحصار اساتذہ کرام کے کاندھوں پر ہے۔ جو ہر ذی علم و ذی وقار شخصیت کے مستقبل کے محافظ ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بحکم خروج انوار ربانی

حضور نبی ممتاز معظم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی الہی کے ذریعہ
مرتاج فضلِ نورانی سے درس قرآن سے مشرف کیا۔ قرآنِ مکرم عطیہ
اکرم جسکا صرف دیکھ لینا اور چوم لینا اجرِ عظیم اور بلا طہارت صرف مس
کر لینا گناہ اور پھر بلا ناغہ تلاوت و تحقیق مہد تا لحد بندگانِ خدا کیلئے
مشعلِ راہ ہے۔ استاد محترم کا درجہ اتنا اعلیٰ و ارفع ہے کہ ہندو مذاہب
میں ایشور کے برابر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حکومتِ ہند نے ممتاز معظم فلسفی و معلم صدر جمہوریۂ
ہند ڈاکٹر سروپلی رادھا کرشنن کے یوم پیدائش ۵ ستمبر کو ۱۹۶۲ء سے
ہر سال یوم اساتذہ ٹیچرز ڈے منانے کا فیصلہ کیا بلکہ یہ بھی حکم جاری
فرمایا کہ ایسے ذی علم ذی وقار اساتذہ کرام کو جن کی گرانقدر خدمات
قوم کے لیے نعمت عظمیٰ ہوں شایانِ شان مرکزی اور ریاستی پیمانے
پر قومی اعزازات سے ممتاز کیا جاتا رہیگا۔ الحمد للہ جسکا سلسلہ آج
تک جاری ہے۔

اللہ رب العزت کا کروڑہا احسان ہے کہ ۱۹۸۹ء میں اسٹیٹ
کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ حکومت آندھرا پردیش
اور نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ نے ۱۹۹۰ء میں
بندۂ عاجز عاصی و پُر معاصی محمد محی الدین معظم کو ۵ ستمبر یوم اساتذہ
کے موقعوں پر گرانقدر قومی اعزاز سے نوازا جس کیلئے بندۂ عاجز ہر دو
کونسلس کا تہہ دل سے ممنون و مشکور ہے۔

★

از: سید منظور محی الدین صبیح کلیانوی
(دیوڑھی خورشید جاہ)

یوم اقوام متحدہ

سارے عالم میں بین الاقوامی تعلقات کے فروغ و استحکام کے لئے مجلس اقوام متحدہ کا ظہور ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کی عالمی جنگ عظیم نے دُنیائے انسانیت کے جسموں کو پارہ پارہ کر دیا۔ اسکے اظہار کیلئے میرا قلم عاجز ہے۔ دُنیائے انسانیت کے تحفظ، امن و سلامتی کیلئے جب ایک بین الاقوامی تنظیم کا قیام ناگزیر ہوا تو ۱۹۴۵ء میں سان فرانسکو کے مقام پر عالمی کانفرنس منعقد ہوئی۔ برطانوی وزیر اعظم چرچل اور امریکی صدر روز ولٹ بہ نفس نفیس شریک ہو کر مجلس اقوام متحدہ کا قیام عمل میں لایا اور ۲۴ اکٹوبر ۱۹۴۵ء کو سرکاری طور پر سارے عالم کی حکومتیں مجلس اقوام متحدہ UNO کے قیام کی توثیق کر دی۔ مجلس اقوام متحدہ کے اغراض و مقاصد حسب ذیل اس طرح ہیں۔

۱۔ مستقبل کی نسلوں کو جنگ کی ہولناکیوں اور دہشت گردی سے محفوظ رکھنا۔

۲۔ بنی نوع انسان کے بنیادی حقوق کا احترام کرنا۔

۳۔ بین الاقوامی قانونی معاہدات اور اخلاقی پابندی کا احترام۔

۴۔ سماجی فلاح و بہبود اور بہتر معیار زندگی فراہم کرنا۔

مجلس اقوام متحدہ کی رکنیت کیلئے امن پسند اور قانونی منشور (یو این چارٹر) کی پابندی صیانتی مجلس کی سفارش پر جنرل اسمبلی میں منظورہ قرارداد کے ذریعہ رکنیت کا اعزاز حاصل ہوتا ہے۔ ۱۹۴ ممالک رکن ہیں۔

مجلس اقوام متحدہ کے چھ اہم شعبے (ORGANS) اس طرح درج ذیل ہیں۔

۱۔ مجلس عام یا جنرل اسمبلی۔
۲۔ صیانتی مجلس یا سیکورٹی کونسل۔
۳۔ معاشی اور سماجی مجلس یا اکنامک اینڈ سوشیل کونسل۔
۴۔ مجلس تولیت یا امناد یا ٹرسٹی شپ کونسل۔
۵۔ بین الاقوامی عدالت۔
۶۔ معتمدین یا سیکریٹریٹ۔

مجلس اقوام متحدہ کی موثر کارکردگی کے لئے دُنیا کی اہم ترین شخصیت کا انتخاب بحیثیت معتمد عمومی یا جنرل سکریٹری ۵ سال کے لیے انتخاب عمل میں آتاہے۔ پہلی بار معتمد عمومی یا جنرل سکریٹری ناروے کی عظیم شخصیت ٹرگیب وی لی۔ TRYGVE LIE کا تقرر ۱۰ ر اپریل ۱۹۵۲ء کو عمل میں آیا تھا۔ موجودہ سیکریٹری جنرل ڈاکٹر بطروس غالی ہیں۔

مجلس اقوام متحدہ اپنی بہتر کارکردگی اور عمل آوری کیلئے کچھ مخصوص ایجنسیاں بھی قائم کی ہیں جو ساری دُنیا میں عوامی ضروریات کی حتی الامکان تکمیل کرنے میں کوشاں رہتی ہیں۔ مخصوص ایجنسیاں یہ ہیں :۔

(۱) انٹرنیشنل اٹامک انرجی (۲) انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن (۳) فوڈ اینڈ اگریکلچرل آرگنائزیشن (۴) یونیسکو (۵) ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن WHO (۶) انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (۷) انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ اسوسی ایشن (۸) انٹرنیشنل بنک فار ری کنسٹرکشن اینڈ ڈیولپمنٹ (۹) انٹرنیشنل فینانس کارپوریشن (۱۰) انٹرنیشنل سیول ایوی ایشن آرگنائزیشن (۱۱) یونیورسل پوسٹل یونین (۱۲) انٹرنیشنل ٹیلی کمیونیکیشن یونین (۱۳) یونیسف (۱۴) ورلڈ میٹیرالاجیکل آرگنائزیشن (۱۵) جنرل اگریمنٹ ٹیارف اینڈ ٹریڈ۔

از: محمد رضی الدین معظم

یوم تاسیس آندھرا پردیش

یکم نومبر لسانی بنیادوں پر بعض ریاستوں کی تنظیم جدید کا دن ہے جس کے نتیجہ میں بعض ریاستوں بشمول آندھرا پردیش کا ۱۹۵۶ء قیام عمل میں آیا۔ دستور ہند کے تحت پارلیمنٹ کو قانون سازی کے ذریعہ کسی بھی ریاست کے رقبہ میں کمی بیشی کرنے کی کسی ریاست کی حدود میں ردو بدل کرنے اور کسی بھی ریاست کے نام کو بھی تبدیل کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

ملک میں لسانی ریاستوں کے قیام کا فیصلہ آزادی سے بہت پہلے کانگریس اور ملک کی بعض بڑی سیاسی جماعتوں اور دانشوروں نے کیا تھا۔ سیاسی حلقوں کا یہ خیال تھا کہ برطانوی دور حکومت میں جو صوبے تھے وہ سامراجی مقاصد کی تکمیل کے لیے تھے ایک ہی زبان بولنے والے علاقوں کو مختلف ریاستوں میں بانٹ دیا گیا تھا اور اس طرح ملک کی زبانوں اور تہذیبوں کے اتحاد کو منقسم رکھ کر اپنے مفادات پورے کیے جانے مقصود تھے۔ کانگریس نے اپنے فیصلہ کے بموجب لسانی ریاستوں کے قیام کا فیصلہ کر لیا تھا۔ سب سے پہلے آندھرا عوام نے یہ مقصد حاصل کیا اور پھر فضل علی کمیشن کی سفارشات کے بموجب یکم نومبر کو ہندوستان کا نیا سیاسی نقشہ مرتب ہوا۔ آندھرا جو ملک کی پہلی لسانی ریاست ہے اس دن تلنگانہ کا علاقہ بڑی ریاست تلگو کا جزو بن گیا اور آندھرا

تلنگانہ کے انضمام سے ایک جدید عظیم ریاست کا قیام یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو ہماری تاریخی اور تہذیبی روایت کا احیا بھی تھا۔ قطب شاہی عہد کے حدود پھر ایک بار اپنی مشترکہ تہذیب و تاریخ کے ساتھ جغرافیائی و سیاسی حدود بھی بن گئے اور ملک کے نئے انتظامی ڈھانچہ میں آندھرا پردیش کو یہ اہمیت حاصل ہو گئی کہ ملک کی یہ پہلی لسانی ریاست ایک دیرینہ خواب کی تکمیل میں کامیاب پہل کی مظہر رہی ہے۔

۱۹۵۲-۵۳ء میں تلگو بولنے والوں نے اپنی ایک ریاست کے مطالبہ کی بنیاد پر احتجاجی مہم شروع کر دی تھی۔ پوٹی سری راملو نے مرن برت شروع کر دیا تھا بالآخران کی موت نے تلگو عوام کے اس مطالبے کی تکمیل کے لیے حکومت ہند مجبور ہو گئی۔ یکم اکتوبر ۱۹۵۳ء ریاست مدراس کے (۱۱) اضلاع پر مشتمل ریاست آندھرا کی تشکیل عمل میں آئی اور کرنول کو دارالحکومت بنایا گیا۔ ٹی پرکاشم پنتلو آندھرا ریاست کے پہلے چیف منسٹر مقرر کیے گئے۔

پھر تلنگانہ کا علاقہ بڑی تلگو ریاست کا جزو بن کر آندھرا اور تلنگانہ کے انضمام سے ایک جدید ریاست آندھرا پردیش کے نام سے یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو وقوع پذیر ہوئی۔ سابق صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر نیلم سنجیوا ریڈی۔ ریاست آندھرا پردیش کے پہلے چیف منسٹر بنائے گئے۔ اور ریاست آندھرا پردیش کا افتتاح وزیر اعظم جواہر لعل نہرو نے ریاست کے وسیع ترمتانہ معظم علاقہ فتح میدان میں افتتاح کیا جنہیں حیدرآباد اور اس علاقہ کی تہذیب بہت زیادہ عزیز تھی۔

★

یوم اطفال
(نہرو جینتی)

از:- محمد رضی الدین معظم

پنڈت جواہر لعل نہرو کی یاد آتے ہی ان کی پر کشش اور دل آویز شخصیت آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ ان کی پروقار شخصیت اتنی سحر انگیز ہمہ گیر اور پہلو دار تھی کہ اس پر کچھ لکھنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔

آج ہم جب کہ ان کا جنم صدی تقاریب منا رہے ہیں تو ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ ہم ان کے افکار خیالات ان کے اصولوں اور آدرشوں پر یقین کا اعادہ کریں اور عہد کریں کہ انہوں نے تعمیر و ترقی کا جو جمہوری راستہ ہمیں دکھلایا تھا ہم اس پر گامزن رہیں گے اور سیکولر اقدار کو ہر شعبہ حیات میں فروغ دیتے ہوئے سوشلزم کو منزل تک پہنچنے کا جو عزم و حوصلہ انہوں نے ہمیں بخشا تھا اسے ہر قیمت پر قائم رکھیں گے۔

آج ہمارے ملک کو عالمی برادری میں بین الاقوامی سطح پر جو وقار و عزت حاصل ہے وہ درحقیقت انہی کی پالیسیوں کی دین ہے انہی پالیسیوں کی بنیاد پر نہ صرف وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے ملک کی تعمیر و ترقی اور عالمی امن سے متعلق کام کو آگے بڑھایا بلکہ ان کے نواسے وزیر اعظم راجیو گاندھی بھی انہی کے نقش قدم پر پوری طرح عمل پیرا ہیں۔

پنڈت جی نے ناوابستگی کے ذریعہ عالمی امن کے امکانات کو نہ صرف روشن کیا بلکہ اسے استحکام بھی بخشا۔ عالمی امن کے سلسلہ میں انہوں نے جو گرانقدر خدمات

انجام دیں ان کے پیشِ نظر ہیں انہیں پیغمبرِ امن کے نام سے یاد کرتی ہے۔
عالمی برادری میں ہندوستان کو جو ممتاز معظم مقام حاصل ہوا وہ پنڈت جی
کی گراں قدر خدمات کا نتیجہ ہے۔ ناوابستگی کے ساتھ انہوں نے دُنیا کو جو دو
بلاکوں میں منقسم تھی۔ پرامن بقائے باہم کا راستہ دکھلایا۔ ان کے دکھائے
ہوئے راستہ پر چل رہی دنیا ابھی تیسری عالمگیر جنگ سے محفوظ ہے۔
بین الاقوامی سطح پر اتنی اہم خدمات انجام دینے کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے
ملک کو بھی بصارتِ نظر قیادت کی حصول آزادی سے قبل غیر ملکی سامراج
کے خلاف لڑائی میں اور پھر آزادی کے بعد ملک کے اولین وزیر اعظم کی
حیثیت سے انہوں نے عزم وعمل اور کردار اور دانش کی جو شمع ملک میں
روشن کی۔ اس کی روشنی میں ملک تعمیر و ترقی کے راستہ پر وزیر اعظیم
شریمتی اندرا گاندھی کے بے مثال قیادت کے بعد مسٹر راجیو گاندھی کو فعال
قیادت میں بھی ملک آج برابر ترقی پر گامزن ہے اس روشنی کو ضرورت
ہمیں آج بھی ہے کل بھی رہے گی۔

پنڈت جواہر لعل نہرو نے ملک کے اندر فرقہ پرستی تنگ نظری
عصبیت جہالت، فرسودہ رسوم و رواج کے خلاف بھی ہمیشہ جنگ کی
ہے۔ وہ ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب اور سیکولر اقدار کی عملی تصویر تھے۔
چنانچہ سارے ملک میں اتحاد و اتفاق ہم آہنگی اور یک جہتی کو قائم رکھنے
کے لئے وہ ہمیشہ سرگرم و کوشاں رہے۔ قومی یک جہتی کے سلسلے میں
انہوں نے جو بھی کوشش کیں ان کی یاد تازہ کرنے اور قومی یکجہتی سے
متعلق ان کے پیغام کو گھر گھر اور گاؤں گاؤں پہنچانے کی ضرورت
ہے۔ انھوں نے کیا خوب کہا تھا۔ جو کوئی سائنس یا سائنس کی

افادیت پر یقین رکھتا ہے اور آج کے زمانے کی روح کو سمجھتا ہے وہ فرقہ پرستی پر یقین نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ فرقہ پرستی پیار اور پسماندہ ذہنیت کی علامت ہے۔ آج سائنس کی ترقی کی بدولت دنیا سکڑ رہی ہے تنگ نظری کا موجود رہنا قابل فہم نہیں تنگ نظری تعصب ہماری راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے جب ہم نے سماجی سائنسی نظام کی بنیاد ڈالنا چاہتے ہیں قومی یک جہتی کا مقصد نہ صرف یہ کہ لسانی صوبائی اور مذہبی تعصب اور تفریق کو ختم کرنا ہے بلکہ اس کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ ایسی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا جائے کہ ہر فرد کا ذہنی نشو ونما بچپن ہی سے صحت مند بنیاد پر ہو۔ آج ہر شہری کو چاہیئے کہ ان کے گرانقدر افکار کی روشنی میں ہر قدم پہ ہر سطح پر اتحاد و اتفاق ہم آہنگی کا ماحول رکھیں تاکہ ملک کے وقار و عظمت کو چار چاند لگ جائے اور دوسروں میں ہم ہندوستانی اقبال، مسعود، لئیق، عظیم، ممتاز اور معظم رہیں۔

محمد تقی الدین اشرق صاحب

یوم خواتین و قومی یکجہتی

آج ۱۹ر نومبر ہے۔ ملک کی ممتاز معظم خاتون رہنما آنجہانی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کا جنم دن ہے۔ سارے ہندوستان میں آج کا دن یوم خواتین اور یوم قومی یکجہتی کے طور پر منایا جاتا ہے ۱۹ر نومبر ۱۹۱۷ء کو الہ آباد میں اندرا گاندھی نے جنم لیا تھا۔ ۲۴ر جنوری ۱۹۶۶ء کو ملک کی وزیر اعظم منتخب ہوئیں لیکن ۳۱ر اکتوبر ۱۹۸۴ء کا دن آیا تو اپنے ہی محافظ کے ہاتھوں گولیوں کی مسلسل بوچھار سے اس دنیائے فانی سے چل بسیں۔ اندرا گاندھی نے تمام عمر قومی یکجہتی ملکی استحکام فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور امن کے لئے کام کیا۔ انھوں نے اس کام کے لئے خود کو وقف کر دیا تھا۔ اڈیسہ کا دورہ ان کا آخری دورہ ثابت ہوا انھوں نے کہا تھا مجھے اپنے ملک کے لئے اپنی جان قربان کر دینے میں کوئی تامل نہیں ہوگا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ میرے ہر قطرہ خون کا ملک کو مضبوط بنانے کے کام آئے گا۔ بدقسمتی سے ۳۱ر اکتوبر ۱۹۸۴ء کا دن آیا تو ملک اس عظیم رہنما کی قیادت سے محروم ہو گیا۔ آپ اب ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن آپ امر ہیں اس لئے کہ آنے والے دنوں میں لوگ عقیدت سے تذکرہ کرتے رہتے ہیں کہ ایک زمانہ میں ایک عورت تھی اسکا نام اندرا پریادرشنی تھا۔ ہمارے بچے اور ہمارے بچوں کے بچے فخر سے سر اٹھا کر کہہ سکیں گے وہ تو ہم میں ہی سے تھیں۔ آپ کی ہمت آزما ولولہ خیز زندگی ہمیں قومی یکجہتی ہندوستان کی تلاش امن و ترقی کے لئے سعی سماجی انصاف کی حصولی۔ ملک کی سالمیت یکجہتی اور اتحاد کو سب باتوں پر مقدم رکھنے کا جذبہ پیدا کرنے میں ہمارے لئے ایک روشن مینار کا کام کرے گی۔ ان ہی مقاصد کے لئے آپ ہمیشہ کوشاں رہیں اور آپ کا یہی پیغام ہے آج ہم سب اس بات کا عہد کریں کہ ہم اپنے آپ کو انھیں مقاصد کے لئے وقف کر دیں گے جو آپ نے ایک مضبوط اور متحد ہندوستان کی تعمیر کے لئے اپنائے تھے۔